الانسان

جسمین

فضائل اخلاق انسانی کا نوایجاد باغ لگا ہوا ہے اور جسکی انوکھی بہار حق جو

حق طلب طبیعتوں کو اپنا مفتون و شیدا بنانے والی ہے اور جس کے پھل

پھول پتے شائقین حقائق و معارف کے نکات عجیبہ لطائف غریبہ کے

نقش و نگار سے منقش ہیں

مرتبہ

جناب مولوی محمد عبد العزیز صاحب مہاجر سرشتہ دار محکمہ تعلقداری

ضلع گلبرگہ شریف علاقہ نظام دکن خلد اللہ ملکہ

قابل دید ہے

جلوۂ صنعت است دیدنی دارد ‏ تماشا رسیدنی دارد

در مطبع شمسی حیدرآباد دکن باہتمام محمد عبد الرحیم خان اکبرآبادی طبع شد

الانسان

جسمیں

خصایل واخلاق انسانی کا نو ایجاد باغ لگا ہوا ہے اور جس کی انوکھی بہار حق جُو و حق طلب
طبیعتوں کو اپنا مفتون و شیدا بنانے والی ہے اور جس کے پہل - پہول -
پتے - شاخین - حقائق و معارف و نکات عجیبہ و لطائف غریبہ کے نقش و نگار سے
منقش ہین

مرتبہ

جناب مولوی محمد عبد العزیز صاحب مہاجر سررشتہ دار محکمۂ
تعلقداری ضلع گلبرگہ شریف علاقۂ نظام دکن خلد اللہ ملکہٗ

قابل دید ہے

جلوہ مفت است دیدنی دارد   تماشا رسیدنی دارد

در مطبع شمسی حیدرآباد دکن باہتمام محمد ابراہیم خان اکبرآبادی
طبع شد

هو العزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال

الحق یعلو ولا یعلی

ایہا الشایقون

آئیے! آئیے!! جلد آئیے!!! اور اس نوبہار باغ کی ذرا سیر کیجیے اور اس کی ہوا سے خوش کہائیے۔ اگر آپ کا دل و دماغ اس سے تازہ اور معطر نہیں ہوگا تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ مکدر کبھی نہ ہوں گے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں اور سچی خیرخواہی کا اظہار کرتے ہیں کہ اس نو ایجاد باغ کی خوشنما اور دل آویز قطعہ بندی آپ کا دل بہلانے اور آپ کے تکان و افکار کو دور کرنے کے لیے نسخۂ اکسیر [illegible]

اور اس کے شیرین چشمے کا پانی حیات جاودانی بخشتا ہے بشرطیکہ آپ ذرا اس کی سیر کرین اور ایک دو قدم چل کر دیکھین کہ درحقیقت ہمارا بیان صحیح نکلتا ہے یا غلط ہو رہتا ہے

رباعی

بیا بیا درین گلستان تفرج کن		نوا سے بلبل شیدا شنو تفرج کن
ز چشمہا سے دل آویزان تمتع گیر		ز قطرہ بحر شود زود ترموج کن

دریا کوزہ مین بھرا ہوا لہرا رہا ہے اور ایک بیج مین ہولا پھلا سبز باغ اپنی نرالی رنگت اور دل آویز خوشبو کے ساتھ لہلہاتا نظر آتا ہے حقایق پسند طبیعتون کے لئے آئینۂ جام جہان نما ہے۔ مجوبۂ تمدن و اخلاق کے شایقین و ناظرین کے لئے مژدۂ جان فزا ہے نصیحت دوست حضرات کے یاد کرنے کے لئے موعظت و پند کا قانون بے بہا ہے قومی دردخواہون کے واسطے معجون مفرح قلب کی عمدہ خوراک شفا ہے۔ عباد و صالحین کے لئے زہد و تقوی کا گنجینہ بے انتہا ہے۔ عشق مجازی و حقیقی کی راہ چلنے والون کے واسطے دو آتشہ شراب از دیاد ذوق و شوق کا جام فرحت افزا ہے

شعر

یارب این نو باغ را از باد صرصر دور دار		صبح و شام از بلبلان معنوی معمور دار

اگر آپ کل اشارات و نکات کو اس رسالہ کے بالاستیعاب چشم حق بین سے ملاحظہ فرمائینگے تو بے حد روحانی حظ حاصل ہوگا

شعر

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر		کہ ہرچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر

ہر مذاق طبیعت کے لئے یہ نسخہ ایک خاص دلچسپی پیدا کرتا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

عطار گو بہ بند دکان را کہ من زیاں بوے شنیدہ ام کہ مشک و عبیر نیست

المشتہر سید زین العابدین مہتمم تعمیرات ضلع نلدرگ

علاقہ نظام دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
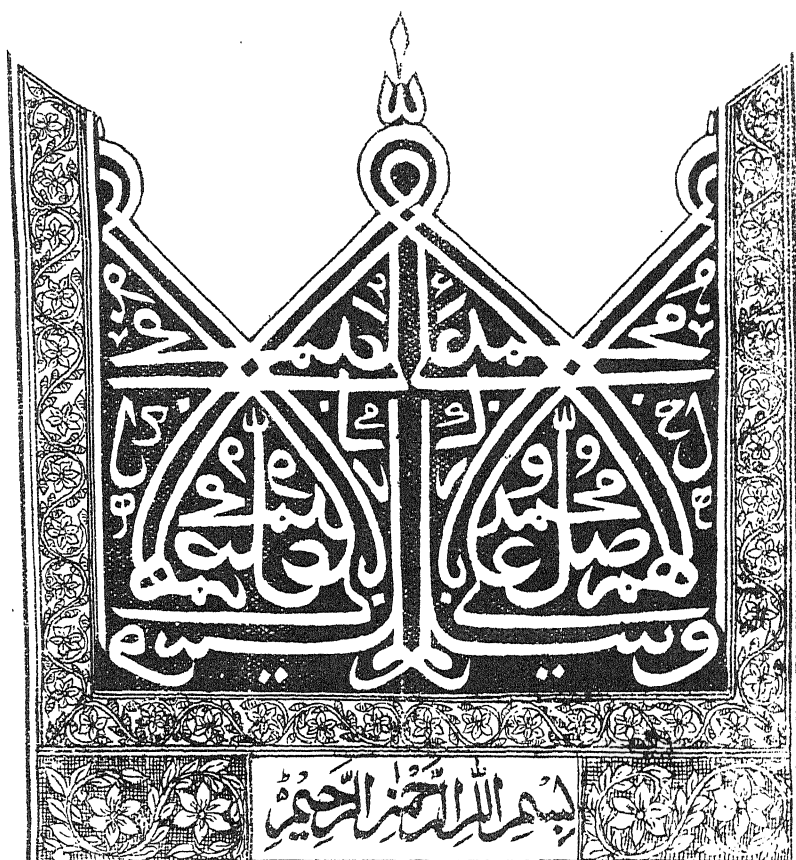
الحمد لله الذی خلق الانسان علمه البیان ونور قلبه بنور العرفان و
الایقان ۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسوله محمد سید الانبیاء علیهم الامتنان
صاحب الکرم والاحسان ۔ اشرف البشر وافضل ملائکة الرحمن ۔ قد ارسله
الله الملک المنان ۔ لاصلاح النفوس من الانس والجان بل هو مبعوث
الی کافة الخلائق لاظهار التوحید ورحمة الرحمن ۔ کما ورد فی الفرقان ۔
وما ارسلناک الا رحمة للعلمین ۔ وایضاً فی شانه وعظمة ینطق القرآن ۔
لقد جاءکم من الله نور وکتاب مبین ۔ وایضاً لقد من الله علی المومنین

اذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم وایضاً ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وقد صدّقہ الشجر والحجر برسالتہ من حضرت السبحان۔ نظرۃٌ نورٌ علی نورٍ۔ ونطقہ دررٌ علی دررٍ۔ وفعلہ سرورٌ علی سرورٍ۔ وحلمہ راحۃٌ علی راحۃٍ وھدایتہ نجاتٌ علی نجاتٍ۔ من اطاعہ فقد اطاع اللہ ومن اطاع اللہ فھو نجی من لواھب النیران ومن انکرہ وابی فقد انکر اللہ ومن انکر اللہ فقد وقع فی بیر الخذلان والخسران۔ اللھم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلّم بالسر والاعلان۔ یارب نجنا من جمیع الخطیات من الزلل والخلل فی طاعتک واتباع رسولک واعطنا حُبّہ حبّاً متوافراً وانسہٗ انساً متکاثراً الی یوم القیام ووضع المیزان۔ اللھم اوصلنا الی شواھق خطایر قدسک ومشاھدۃ جمالک استجب دعوتنا باحسان وبامننا بجاہ محمدن المصطفی ورسولک المجتبیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً آمین یارب العالمین الھم لاحسان

عذر خواہی بامید معافی

اما بعد بندہ سراپا ذنب وناچیز معترا از شعور وتمیز الراجی الی فضل اللہ القوی القادر محمد عبد العزیز المہاجر عفی اللہ عنہ وستر عیوبہ ونور قلبہ بجاہ خواجہ عالم فخر عالم وآدم سید کائنات خلاصہ موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم عرض کرتا ہے کہ اگرچہ شرف

انسان کے موجبات و اسباب کی صراحت بیشتر کتب اخلاق مین بسبیط طور پر مندرج ہو چکی ہے اور ذی علم اوس سے واقف بھی ہے لیکن جس طرح کہ زمانہ کی رفتار مین بلحاظ ایام ماسبق مابعد مین ہمیشہ انقلاب عظیم پیدا ہوتا جاتا ہے اور جس قدر زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے اوسی قدر تخیلات و مدرکات طبایع انسانی مین بھی تفاوت عظیم پیدا اور ترقی ہوتی جاتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ طبیعت انسانی ہمیشہ جدت پسند ہے اور نئے نئے پیرایہ بیانات اور جدید جدید طرز تقریرات کو ڈہونڈہتی ہی جاتی ہے اور اس مین بھی کچھہ شبہہ نہین کہ باقتضاے رفتار زمانہ بلحاظ رحجان و میلان طبایع انسانی بعض پیرایہ بیان محبوب القلوب و موثر بھی ہو جایا کرتا ہے۔ لفظ وہی معنی وہی لیکن طرز بیان کچھہ اور ہی رنگ لاتا ہے - لہذا مین اولا ناظرین مبصرین باعزت و تمکین کے سامنے نہایت ادب اور عذرخواہی کے ساتھہ عرض کرتا ہون کہ اگرچہ اس ہیچمدان ژولیدہ بیان کی بے علمی بضاعت اِس قابل تو نہین تھی کہ ایسے اعلی مضامین مین قلم فرسائی کر سکے - تاہم چونکہ مجھے عرصہ سے اِس امر کا خیال تھا کہ فضائل انسان کے متعلق نئے پیرایہ مین کچھہ عرض کر کے ہدیۂ ناظرین مبصرین کرون لہذا مین نے اس رسالہ کی تدوین کی طرف اپنی ہمت قاصرہ کو کشان کشان مصروف کیا اور اسی بناء پر مین اپنے کج مج بیان کو مصداق آنکہ - برگ سبز است تحفہ درویش - بامید معافی خلل و زلل بیان ناظرین معززین کی مبارک خدمت مین پیش کش کر کے سعادت خدمت قومی حاصل کرنے کو اپنے دارین کی بہبودی و نجات کا وسیلۂ رفیعہ اور ذریعۂ جلیلہ خیال کرتا ہون - اللہ برکت کا دینے والا

اور منظور نظر ناظرین بصیرت فرمانے والا ہے وعلیہ توکل و بہ نستعین ۔ اب حضرات ناظرین با عزت و تمکین سے قوی امید ہے کہ اگر بوقت ملاحظہ بازغہ رسالہ ہٰذا کہیں سہو و خطا سے لفظی یا معنوی نظر پڑے تو معاف فرما کر چشم پوشی فرمائیں ۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست ۔ اور اگر مطبوع طبع گرامی ہو تو اس ناچیز کو دعائے خیر حسن خاتمہ سے یاد و شاد کریں ؎

ہر کہ خواند دعا طمع دارم	زانکہ من بندۂ گنہگارم

چونکہ یہ مضمون کسی قدر بسیط ہو گیا ہے لہذا میں نے اس کی تدوین کے بعد اس رسالہ کا نام بلحاظ مناسبت مضمون الانسان رکھا ہے ۔

ایہا الناظرون المبصرون

اب تعریف و بیان شرف حضرت انسان سماعت فرمائیے

لختے بروا ز دل گزرد ہر کہ ز پیشم	من قاش فروش دل صدپارۂ خویشم
نیا یہ طرز ہے سیر بیان کا	نہایت دلکش و محبوب جان کا
مقطر عطر ہے نظم بیان کا	معنبر ہو دماغ اس سے ہر جان کا
معانی کی ہے یہ روح مجسم	جو دیکھے محویت میں ہو غلط غم
طلسم قدرتی کی کیجیے سیر	فضائے انس ہر یان کہیں ہیں بیر
یہ وہ تصویر حسن دلربا ہے	محبت کا سبق جس نے پڑھا ہے
وفا سیکھیں محبت اس سے سیکھیں	جفائیں چھوڑ دیں الفت کو لے لیں
لائے انس کے اسمیں بھرے ہیں	جواہر اسمیں نسیان کے کھرے ہیں

اگر ہو ہوش انسانی تو جانو ... ذرا میری سنو اور کچھ تو جانو

شرف انسان کا سمجھو خدارا ... یہ ہے انسان کے بچنے کا سہارا

ذرا اپنے کو سمجھو تو میں کیا ہوں ... تعرض کی نہ لو میں با خطا ہوں

پلٹ کر دیکھنا اپنا ہے منظور ... نہیں رد و قدح کا کوئی مذکور

مضامین ہیں بلند اس کے عزیزم ... نظر ادنی بھی کرو اور کچھ تو دیکھو

اگر ہو کچھ تعقل سے سروکار ... نہیں جائز ہے کرنا اس سے انکار

برائے ہم امتحان کی فکر ہو گر ... عمل کر کے تشفی کر لو یاں پر

تعلی سے نہیں ہے مجکو نسبت ... بلندی مضامین پر ہے حجت

مثل مشہور ہے من صنف کی ... نہیں پروا ہے کچھ استہدف کی

میں اپنی قوم کا خادم ہوں یارو ... بلاتا ہوں بسمت خیر تم کو

یہی ہے آرزو میری خدارا ... نہ ہو اس سے کسی کو بھی کنارا

خدا سے ہے مجھے امید ہر دم ... کہ یہ مضمون ہو مقبول عالم

الہی دے میرے مضمون میں تاثیر ... کروں افضال سے تیرے میں تعبیر

عزیز بے نوا اب کر رقم تو
کہ پھیلے جلد اس مضمون کی خوشبو

آغاز بیان انس و نسیان حضرت انسان

الانسان لم سُمّی الانسان

انسان کا نام انسان کیون رکھا گیا اور کونسی صفتین اوس مین ودیعۃً رکھی گئی ہین اور تمامی انواع مخلوقات پر اوسے شرف و بزرگی کیون ہے اور کن افعال و اعمال سے وہ اپنی بزرگی و شرف کو ظاہر کرسکتا ہے اِس موقع پر اولاً انسان کے لفظی مادہ سے تھوڑی بحث کیجاتی ہے جس کا نتیجہ اور مقصود آیندہ چل کر تفصیلی طور پر معلوم ہوگا۔

واضح ہو کہ انسان کا اصلی مادہ بروے تحقیقات اہل لغت اُنس ہے یا نسیان اور یہ دونون صفتین انسان مین ودیعۃً رکھی ہی گئی ہین اور اسی بنا پر انسان موسوم بہ انسان بہی ہوا ہے اور تمامی انواع مخلوقات پر جو اوس کو شرف و بزرگی حاصل ہے اوس کا باعث و واسطہ بہی یہی دونون صفتین بڑی ہین۔ جب لفظ انسان ذو معنیین قرار دیا گیا ہے اور حضرت انسان فی نفسہ ان دونون صفتون سے متصف بہی ہے تو لفظ کو معنی سے اور معنی کو نفس انسان سے مناسبت کُلّی و حقیقی پیدا ہوگئی جس کے بعد ہمین کوئی شک و شبہہ کرنے کی ضرورت بہی باقی نرہی۔ اور عند النظر والعقل یہ ایسا صاف و روشن مسئلہ ہے کہ کوئی صاحب فہم بلحاظ اپنی رزانت عقلی کے جبکہ ان دونون کا اثر ظاہراً و باطناً مترتب ہوتا ہو ہرگز اِس سے انکار و اعراض نہین کرسکتا۔ جب مجموعی صفات ذاتیہ انسانیہ پر غور کیا جاتا ہے تو واضح ہوتا ہے کہ فی الحقیقتہ یہ دونون صفتین ایسی قوی الاثر اور پُرزور واقع ہوی ہین کہ جب

اپنا حقیقی رنگ دکہاتی ہین تو کسی کے روکے نہین رُک سکتین الا ماشاء اللہ او
یہی وجہ ہے کہ نفس انسان کو خاصۃً ان دونون صفتون سے بہت بڑا تعلق پیدا
ہے اگر ان دونون صفتون کو بلحاظ اون کے فعلیہ اثرون کے امہات صفات
انسانیہ سے تعبیر کرین تو ناموزون نہین ہے بلکہ عین انصاف ہے کیونکہ جس قدر
دوسرے جذبات وصفات انسانیہ ہین اور جن کے احکام وآثار ذات انسان پر
مترتب ہوتے جاتے ہین۔ اون سب مین انہین دونون کا دخل واثر ہے جس کی
صورتین مختلف پیرایہ مین مختلف موقعون مین بحسب اقتضای صلاحیت محل ظاہر
ہوتی جاتی ہین۔ اگر ذرا چشم بصیرت واکر کے دیکہا جاے تو واضح ہوگا کہ دوسری بقیہ صفات
انسانیہ ان ہی دونون صفتون سے متولد ہین۔ اور یہی دونون صفتین اون کا منشاء
ومبدا ٹہری ہین الغرض ان دونون صفتون مین جو فرق مابہ الامتیاز پیدا ہے بضمن مراحت
مدارج اُنس تفصیلاً معلوم کرایا جاے گا اور وہ محال عقلی بہی نہ ہوگا انشاء اللہ تعالے لے
مگر تدبر وامعان نظر شرط ہے۔ چونکہ ان نکات کے سمجہ کا میدان بہت ہی تنگ
ہے لہذا امید ہے کہ ناظرین ابہی سے گہرائین نہین اور مضمون ملاحظہ فرماتے
جائین۔ المختصر جب ہر طرح سے معلوم ہو گیا کہ نفس انسان ان دونون جلیل صفتون
سے متصف ہے تو آیندہ کسی دوسری تاویل وتسویل کا اس مین دخل بہی باقی نہین رہا
ہر راے رزین وعقل وزین کا اقتضا یہی ہے کہ جو لفظ ذو معنیین واقع ہو اور اوس کا
محل استعمال بہی دونون معانی کو پیدا کر سکتا ہو بالضرور اوس موقع ومحل مین ہر دو معنی سے لئے

جائینگے نہ انکہ ایک ہی معنی پر زور دیا جاے اور دوسرے کو چھوڑ دین لیس

ایسی مناسبت کلی لفظی و معنوی کے لحاظ سے اور مقصد رکھتا ہے جو ان دونون

صفتون سے بحث کی گئی ہے یعنی

شَرَفُ الْاِنْسَانِ بِالصِّفَتَیْنِ اَلصِّفَتُ الْاُوْلیٰ اُنْسٌ وَّالصِّفَتُ الثَّانِیَۃُ نِسْیَانٌ

واضح ہو کہ یہہ دونون صفتین حضرت انسان مین بمنزلہ دو گوہر کے ہین اور انسان کو ان دونون گوہرون

کی بڑی بھاری ضرورت ہے اور یہہ دونون ایسے قیمتی گوہر ہین کہ اپنے آپ و تاب کی آپ ہی نظیر و

مثیل سمجھے جاتے ہین بصیرت قاصرہ کا کمزور اور جھلملاتا ہوا چراغ ان ہی دونون گوہر شبچراغ

کی چمکتی ہوئی روشنی کے اقتباس سے بجاے خود قائم ہو کر اخلاق ذمیمہ کی تند ہوا کے

جھوکون سے گزند سے اپنی عزیز اور پیاری ہستی کو محفوظ و قائم رکھ سکتا ہے۔ اور بصیرت

کاملہ کے اعلی درجہ تک پہونچکر قوم پر بھی اپنی اخلاقی شعاع کا اثر ڈال سکتا ہے۔

مخفی نرہے کہ لغت مین اُنس کے معنی الفت گرفتن اور نسیان کے فراموش کردن

کے ہین اور یہہ دونون صفتین بمنزلہ قرآن السعدین کے ہین اور اعلی محاسن و مصالح صوری و معنوی

پر مبنی ہین۔ بشرطیکہ انسان اون کی قدر و منزلت کرے اور بمحل اون کو کام مین لاکر

اپنے فطری کمالات و علوم تربیت کو دے۔

واضح ہو کہ ہر ایک صفت ان دونون صفتون سے اپنے اپنے محل و موقع پر ایک

ایک نیا نتیجہ اخلاق انسانی و کمال روحی کا پیدا کرتی ہے اس اجمال کی یہ تفصیل ہے

کہ صفت اُنس بوجہ پیوستگی بخلق راجع بخلق ہے۔ اور صفت نسیان[1] بوجہ پیوستگی حق

[1] یعنی نسیان عن الخلق و رجوع الی الحق۔

راجع بحق ہے ۔ یہان پر ہمارے ناظرین کو سخت تشویش پیدا ہوگی کہ نسیان کی نسبت حق کے ساتھ کیسی اور یہ تعجب خیز امر ہے حالانکہ نسیان کی مذمت آئی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے الانسان[۱] مرکب من الخطاء والنسیان مین امید کرتا ہون کہ تھوڑی دیر کے لیے اس تشویش و دخل کو الگ رکھین اور بیان سماعت فرمائین جس کے بعد خود بخود تشویش رفع ہوجاے گی کہ دعوے بے دلیل و حجت نہین ہے قبل اس کے کہ مین صفت نسیان کی خوبی و تعریف مین آئندہ چل کر کچھ بیان کرون ایک مختصر اور دلچسپ بحث پیش کرنا چاہتا ہون جس سے میرے بیان کا صحیح نتیجہ نکل آئے گا اور معلوم ہوجائے گا کہ نسیان کیا چیز ہے اور کس محل مین محمود اور کس موقع مین مذموم متصور ہے ۔ الغرض یہ جملہ یعنی الانسان مرکب من الخطاء والنسیان جس مین محض مذمت انسان بیان کی گئی ہے نہ نص قرآنی ہے نہ حدیث نبوی صلعم بلکہ ایک مقولہ ہے جس پر کوئی کافی وثوق نہین ہوسکتا ۔ جس بنا پر کہا جاسکے کہ نسیان پر من کل الوجوہ سواے مذمت کے کسی مدحت کا اطلاق نہین آسکتا ۔ ہر نکتہ مقامے و ہر سخنے محلے دارد ۔

اس کے بعد آپ معلوم فرمائین ۔ کہ اللہ جلشانہٗ نے حضرت انسان مین جو مجموعی صفات

---

[۱] یعنی انسان مرکب ہے خطا و نسیان سے اس جملہ کے معنی کچھ سمجھ مین نہین آتے کیونکہ اگر اس سے یہ مراد لی جاے کہ بدن انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے یا ترکیب حقیقۃ انسانی اس سے مراد ہے تو اصول حکمت سے بالکل باطل ہے کیونکہ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ بدن انسان اربعہ عناصر سے مرکب ہے اور حقیقۃ انسانیہ حیوان ناطق ہے معلوم نہین کہ یہ جملہ کیونکر مشہور ہوگیا جو مستند ٹھہرا لیا گیا ہے

پیدا کیے ہین خواہ ہم اون کو مدح سے تعبیر کرین یا ذم سے بیکار و عبث نہین ہین۔ بلکہ ہر ایک صفت برسر کار و مخصوص بحکمت و ضرورت خاص رکھی گئی ہے۔ جس سے قدرتی مقصود یہ ہے کہ اوس سے وہی کام لیا جاے جس کے لیئے وہ موضوع ہوئی ہے۔ مثلاً غصّہ و غضب وغیرہ وغیرہ جو بظاہر صفات ذمیمہ انسانیہ اور شر سے تعبیر کیئے جاتے ہین کیون اور کس وجہ سے ہے۔ اس کی وجہ خاص صرف یہ ہی ہے کہ بر موقع اون کا استعمال نہین کیا جاتا اور جہان اون کے وضع کا محل ہے وہین رکھے نہین جاتے اور اسی وجہ سے جب کبھی اون کی وضع مین افراط و تفریط واقع ہوتی ہے تو ہم اون کو ذم سے تعبیر کرتے ہین۔ اور جب ہم اون کو برمحل استعمال کرتے ہین تو مدح سے منسوب کرتے ہین جیسا کہ نفس حریص شوم پر قہر و غصّہ کرنا بہت ہی محمود و برمحل تصور کیا جاتا ہے نہ مذموم و بےمحل۔ اور علیٰ ہذا بغض للہ محمود متصور ہے نہ مذموم جب یہ حالت ہے تو ہم مجموعی صفات انسانیہ مین جو مدح و ذم کا امتیاز کرتے ہین اور انسانی جذبات و فطری ملکات کو اپنے تمدنی و اخلاقی تعلقات کے موافق یا مخالف خیال کرتے ہین صرف محل موضوع و غیر موضوع کی وجہ سے نہ بوجہ دیگر۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ جملہ صفات انسانیہ کا خالق حضرت حکیم مطلق جلت عظمتہ ہے اور حکیم مطلق کا کوئی فعل معاذ اللہ عبث و بیکار نہین ہو سکتا۔ تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً اور خود اللہ جلشانہ[۱] قرآن مکرم مین ارشاد فرماتا ہے

---

[۱] قہر و جبر صفات جلالیہ ہین اور رحم و حلم صفات جمالیہ اور انسان ان دونون کا مظہر ہے لہذا انسان سے ہر دو صفات متضادہ و متخالفہ کے احکام و آثار وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہتے ہین۔

افحسبتم انما خلقناکم عبثاً وانکم الینا لا ترجعون اور جب انسان عبث نہین پیدا کیا گیا تو اوس کے صفات وملکات بھی مجموعاً خواہ ہم اون کو فاضلہ[1] سے تعبیر کرین یا ردّیہ سے بنص صریح عبث وباطل نہین ہو سکتے - اور اسی بنا پر ہمارا مضبوط عقیدہ ہے

[1] ملکہ اوس قوت کا نام ہے جو حصول شئے کے متعلق ذہن مین پیدا ہوتی ہے یا یون کہا جاے کہ کسی کام کے کرنے کی قدرت جو طبیعت مین متمکن ہے اوس کا نام ملکہ ہے اب یہان سے کسی قدر اون ملکات کی صراحت اور اون کا جواز استعمال بھی برموقع بتایا جاتا ہے جن کو ردیہ سے تعبیر کرتے ہین بشرطیکہ خیریت نیت کے ساتھ ہو اور جو کوئی اون ملکات سے بخیریت نیت مصداق انما الاعمال بالنیات برموقع حصّہ لے گا البتہ بلحاظ ظہور نتایج خیر وہ جملہ جذبات ملکات فاضلہ کی حد مین داخل ہو کر اوس کے عامل کو ثواب عظیم پہونچا سکین گے خیریت نیت کے یہ معنی ہین کہ بال برابر اوس مین نفس امارہ کا دخل نہو مین اس کی تقسیم کے لئے بعض ملکات کی صراحت حسب ذیل بیان کرنا چاہتا ہون - اور اس کے ضمن مین جو نکات وغوامض اون مین رکھے ہوئے ہین اون کو بھی بصراحت بیان کرون گا - واضح ہو کہ حسد منجملہ ملکات انسانیہ ایک ملکہ ہے جس کی دو جہتین ہین اور ایک دوسرے سے بلحاظ ظہور نتایج متغایر ومتغائر ونیز ان دونون جہتون مین ایک کا رجحان اعلیٰ کی طرف ہے اور دوسری کا میلان اسفل کی جانب جو جہت اعلیٰ سے تعلق رکھتی ہے وہ روحی فعل کا نتیجہ ہے جو خطرۂ رحمانی سے معبّر ہے اور جو اسفل سے متعلق ہے وہ نفس کا فعل ہے جو خطرۂ نفسانی و وسوسۂ شیطانی سے منسوب ہے - جہت اعلیٰ مین توفیق خیر وہدایت اللہ کا دخل ہے اور جہت اسفل مین نفس امارہ کا پورا اثر - اس کے بعد آپ معلوم فرمائین کہ حسد کی دو قسمین ہین - ایک حسد حقیقی اور دوسرا حسد غیر حقیقی - جو حسد حقیقی ہے اوس مین زوال نعمت کی بالطبع خواہش وتمنا موجود ہے جو مذموم محض ہے جسکی قطعی ممانعت کی گئی ہے اور ایسا حسد جہت اسفل سے متعلق ہے اور اس مین بھی کچھ شبہہ نہین کہ حسد حقیقی انسان کی نیکیون کو برباد کر دیتا ہے اور ایسا حاسد خلق خدا کے نزدیک ذلیل وخوار رہتا ہے - چنانچہ اسی حسد حقیقی کی نسبت حدیث شریف مین بجید مذمت واقع ہوئی ہے یعنی آپ کا ارشاد ہے کہ الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب یعنی آتش حسد خرمن حسنات کو جلا دیتی ہے جیسا کہ آتش ہیزم کو

کہ خیر و شر منجانب اللہ ہین اور اون کا امتیاز ہمین اون کے محل موضوع و غیر موضوع سے حاصل ہوتا ہے کہ فلان موقع و محل مین اوس نے یہ کیفیت ظاہر کی اور فلان محل مین اوس صفت نے یہ صورت پیدا کی جب ہم اپنے جذبات و ملکات سے بپابندی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ١٥) پیدا ہوتی ہے اور حسد غیر حقیقی جس کی جہت اعلی ہے بالکل اون برائیون سے معرا و مبرا ہے جو حسد حقیقی مین پیدا ہین یعنی اس جہت اعلی مین زوال نعمت کا مادہ بالطبع موجود نہین ہے مثلاً کوئی شخص اسباب کی خواہش و تمنا کرے کہ فلان نعمت و فراغت جو فلان شخص کو حاصل ہے اوسی طرح مجھے بھی ملے تا اپنی معاشرت مین بقدر کفاف مدد حاصل ہو تو یہ تمنا جو بے خواہش زوال نعمت ہے جائز و محمود ہے اور اہل حدیث نے اس کو غبطہ سے تعبیر کیا ہے یعنی رشک سے مراد لی ہے اور اوس کی حرص کو منافسہ سے موسوم فرمایا ہے۔ چنانچہ اس بیان کی تائید مین ایک دوسری حدیث شریف وارد ہو چکی ہے جو ذیل مین بیان کی جاتی ہے یعنی لاحسد الا فی اثنتین رجل اٰتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق و رجل اٰتاہ الحکمۃ فھو یقضی بھا و یعلمھا پس اس سے معلوم ہوا کہ جس حسد مین نفس امارہ کا دخل ہے وہ جائز نہین ہے اور جس مین نفس امارہ کا دخل نہین ہے وہ جائز ہے لیکن ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض موقعون مین بخیر نیت حسن ارادت حسد حقیقی بھی جائز و درست ہو جاتا ہے مثلاً اعداء کسی کو کوئی نعمت و فراغت دنیاوی ہو اور منعم اوس نعمت کو کفر و شرک و معاصی اللہ کا مین صرف کرتا ہے تو اوس کی نسبت حسد حقیقی کا چاہنا بھی درست ہے اور مستثنی کیا گیا ہے (غبطہ) ہے اور یہ محمود و مقصود ہے نہ مذموم وجہ یہ ہے کہ زوال نعمت اوس شخص کی چاہنے سے درحقیقت کفر و شرک و معاصی اللہ کا استیصال مقصود ہے نہ نفس نعمت کا زوال۔ پس اس صورت مین دونون حدیثون مین معاذ اللہ کوئی تعارض بھی پیدا نہین ہے حدیث اول حسد حقیقی کی مذمت مین واقع ہوئی ہے اور حدیث دوم حسد غیر حقیقی کی تعریف مین اب ملاحظہ فرمائیے کہ ایک ہی ملکہ کہین ملکہ فاضلہ کا نتیجہ پیدا کرتا ہے اور کہین اوس سے ملکہ ردیہ کا ثمرہ متنازع ہو ارباب بصیرت و فکرت ہین اس موقع مین وضع الشئی فی موضعہ و وضع الشئی فی غیر موضعہ کے معنی کو خوب سمجھ سکتے ہین اگر یہ ملکہ ہم مین نہ ہوتا تو کیونکر ہم اوس سے وضع الشئی فی موضعہ مین کام لے سکتے اب مین دوسرے ملکہ کی طرف متوجہ ہوتا ہون واضح ہو کہ (بغض) بھی ایک ملکہ ہے جس کو ردیہ سے تعبیر کرتے ہین اس کی بھی دو جہتین ہین جس طرح

وضع الشئ فی موضعه کام لین گے تو ہمارا فعل خیر کے ساتھ منسوب ہوگا اور جب ہم
اون سے وضع الشئ فی غیر موضعه مین کام لین گے تو ہمارا فعل شر سے تعبیر کیا جائے گا
یہ عجیب باریک نکتہ ہے ملاحظہ فرمایا جائے۔ کہ نفس عبادت جو محض ایک فعل مجرد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶) اوپر بیان کی گئین چنانچہ اسی بناپر فرمایا گیا ہے والحب فی اللہ والبغض فی اللہ
من الایمان یعنی اللہ کی راہ مین دوستی رکھنا اور اللہ کی راہ مین دشمنی رکھنا دونون ایمان مین داخل ہین اور ایمان
کی نشانیان ہین اور یہ دونون امر خطرات رحمانی سے متعلق ہین۔ اور اسی طرح اپنی جائز ومشروع حاجتون کے اجرا
واستیفا مین کوئی مانع ومزاحم ہوتا ہے تو اوس کو غصہ سے دفع کرنا درست ہے اور ایسے معترض ومزاحم پر غصہ کرنا محمود
متصور ہے نہ مذموم۔ اللہ جل شانہ نے انسان مین جو غصہ پیدا کیا ہے بے وجہ نہین ہے کیونکہ غصہ ایک
ہتیار ہے جس سے امور دینی اور دنیاوی کی حفاظت وصیانت پورے طور پر ہو سکتی ہے بشرطیکہ نفس امارہ کا اوس مین
دخل نہ ہو اور اعتدال سے کام لیا جائے جو جہتہ اعلے سے متعلق ہے۔ حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام
بھی غصہ فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ کا ارشاد سراسر رشاد یہ ہے کہ اغضب کما یغضب البشر یعنی مین
غصہ کرتا ہون جس طرح کہ آدمی غصہ کرتے ہین اور ساتھ ہی اوس کے آپ کا یہ ارشاد ہے کہ قسم ہے اوس خدا
کی جس نے مجھے رسول برحق کر کے خلق کی طرف بھیجا ہے اگر مین غصہ بھی ہوتا ہون تو سوائے حق بات کے
میری زبان سے کچھ نہین نکلتا یاد رہے کہ غصہ آپ پر غالب نہین تھا بلکہ مغلوب محض تھا ماشاء اللہ وضع الشئ
فی موضعه کا بھی کیا عمدہ نتیجہ ملتا ہے۔ اگر یہ ملکہ ہم مین نہ ہوتا تو کیونکر ہم اوس سے برموقع کام لے سکتے۔
اب مین تیسرے ملکہ کی صراحت کرنا چاہتا ہون (جھوٹ) بھی ایک ملکہ ہے ملکات انسانیہ سے جس کی
مذمت بیحد الی ہے اس کی بھی دو جہتین ہین اور اسی بناپر بعض خاص حالتون مین جھوٹ بولنا مصلحۃ بروئے
حکمت ایمانی درست ہے چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے تین مقام مین جھوٹ بولنے کی
اجازت دی ہے ایک لڑائی مین کہ اپنے ارادہ سے دشمن کو آگاہ نہ کرایا جائے کہ الحرب خدعة
واقع ہے۔ دوسرا اگر دو مسلمانون مین صلح کرانا چاہین تو ایک دوسرے کی طرف سے نیک بات نہ کہے اگرچہ اون

ہے جب تک کہ ہم اوس کو کسی خاص محل سے متعلق نہ کرین اوس کے ممدوح یا مذموم ہونے پر گمان تک نہین کر سکتے اِس کی صراحت یہ ہے کہ اگر عبادت بت کے واسطے کی جاتی ہے تو اوسے ذم سے نسبت دیتے ہین اور اگر خدا کے لئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) دونون سنے نہ گئی ہو جس سے مقصود جھوٹ بولنا نہین ہے بلکہ اون دونون کی کدورت و عداوت قلبی کو دور کر کے دونون کو ملا دینا مطلوب ہے تیسرا وہ مقام ہے کہ جو شخص دو جورو ین رکھتا ہو ہر ایک سے اِس بات کے کہنے کا مجاز ہے کہ مین تجھہی کو زیادہ چاہتا ہون تا دونون مین کوئی رنج پیدا نہو جس سے مقصود یہ ہے کہ اوس کی معاشرت تنگ نہو اور جو توجہ اوس کی الی اللہ ہے اوس مین کوئی تصور و خلل واقع نہو اور اِس کے علاوہ خاص خاص حالتون اور موقعون مین بھی جھوٹ بولنا درست ہے بشرطیکہ اغراض نفسانی و مقاصد شہوانی اوس سے متعلق نہون حضرت سعدی اِسی بنا پر فرماتے ہین کہ دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔ اور الحق ایسا ہی ہے کہ ہر ایک موقع مین حکمت ایمانی کا بڑا دخل ہے باوصف اِس کے کہ مصلحتہً بر رسے حکمت ایمانی بعض بعض خاص موقعون مین انسان جھوٹ بولنے کا مجاز گردانا گیا ہے لیکن ضرور ہے کہ دل مین اوس سے کارہ رہے تا اوس کا برا اثر دل کو خراب نہ کرے اور ایسے مقام مین جھوٹ نہ بولین جس مین ایک ذیحق کا کتمان حق ہوتا ہو اور اس کو نقصان پہونچتا ہو اور ایسا فعل اُس ملکہ کی جہت اسفل کا نتیجہ پیدا کرے گا جو نفس امارہ سے متعلق ہے اِس کے استعمال کے لئے وہی خاص خاص مواقع ہین جس کی صراحت کسی قدر اوپر کی گئی ہے۔ اب مین چوتھے ملکہ کی طرف متوجہ ہوتا ہون (تکبر) ایک ملکہ ہے ملکات انسانیہ سے۔ اِس کی بھی دو جہتین ہین جس طرح کہ اِس کی مذمت آئی ہے ظاہر ہے مگر حدیث شریف مین آیا ہے التکبر مع المتکبر صدقۃ یعنی تکبر کرنا تکبر کرنے والا کے ساتھ صدقہ ہے اس تکبر کرنے سے بمقابلہ متکبر مقصود یہ ہے کہ متکبر کا غرور ٹوٹے اور بندگان خدا سے پھر کبھی وہ تکبر نہ کرے اور اون کو بے وقعتی و ذلت کی نگاہ سے نہ دیکھے اور سوا اس موقع و محل کے کسی دوسرے موقع مین تکبر کرنا جائز نہین ہے۔ نہ جہت اسفل مین داخل ہو جائے گا جو مذموم محض ہے۔ مگر کفار سے تکبر کرنا بھی جائز ہے اب مین

کی جاتی ہے تو اوسے مدح سے منسوب کرتے ہین ایک ہی فعل ہے جو بلحاظ موضوعیت
وغیر موضوعیت محل جو اوس کا منتسب الیہ ہے مدح و ذم کا نتیجہ پیدا کرتا ہے اور اوس وقت
ہر ایک کے حدود بھی جداگانہ قائم ہو جاتی ہین۔ یعنی ایک کا عامل مثاب اور دوسرے کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸) پانچوین ملکہ کی صراحت کرتا ہون واضح ہو کہ (حرص) بھی ایک ملکہ ہے اس کی بھی دو جہتین
ہین مگر نیک کامون مین حرص کرنا درست ہے چنانچہ اللہ جلشانہ قرآن مکرم مین (حضور اقدس رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی رفیع شان مین) ارشاد فرماتا ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم
حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم کہانتک ان ملکات انسانیہ کی کیفیت بیان کی جائے یہی حال
ہے کل ملکات کا۔ الغرض اس بیان سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی ملکہ خلقت انسانی مین بے کار و بے ضرورت
نہین رکہا گیا ہے اور نہ ہم کسی ملکہ کو تاوقتیکہ اوس کے محل وضع سے کسی ایک نتیجہ کو معلوم نہ کر لین اوسے
رویہ سے تعبیر کر سکتے ہین اور نہ فاضلہ سے ایک اور باریک نکتہ سماعت فرمائیے کہ جن کو ہم ملکات فاضلہ سے
تعبیر کرتے ہین جب بر موقع ان کا استعمال نہین کیا جاتا ہے تو وہ بھی نتایج ملکات رویہ پیدا کرتے ہین مثلاً
جود و سخا جو ایک ملکہ فاضلہ ہے اگر کوئی شخص خالصاً لوجہ اللہ اوسے استعمال نہ کرے بلکہ اپنی نام آوری کا خیال
اوس سے وابستہ ہو تو مذموم ہے نہ مذموم محض کیونکہ بوجہ امضائے حاجت ایک شخص
کے اوس کا فعل خیر کے ساتھ ہی تعبیر کیا جائے گا لیکن اوس پایہ سے نیچے گرا ہوا ہوگا جو خالصاً لوجہ اللہ کے
خیر و برکات اوس سے حاصل ہو سکتی ہین ملاحظہ ہو کہ شجاعت جو ایک شریف ملکہ انسان مین ہے لیکن جب نفس امارہ
کا اوس مین دخل ہوتا ہے تو وہ بھی برا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ ایک مرتبہ سیدنا حضرت علی علیہ السلام نے ایک
پہلوان گبر کو زمین پر پچھاڑا اور چاہتے تھے کہ خالصاً لوجہ اللہ تلوار اوس کے گلے پر رکھ دین اوس کافر نے آپ
کے روے مبارک پر تھوک دیا جس سے آپ کے نفس کو تھوڑی جنبش ہوئی فوراً آپ نے اوسے چھوڑ دیا
اور الگ ہو گئے جس کے بعد وہ مشرف اسلام سے مشرف ہو گیا حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس اللہ
سرہ العزیز نے مثنوی شریف مین اس حکایت کو نہایت تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے جسکے بعض اشعار

معذب بن جاتا ہے ۔ اسی طرح جملہ صفات متضادہ اور تاثیرات جملہ اشیاء مختلفہ کا
بھی یہی حال ہے ملاحظہ فرمایا جاوے کہ بعض صعب و مزمن امراض میں زہر ایک کے
لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے اور دوسرے کے لئے مضر و قاتل ہے بات یہ ہے کہ اوس کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹) جو بہت ہی دلچسپ ہیں ذیل میں گزارش کیے جاتے ہیں وہو ہذا

او خدو انداخت بر روے علیؑ	افتخار ہر نبی و ہر ولی
در زمان انداخت شمشیر آن علیؑ	کرد او اندر غزایش کاہلی
گفت بر من تیغ کین افراشتی	از چہ افگندی مرا بگذاشتی
اے پہلوان گفت من تیغ از پئے حق میزنم اے علی	بندۂ حقم نہ مامور تنم
شیر حقم نیستم شیر ہوا	فعل من بر دین من باشد گوا
چون خدو انداختی بر روے من	نفس جنبید و تبہ شد خوے من
نیم بہر حق شد و نیمے ہوا	شرکت اندر کار حق نبود روا
گبر این بشنید و نورے شد پدید	در دل او تا کہ زنارے برید
گفت من تخم جفاے کاشتم	من ترا نوع دگر پنداشتم
من غلام آن چراغ چشم جو	کہ چراغت روشنی پذیرفت ازو
عرضہ کن بر من شہادت را کہ من	مر ترا دیدم سرافراز زمن

پس معلوم ہوا کہ نفس امارہ کو کل ملکات میں دخل ہے جب ہم ہر ایک ملکہ سے بر موقع کام لیں گے تو البتہ
وہ ملکہ ملکۂ فاضلہ ہی سے تعبیر کیا جاوے گا ورنہ رذیہ سے ساری خرابیاں وضع الشی فی موضعہ کی عدم پابندی
سے ہمارے ملکات میں پیدا ہوتی ہیں ولاغیر پس نسیان کو بھی ایسا ہی خیال کرنا چاہیے فافہم منہ

وضع کا محل ٹھیک اور موضوع ہو ورنہ ضرور اوس محل سے شر پیدا ہوگا	وقس علی ھذا

الی غیر النہایۃ فی کل اشیاءٍ وافعالٍ واعمالٍ۔ عموماً شرائع اور خصوصاً ہماری

شریعت مطہرہ اسی بات کے لیئے مقرر ہوئی ہے کہ وضع الشئی فی موضعہ پر عمل کرنے کی تعلیم پورے طور پر کی جاوے اور بندگان خدا کو سیدہی اور سچی راہ کل عبادات واعتقادات واستعمالات اشیاء مین بتائی جاوے اور انہین افراط و تفریط سے روکے مین اس مضمون وضع الشئی فی موضعہ و فی غیر موضعہ کی صراحت بضمن بیان اخلاق اسی رسالہ مین آیندہ چل کر کچھہ بیان کرونگا انشاء اللہ تعالے لیئے جسکے ملاحظہ سے ناظرین کو حظ وافر حاصل ہوگا۔ الغرض نتیجہ یہ پیدا ہوا کہ خیر و شر دو اعتبار محض ہین جن کا امتیاز محل موضوع و غیر موضوع سے حاصل ہوتا ہے اگرچہ اس کی بحث بہت طویل ہے لیکن مین بنظر تطویل اسی قدر بیان پر بیان اکتفا کرتا ہون اور رفع شبہہ ناظرین کے لیئے کافی ووافی سمجھتا ہون اور جب صورت حال یہ ہے تو ہم نسیان کو ذم کے ساتھہ ہی کیون مخصوص و معین کردین اور اوسے کیون بیکار محض بنادین بلکہ بلحاظ موقع و محل اوسے مدح و ذم دونون سے تعبیر کرنا چاہیئے

نہ ہر جاے مرکب توان تاختن	کہ جاہا سپر باید انداختن

پس نفس نسیان کو تاوقتیکہ ہم اولاً اوس کے محل وضع سے کسی ایک نتیجہ کو معلوم نہ کرلین اوسے مدح سے منسوب کرسکتے ہین اور نہ ذم سے اس کافی تشفی کے بعد مین عرض کرتا ہون کہ آیندہ چل کر جس محل مین مینے نسیان کو بتایا ہے اور اوس کی بحث

کچھہ تعریف بہی کی ہے اور وہ دائرہ ذم سے نکل کر کس درجہ کے حصن حصین مدح مین پناہ لیا ہے اگر بغور ملاحظہ فرمایا جاوے گا تو میرے بیان کی پوری تصدیق ہوگی اور ہر عقل سلیم اوسے رد نہ کرے گی ہر ذی ہوش انسان کو ضرور ہے کہ جو آثار اوس کے نفس پر مترتب ہوتے ہین اون کے مبادی و مقدمات کو ڈہونڈہے اور پہر غور کرے کہ یہ آثار و احکام جو اوس پر ظاہر ہوتے جاتے ہین کس لئیے اور اس سے قدرتی تعلیم و ہدایت کیا ہو رہی ہے اور جملہ جذبات و ملکات انسانیہ حضرت انسان کی توجہ کو کس طرف معطوف کرانا چاہتے ہین چونکہ انسان مجموعاً ایک کرشمۂ قدرتی اور لطیفۂ ربانی واقع ہوا ہے ۔ لہذا انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے جذبات و ملکات سے ہمیشہ وضع الشی علے محلہ سے حصہ لیتا جاوے اوسے اپنے روحی کمالات کی ترقی کے لیئے اپنے وجود سے باہر قدم رکھنے کی کوئی ضرورت ہی نہین ہے ۔ اوس کی ہئیت اجتماعی جو تمامی ملکات و جذبات سے مملو ہے اوس کے گہومنے اور سفر کرنے اور گوہر حقایق و معارف کو پانے کے لئے کافی ہے ۔ بشرطیکہ وہ اس طرف توجہ کرے اور تدبر و تفکر کو کام مین لاوے ۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے **مصرعہ** از خود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی +

انسان اپنی صفات و جذبات و ملکات سے صفات کمالیہ ذات حضرت واجب الوجود تعالے لشانہ کو بہی پہچان سکتا ہے چنانچہ خود اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہے وفی انفسکم افلا تبصرون ہمارے نفوس مین جو نشانیان اوس کی معرفت کی ودیعۃً رکہی ہوئی ہین ہمین اپنے روحی کمالات کے وسیع میدان مین قدم رکہنے کے لیئے کافی ہین

اور اون آیات بینّات کے ذریعہ سے ہم اپنی ترقیات کے وسیع دائرہ کی بہت دور تک سیر کر سکتے ہین فافہم واعمل۔

اب مین نسیان کی تعریف مین تھوڑی بحث کرنا چاہتا ہون تا معلوم ہو سکے کہ وہ کیا چیز ہے اور کس کیفیت وحالت کا نام ہے۔ ارباب خبرت پر مخفی نہ ہے کہ نسیان سے مراد ذہول نفس ہے خواہ ذہول نفس عن الحق ہو یا عن الخلق اگر ذہول نفس عن الخلق ورجوع نفس الی الحق ہے تو اوسے نسیان محمود سے تعبیر کرین گے جس کا نتیجہ حصول انوار جمال وجلال ہے اور اگر ذہول نفس عن الحق ورجوع نفس الی الخلق ہے تو اوسے نسیان مذموم سے منسوب کرین گے جس کا نتیجہ کفر وضلال ونکال ووبال ہے۔ اور یہ قاعدۂ کُلّیہ ہے کہ جب ایک جانب نفس کو ذہول ہوتا ہے تو دوسری جانب اوس کی توجہ خواہ نخواہ معطوف ہو جاتی ہے۔ اِس کی مثالین صد ہا ہین اور اِس کے متعلق جو آثار کہ ہم پر مترتب ہوتے جاتے ہین اوس سے ہمین اس کا پتہ ملتا ہے یعنی جو کیفیات وحالات متواردہ نفس ہین جب ہم اپنی قوت مدرکۂ ممیّزہ سے کام لے کر دیکھتے ہین تو برابر ہمین اون کا احساس ومعاینہ بھی ہوتا جاتا ہے یہان پر ایک اور دقیقہ نازک یہ ہے کہ جس کا نام ہم نسیان رکھے ہین در حقیقت وہ عین اُنس ہی ہے جس کو ایک خاص محل وموقع مین لباس نسیان پہنایا گیا ہے

گم نشد سر رشتۂ وحدت زجوش اختلاف	کثرت نقش قدم پنہان نسازد جادہ را

الغرض جب مونس کو صرف خلق سے ہی تعلق ہے اور خالق کو بھولا ہوا ہے تو اوسے

ناسی اللہ کہین گے حالانکہ جس نے اوسے خلق کی طرف رجوع کیا ہے وہ عین انس ہی ہے مگر مذموم جس کو بمقابلہ انس حق نسیان مذموم سے تعبیر کرین گے۔ اگر سوانس کو صرف حق سے ہی انس ہے اور خلق سے نسیان تو اوسے محبت اللہ کہین گے اور اوس نسیان خلق کو جو فی الحقیقت عین انس حق کی کیفیت و حالت ہے نسیان محمود سے تعبیر کرین گے۔ یہ عجیب و غریب الٹ پھیر ہے۔ ایک اور لطیف نکتہ سماعت فرمایئے کہ جب انس کو بھی درجہ الکمال غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ اپنے مرکز اصلی پر بلا کمیت و کیفیت جا کر ٹھہر جاتا ہے اور یہ ایک خاص حالت نفس انسان کی ہے اور اعلی مرتبہ محبت یا محبوب سے متعلق جس کے بعد اس مرتبہ مین نہ انس کا ہی حکم لگایا جا سکتا ہے اور نہ نسیان کا بلکہ یہ دونون اعتبار وہان ساقط ہو جاتے ہین۔ الغرض انس و نسیان ایک دوسرے مین مندرج و مندمج ہین۔ واضح ہو کہ جس قدر عوالم کا ظہور رہوا ہے اور اون کی شعبدہ بازیان اور جلوہ آرائیان ہمین دکھائی دے رہی ہین اون سب کا سرچشمہ و مبدا و منتہا صرف حب ہی ہے اور اوسی کی یہ سب کارسازیان اور کرتب ہین ؎

در ازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد	عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد

لَوْلَا الْحُبُّ مَا ظَهَرَ مَا ظَهَرَ فَمِنَ الْحُبِّ ظَهَرَ وَبِالْحُبِّ ظَهَرَ وَالْحُبُّ سَارٍ

فِيهِ بَلْ هُوَ الْحُبُّ كُلُّهُ

پس اس سے ثابت ہوا کہ ایک ہی صفت انس ہے جو اپنے مراتب مستحسنہ و مستقبحہ مین بحسب مواقع و محال کہین نسیان محمود اور کہین نسیان مذموم سے موسوم ہوتی جاتی ہے چونکہ یہ مسئلہ نہایت دقیق واقع ہوا ہے لہذا اس کا

اور صاف کرنا نہایت ضروری معلوم ہوا۔ تاکوئی شبہہ باقی نہ رہے۔ تحقیقی نہفتہ کہ
نفس انسان کی دو حالتیں ہیں۔ ایک ذہول نفس کی اور دوسری وجدان نفس کی۔
جب ہم عقلاً و نقلاً اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ نفس انسان جملہ ملکات و جذبات
کا منظہر تام ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر ایک جذبہ و ملکہ کا ظہور بوقت واحد اوس وقت تک
نہیں ہو سکتا کہ جب تک توجہ نفس تھوڑی دیر کے لئے ایک سے منقطع اور دوسرے
کی طرف منعطف نہ ہو۔ پس نفس کو جس حالت کے ساتھ قطع تعلق ہوتا ہے
اوسی قطع تعلق کا نام ذہول نفس ہے اور اوس کے بعد جس طرف نفس کی توجہ
معطوف ہوتی ہے اوس کا نام وجدان نفس ہے۔ پس نفس کی توجہ جس طرف
سے اوٹھ جائے گی اوسے صفت نسیان سے اور جس طرف معطوف ہوگی اوسے
صفت اُنس سے تعبیر کرینگے حالانکہ جس نفس کو حالت اولیہ سے پھیر کر حالت
ثانویہ کی طرف مائل و رجوع کیا ہے وہ عین انس ہی ہے۔ اس سے نتیجہ یہ پیدا
ہوا کہ انبعاث و احداث نسیان کا باعث و موجب انس ہی ہے یعنی انس ہی سے
نسیان حاصل ہوا ہے اور نسیان اُنس ہی کا ایک پرتو ہے پس اس صورت میں صفت
انس حقیقی اور صفت نسیان اعتباری و عارضی قرار پائی جو نسبت اصل و فرع میں پیدا ہے
اوسی کے قریب قریب ان دونوں صفتوں میں بھی ایک باریک امتیاز ہے۔ تعلقات
کثیرہ سے جو نفس انسان کو ایک مرتبہ خاص میں نسیان محض ہو جاتا ہے اور ایک ہی
جانب اوسکی توجہ معطوف ہوتی ہے درحقیقت وہ غلبۂ اُنس کا نتیجہ ہے۔ الغرض

یہ دونوں ایسی خاص حالتیں ہیں کہ عند النظر و العقل معلوم ہوسکتی ہیں۔
واضح ہو کہ شدت اُنس شدت نسیان کو پیدا کردیتی ہے اور شدت نسیان شدت
انس کو اس کا ثبوت خود حکایت ذیل سے ملتا ہے کہ جب مجنون سے پوچھا گیا کہ
لیلیٰ کہاں ہے اوس نے جواب دیا کہ انا لیلیٰ۔ بات کیا تھی کہ غلبۂ اُنس لیلیٰ سے
نفس مجنون کو صورت خارجیہ لیلیٰ سے ذہول محض ہوگیا تھا اور باطن مجنون نے بوجہہ
استیلاء اُنس لیلیٰ رنگ لیلیٰ پکڑ لیا تھا یہ عجیب کیفیت و حالت وجدانیہ ہے کہ ایک
جانب سے تو نفس مجنون کو صورت خارجیہ لیلیٰ سے ذہول محض اور دوسری جانب سے
حقیقت لیلیٰ کا وجدان بات کیا ہوئی کہ عشق لیلیٰ نے مجنون کو فنا کرکے لیلیٰ کو اوس کی
جگہ بٹھا دیا تھا یہ وہ فنا ہے علمی ہے کہ عاشق علماً فانی اور معشوق باقی۔ یعنی یہ وہ پر زور
تصور ہے کہ پیکر مادی بھی اوس سے متاثر ہوکر رنگ وحدت حقیقی چڑھا دیتا ہے
جس کے بعد عاشق و معشوق ایک دوسرے کا آئینہ بنکر وحدت حقیقی کے مزے
اوڑاتے ہیں اور اپنے آپ میں ایک دوسرے کا مشاہدہ حقیقی طور پر کرتے جاتے
ہیں اور یہ اوسی وحدت حقیقی کا اثر ہے جسکی ہستی سادہ پر ہزارہا صور عالم جلوہ گر ہیں سبحان
اللہ یہ عجیب بھید اور عجب قدرتی کرشمہ ہے کہ بات اور اک کو اس موقع پر لغزش ہوتی
ہے۔ الغرض نتیجہ یہ پیدا ہوا کہ جہاں شدت نسیان ہوگی وہاں شدت انس بھی پیدا
رہے گی۔ اگر ان کیفیات متواردہ نفس کے لحاظ سے ایک دوسرے کا عین قرار دیں
تو نا موزوں نہیں ہے بلکہ عین انصاف ہے جس کا کافی ثبوت مجنون کی اوس کیفیت سے

مل چکا ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا - جو حضرات اندراج الشی فی الشی کے مسئلہ سے خوب واقف ہین وہ اِس معاملہ کو بھی خوب سمجھ سکتے ہین فتامل -

اَب مین اپنی تقریر اولین کی طرف روے سخن کو پھیرتا ہون اور اُنس و نسیان کی تعریف اور اوس کے مدارج بیان کرنا چاہتا ہون -

مخفی نرہے کہ صفت اوّل یعنی اُنس کے عملی نتایج سے کل افراد انسانی کو بالاظہار و الامتیاز حِصّہ مل سکتا ہے یعنی اوس کے فیاض اثر سے کل افراد انسانی بحسب قابلیات ذوات متاثر ہو کر اوس کے مدارج استفادہ کو ظاہر مین بھی امتیاز کر سکتے ہین اور دوم یعنی نسیان سے جس کی تکمیل کا قرعہ بنام انسان کامل ڈالا گیا ہے بالاخفار و بلا امتیاز کل افراد عالم کو اوس کے روحی فیضان سے حِصّہ مل سکتا ہے - یعنی اگر یہی انسان درجہ انسان کامل کو پہنچنے کے بعد بحیثیت ایزدی کسی معنوی خدمت پر مامور ہوتا ہے تو تنظیم تکوّنات و موجودات کے چرخ کا شایستہ محور بھی بن جاتا ہے جس طرح کہ سنت اللہ جاری ہے یعنی ہر بلاد و امصار مین ایک ایک قطب وقت ہوتا ہے اور ہر زمانہ مین ایک قطب الاقطاب مقرر فرمایا جاتا ہے اور فیضان ربوبیت بواسطہ قطب الاقطاب کل اقطاب زمانہ پر منقسم ہوتا ہے اور وہ فیض منقسمہ بذریعہ قلوب اقطاب تمامی اقصاے عالم مین پھیلتا جاتا ہے اور کل افراد عالم اوس سے معنا مستفیض ہو کر ظاہر مین بھی اپنی دلفریب جلوہ آرائیون کا خوبصورت نقشہ اور جوبن دکھاتی جاتے ہین عقل سلیم بھی بتصدیق نظیر و تمثیل قانون ظاہری دنیاوی اسبات کو تسلیم کرتی ہے اور

ہمیں یقین دلاتی ہے کہ کسی معنوی قانون کا برزور حکم بھی بوساطت افراد کاملہ عالم ایجاد میں
ضرور جاری ہے - اور اسی بنا پر نظم عالم کا پہیہ ایک صحیح اصول پر برابر پھرتا جاتا ہے
اور اس معنوی قانون کی شمع کی تیز شعاعوں کا اثر عالم کی تاریکی کو دور کرتا ہی جاتا ہے جسکے فیض
اثر سے افراد نوع انسانی بھی اپنے امور تمدن وغیرہ میں کامیابی حاصل کرتے اور اپنی گمشدہ دولت فکر و نظر کو پاکر گوہر مقصود سے اپنے
دامن تمنا کو بھرتے ہی جاتے ہیں - الحاصل یہ مرتبہ منتہا سے مرتبہ تکمیل مراتب حضرت انسان
ہے اور یہ ایسا خاص و بلند درجہ ہے کہ حامل امانت الٰہیہ ہے - جس کی نسبت ہماری
آسمانی مقدس کتاب میں نہایت بلاغت کے ساتھ ارشاد و صراحت فرمائی گئی ہے -

یعنی انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان
یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا جناب

عارف باللہ و اصل حق آگاہ حضرت خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت خوبصورتی سے
بہت ہی موثر و دلکش الفاظ میں اس آیہ شریفہ کے مضمون مبارک کو ایک شعر میں ادا
فرمایا ہے یعنی شعر

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند	آسمان بار امانت نتوانست کشید

لفظ دیوانہ جو شعر میں استعمال فرمایا گیا ہے جس کا اشارہ مرتبہ نسیان انسان کی طرف
ہے خوب ہی مزا دیتا ہے - جس کی صراحت بضمن تعریف مرتبہ نسیان آیندہ کی جاے گی
الغرض امانت سے مراد عشق حضرت واجب الوجود تعالیٰ شانہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب
حضرت انسان پر عشق مستولی ہوتا ہے تو وہ اسے تصور معشوق کے دوسرا کوئی تصور باقی

سنین رہتا بلکہ تمامی تصورات وتخیلات ونیز کل مشاہدات ومرئیات غیر حق محجوب بطاق نسیان
مین رکھے رہتے ہین دل ودماغ مین ایک ہی تصور معشوق بند ہا رہتا ہے باوصف
اس کے کہ عاشق تمامی بسائط عالم اور اقطاع زمانہ مین گھومتا ہے اور اسمار وصفات
باری تعالےٰ کی نیرنگیون اور شعبدہ بازیون کو ملاحظہ بھی کرتا جاتا ہے لیکن کوئی تعلق
خاص کسی شے سے پیدا نہین کرسکتا اور نہ ایسا تعلق پیدا کرنے پر وہ قادر ہوسکتا ہے
کیونکہ غلبۂ عشق مین تمامی تعلقات خارجیہ جو ماسوی المعشوق ہین بالکل مستہلک ومضمحل
ہوجایا کرتے ہین اور جب قلب عاشق پر جذبۂ عشق معشوق محیط ہوتا ہے تو سوا اپنے
اپنی جنس کے کسی دوسری جنس کو جگہ ہی نہین دے سکتا۔ اگر کوئی شے اوس سے
تعلق بھی پیدا کرنا چاہے ہے تو غلبۂ عشق فوراً اوسے قطع کردیتا ہے بمنزلہ اوس صاف و
شفاف چشمۂ آب کے کہ جب اوس مین کوئی کدورت مثل خس وخاشاک وغیرہ ڈال دی جاتی
ہے تو فوراً کنارۂ چشمۂ آب پر پھینک دی جاتی ہے یا وہ خود تہ مین بیٹھ جاتی ہے۔
یا یون کہا جائے کہ جب کوئی قوی نسبت پیدا ہوتی ہے تو بمقابل اپنے دوسری ضعیف
نسبتون کو بالکل مضمحل وبے کار کردیتی ہے نتیجہ یہ پیدا ہوا کہ عاشق فانی جو محو جمال معشوق
حقیقی رہتا ہے کبھی کسی شے سے تعلق نہین پیدا کرسکتا اور نہ کوئی شے اوس سے
علاقہ رکھ سکتی ہے اگرچہ وہ بظاہر اس کثرت اعتباری مین اپنی بنیادی زندگی بسر کرتا ہے
مگر اوس کی باطنی حالت سے ہمہ دبا ہمہ کی سی ہے اور یہ ایسی محجوب اور سنوری ہوئی حالت
ہے کہ آیندہ اوس کی روحانی خوش زندگی کی سچی نشانی تصور کی جاتی ہے جہان اوسے

ابدی چین ملنے والا ہے۔ الغرض یہ وہ نسیان ہے کہ جب اپنا حقیقی رنگ دکھاتا ہے تو جان عرفان بن جاتا ہے جس کو یون سمجھنا چاہیئے کہ نسیان عن الکثرت و وجدان فی الوحدت ہے۔ یعنی خلق سے منہ موڑ کر ذات حق مین گم ہو کر راہ پاتا ہے۔

گم کردن و یافتن بخود ہم	علمیست عظیم بلکہ اعظم

یہ وہ نسیان محمود ہے جو نردبان عروج روح و تقرب الی اللہ کا مبارک و رفیع وسیلہ ہے اگر صفت نسیان حضرت انسان مین نہوتی تو تعلقات کثرت کو بحالت غلبہ عشق ہرگز بھول نہین سکتا اور انسان کبھی عشق کے قابو مین نہین آتا۔ کیونکہ عشق حقیقی کے لیئے ذہول نفس عن ماسوی اللہ ضرور ہے جس کے بعد نفس بجذبہ و قوت محویت ہوتیہ فانی ہو کر باقی باللہ کے مرتبہ کی عزت و بزرگی حاصل کر سکتا ہے اور فضلائے عالم تجرید و تفرید مین قدم رکھ کر بے یسمع و بی یبصر و بی یمشی کا مصداق بن سکتا ہے۔ اور جو آیہ کریمہ واذکر ربک اذا نسیت نازل ہوئی ہے۔ اس بیان کی پوری موید ہے یعنی نسیان عن الحق معیوب و بے راہی ہے جس کے ترک کرنے کی شدید تاکید ہوئی ہے نہ نسیان عن الخلق[۵۱] کی۔ الحاصل یہ وہ نسیان ہے جو وصول مقامات عالیہ سیر و

---

[۵۱] ایک روایت یہ ہے کہ جناب شاہ ولایت سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے پائے مبارک مین ایک مرتبہ تیر گڑھ گیا تھا جب صحابے نے اوس کو نکالنا چاہا تو آپ کو تکلیف محسوس ہونے لگی جناب سید کائنات فخر موجودات حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت نہ نکالا جائے بلکہ علی جب وقت نماز مین مشغول ہون نکال لیا جائے چنانچہ اصحاب نے ویسا ہی کیا اور گڑھے ہوئے تیر کو سیدنا حضرت علی علیہ السلام

سلوک الی اللہ کا وسیلہ جلیلہ ہے - جو انسان کے اصلی جوہر قابلیت کو دکھاتا ہے اور پردہ نسیان ہے کہ جب اپنے اصلی مقام کو پہنچ جاتا ہے تو بالکل مراتب کثرت کو نسیاً منسیا کر دیتا ہے اور عاشق مشاہدہ جمال معشوق میں محو و مستغرق ہو جاتا ہے - چنانچہ اسی حالت وجدانیہ اور سرور و سکر سالک کے متعلق حضرت خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ اپنے مستانہ رنگ میں اشارہ فرماتے ہیں

غزل

ساقیا برخیز و در دہ جام را	خاک بر سر کن غم ایام را

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰) کے پائے مبارک سے نکال لیا اس حرکت سے سجادہ خون سے رنگین ہو گیا حضرت سیدنا علی علیہ السلام کو جنبش بھی نہ ہوئی اور سیدنا حضرت علی علیہ السلام نے بعد فراغ نماز سجادہ کے خون آلود ہونے کی وجہ دریافت فرمائی - اصحاب نے سارا قصہ بیان کیا - آخر بات کیا تھی کہ آپ کو عالم کثرت سے نسیان محض اور ذات بحت میں استغراق تامہ حاصل ہو گیا تھا - چونکہ رنج و راحت دونوں مراتب کثرت سے متعلق ہیں اور مقام استغراق و فنا سے قرب ذات بحت جملہ محسوسات سے مبرا ہے بلکہ وہ مقام مشاہدہ محض کا ہے جس کو ہمارا حسی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ ایک کیفیت خاص وراء العقل ہے جو گفتگو میں نہیں آ سکتی - لہذا آپ کو عالم کثرت کی کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی - سبحان اللہ نسیان عن الخلق کا بھی کیا بلند رتبہ ہے اور حضرت انسان کو کس مقام اعلیٰ میں لیجا کر ٹھہراتا ہے اس روایت سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ جب تک مراتب کثرت سے نسیان محض حاصل نہ ہوگا وجدان وحدت ذات محال ہے اور یہ بہت ہی باریک امتیاز ہے - عقل سلیم کی رہبری سے اس دقیق نکتہ پر نظر ڈالی جائے تو ہر عقل سلیم استدلالاً اسے تسلیم کرے گی اور اس کا وجدان حقیقی تو محض فضل ایزدی پر موقوف ہے جو بوسیلہ عشق حقیقی عاشق فانی کو حاصل ہوتا ہے فہم من فہم

ساغرِ مے بر کفم نہ تا ز سر
برکشم این دلق ازرق فام را

بادہ دردہ چند ازین باد غرور
خاک بر سر نفس نافرجام را

محرمِ رازِ دلِ شیدائے خود
کس نمے بینم ز خاص و عام را

با دلارامی مرا خاطر خوش است
کز دلم یکبارہ برد آرام را

گرچہ بدنامی است نزد عاقلان
ما نمی خواہیم ننگ و نام را

دود آہ سینۂ سوزانِ من
سوخت این افسردگان خام را

صبر کن حافظ بہ سختی روز و شب
عاقبت روزے بیابی کام را

اور اسی مقام پر اوس آیۂ شریفہ یعنی مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کے معنی بھی بخوبی مفہوم ہو سکتے ہیں ؎

دربزمِ وصال تو بہنگام تماشا
نظارہ ز جنبیدنِ مژگان گلہ دارد

جب معراج مومنین بوسیلۂ فیضان حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اس مرتبہ تک ہوتی ہے اور مومن پرتوانوار مشکوٰۃ حقیقتہ محمدی سے اپنی اصل کیطرف عروج کرتا ہی تو اوس کی سیر پوری اور اوس کا سلوک تمام ہو جاتا ہے اور یہ ایک خاص حالت ہے جو ہر وقت ایک ہی دتیرہ اور قرینہ پر نہیں رہ سکتی[1] اور اسی حالت خاص کی طرف اوس حدیث قدسی

[1] واضح ہو کہ عارف کامل و سالک مجذوب و مجذوب سالک کی ہمیشہ دو حالتیں رہتی ہیں یعنی کبھی وہ منبسط رہتا ہے اور کبھی منقبض جب وہ صفت انبساط سے متصف ہوتا ہے تو بجذب و تصرف حضرت حق اپنی سیر و سلوک کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے وقد خلقکم اطوارا کے منازل کو بحسب قابلیت فطرت و جذبۂ عشق طے کرتا جاتا ہے یعنی کہ حاصل تجلی ذاتی کے مرتبہ سے بھی سرفراز و ممتاز و مشرف ہو جاتا ہے جو منتہائے مرتبۂ فقر

کے طرف اشارہ ہے یعنی لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل یہان پر اس امر کا خیال و اعتقاد رہے کہ ہرچند کوئی سالک اس مرتبہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲) حتی کہ حامل تجلی ذاتی کے مرتبہ سے بھی سرفراز و ممتاز و مشرف ہو جاتا ہے جو منتہائے مرتبہ فقر ہے۔ اور یہ مقام سلب و ثبوت کا ہے جہان وجوب و امکان کا کوئی امتیاز نہین ہے۔ بلکہ ایک محویت تامہ ہے اور ایسا سالک عارج معارج معنوی از خود رفتہ اور ہوش باختہ رہتا ہے۔ یعنی یہ وہ مرتبہ فنا ہے جہان علم ہی مستہلک ہے۔ بلا تشبیہ تامہ جیسے پانی منجمد ہو کر برف بن جاتا ہے۔ اسی طرح سالک بالکل معطل و بیکار ہو جاتا ہے اور صرف حضرت حق کا ہی وہان ظہور رہتا ہے رایت ربانی بربی کے یہی معنی ہین یعنی عاشق معدوم و معشوق موجود ہ

آب سے موج عین مرآت است	دل سے خطرہ مظہر ذات است

اور یہی مرتبہ مرتبۂ شہود ذات بذات ہے یہان غیریت کا کوئی دخل نہین ہے۔ اسی مضمون کے متعلق بہت ہی خوش پیرایہ مین حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین

غزل

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند	وندران ظلمت شب آب حیاتم دادند
بیخود از شعشعۂ پرتو ذاتم کردند	بادہ از جام تجلی صفاتم دادند
چہ مبارک سحری بود چہ فرخندہ شبے	آن شب قدر کہ این تازہ براتم دادند
چون من از عشق رخش بیخود و حیران گشتم	خبر از واقعہ لات و مناتم دادند
من اگر کامروا گشتم و خوشدل چہ عجب	مستحق بودم و اینہا بزکاتم دادند
بعد ازین روے من و آئینۂ حسن نگار	کہ در آنجا خبر از جلوۂ ذاتم دادند
ہاتف آن روز بمن مژدۂ این دولت داد	کہ بہانہ از غمت صبر و ثباتم دادند

اور یہ بہت ہی اعلی و ارفع مقام ہے اور جب وہ صفت فیض سے متصف ہوتا ہے یعنی نزول مرتبۂ اول مصداق اس شعر کے ہ

یعنی طمع مدار وصال دوام را	در بزم دور یک دو قدح درکش و برو

تک پہونچے لیکن حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال سیر وسلوک کو ابداً
نہین پہنچ سکتا خواہ ملک مقرب ہو یا نبی مرسل ہان اس مرتبہ سے فیضان وانوار کو بقدر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳) اس عالم کثرت مین آنا بھی ہے تو یہ تعلق وتصور تجلیات معشوق حقیقی بیچ مفارقت
ومہاجرت مین تڑپتا رہتا ہے اسی مقام کے متعلق حضرت خواجہ حافظ اشارہ فرماتے ہین **غزل**

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید	کہ ز انفاس خوشش بوی کسی می آید
از غم ہجر مکن نالہ و فریاد کہ دوش	زدہ ام فالی و فریاد رسے می آید
ز آتش وادی ایمن نہ منم خرم و بس	موسی اینجا بامید قبسے می آید
ہیچکس نیست کہ در کوے تواش کاری نیست	ہر کس اینجا بامید ہوسے می آید
کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست	اینقدر ہست کہ بانگ جرسے می آید
جرعہ دہ کہ بمیخانہ ارباب کرم	ہر حریفے ز پئے ملتمسے می آید
خبر بلبل این باغ مپرسید کہ من	نالہ می شنوم کز قفسے می آید
دوست را گر سر پرسیدن بیمار غمست	گو بیا خوش کہ ہنوزش نفسے می آید
یار دارد سر صید دل حافظ یاران	شاہبازے بشکار مگسے می آید

ماشاء اللہ کیا تڑپ ادرسے جیسی سالک مجذوب کولاحق ہوتی ہے کہ از خود رفتہ ہوجاتا ہے اسی موقع پر ایک جگہ
حضرت خواجہ حافظ فرماتے ہین **شعر**

طریق عشق طریقے عجب خطرناک است	نعوذ باللہ اگر رہ بما سنے نہ بری

اور اسی مقام پر حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین۔

گہے بر طارم اعلے نشینم	گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

اور یہ عجیب معاملہ ہے کہ یہی تڑپ جو از صفت قبض ہے اوسکا ذریعہ انبساط ہوجاتی ہے یعنی منفصل ہونے پر
اوسے درجہ حضیض سے اوج عزت وکمال ذاتی پر کھینچ لیتا ہے بشرطیکہ تڑپ کامل وصادق ہو اسی بنا پر حضرت
خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

صلاحیت ظرف وجذبۂ عشق حاصل کرسکتا ہے۔ الغرض یہ درجۂ نسیان نہایت اعلیٰ درجہ کی نعمت ہے اور یہ ایک فضل خاص حضرت صمدیت ہے۔ یہ وہ نسیان ہے جو ماحصل زندگانی ہے بلکہ عین زندگی جاودانی ہے۔ یہ وہ نسیان ہے کہ عین عرفان ربّانی ہے یہ وہ لاادری ہے کہ درحقیقت عین ادری تصور کی جاتی ہے کسی کو اس مین شبہ نہین کرنا چاہیئے خواجہ حافظ فرماتے ہین ؎

غلام نرگس مست تو تاجدارانند ۔ خراب بادۂ لعل تو ہوشیارانند

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴) زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است ۔ بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روے زیبا را

الغرض انبساط و انقباض کے مراتب بھی متفاوت ہین جیسی جیسی قابلیت ظرف وصلاحیت طبیعت ہوگی سالک مجذوب ومجذوب سالک ویسی ویسی کیفیت ورنگ پیدا کرتا ہی جائے گا نتیجہ یہ پیدا ہوا کہ دونون حالتین اوس کی محمود ومتصور ہین اور ان دونون حالتون مین رشحات فیض حق سے اوسکا مزرعۂ دل اور زیادہ تر و تازگی حاصل کرتا ہی جاتا ہے اور جان تازہ حضرت حق سے ہر وقت اُس کو ملتی رہتی ہے ؎

کشتگان خنجر تسلیم را ۔ ہر زمان از غیب جانے دیگر است

چنانچہ ایک مشہور حکایت یہ ہے کہ جب یہ شعر پڑھا جاتا تھا یعنی کشتگان الخ۔ جناب عارف باللہ واصل حق آگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ مصرعۂ اول کو سنتے ہی اس درجہ تڑپتے اور آتش عشق مین بھنے جاتے تھے کہ آپ کو اس عالم کثرت سے کوئی خبر نہین رہتی تھی۔ اور آپ بے حس وحرکت ہو جاتے تھے بیخود ہو کر وصال ہو جاتا تھا جو عبارت موت اختیاری سے ہے۔ اور اوس وقت آپ پر حضرت حق کی ایک فضل خاص اور رحمت نازل ہوتی تھی اور جب دوسرا مصرعہ پڑھا جاتا تھا تو آپ پھر اس عالم مین تشریف لاتے تھے یعنی زندہ ہو جاتے تھے موتوا قبل ان تموتوا کا مضمون ہر وقت صادق آتا تھا اور اوہی حالت مین آپ کو یک مرتبہ ایسا شدید جذبہ ہوا کہ آپ کا وصال حقیقی ہو گیا ماشاء اللہ ان حضرات عاشقین صادقین کے مقامات عروجی ونزولی دونون مبارک ومحمود ومتصور ہین ان مقامات عالیہ کا حال کیا کوئی بیان کرسکتا ہے فضل یزدانی ہو تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہین۔ خدا نصیب کرے منہ

جس کی صراحت بھی آیندہ کسی قدر کی جاے گی۔ بالجملہ آیۂ شریفہ مین جو دل آویز الفاظ ظلوم و جہول نسبت حضرت انسان بیان فرمائے گئے ہین۔ اسی مرتبۂ نسیان انسان کی طرف اشارہ ہے جو غایت تعریف حضرت انسان سے مقصود ہے نہ کہ اوس کی منقصت و مذلت و کوتاہ اندیشی پر مستدل و مستنبط۔ کیونکہ محل حمل امانت نہایت وسیع اور بہت ہی دقیع و رفیع ہونا چاہیئے جس کے لیے بمقتضاے تقدیرات لم یزلی نوع انسان کا قلب ہی انتخاب فرمایا گیا اور انسان کی فضیلت و شرف باہرہ کو دکھا دیا گیا کلام معجز نظام کی بلاغت لاریب ہمین اس بات کی خبر دیتی ہے کہ بوجہ تودیع مادہ عشق انسان ہی ان جلیل الفاظ کے خطاب کا شایستہ تھا شعر

لیسلی پھڑک اٹھی نظر انتخاب کی		چھانٹا وہ دل کہ جس کی ازل مین نمود تھی

پس الفاظ ظلوم و جہول سے ہرگز منقصت انسان متصور نہین ہے۔ اور کوئی بے ربط معنی نہین لئے جاسکتے ظالم و جاہل اس اعتبار سے فرمایا گیا کہ جب انسان کامل بوسیلۂ عشق حقیقی معشوق حقیقی کے مشاہدۂ جمال بیمثال مین فانی و مستغرق ہوجاتا ہے تو کثرت اعتباری کے مشاہدات سے بالکل اندھا اور نادان بن جاتا ہے یا یون کہا جائے کہ اپنے نفسانی جذبات کو دبا کر ماسوی اللہ سے بری ہوجاتا ہے

حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین رباعی

دیکھا تو عجب جہان کا لیکھا ہم نے		اے درد بہت کیا ہر یکھا ہم نے
جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے		جب آنکھ نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ

اور جب اوس مرتبہ سے نیچے بھی اُترآتا ہے۔ یعنی مرتبۂ محویت محضہ اور سکر تامہ
سے موحیرت ہوکر مرتبۂ صحو مین آتا بھی ہے تو صرف اوس کی ایک دزدیدہ نگاہ اس
کثرت اعتباری پر بطور سرسری پڑتی ہے اور نگاہ حقیقی اوس کی اپنے معشوق کی
وحدت حقیقی پر جمی رہتی ہے کبھی ذوالعین اور کبھی ذوالعقل سے افراد عالم کو دیکھتا جاتا ہے
وتبتل الیہ تبتیلا کے دائرہ مین محصور و مقید ہوتا جاتا ہے۔ نکتہ
عارفی داشت درین نسخہ دید۔ سائلی معنی بجا پرسید۔ گفت درد و نگاہ دزدیدن یعنی
از غیر چشم پوشیدن۔ اور رنج مفارقت و مہاجرت مین تڑپتا رہتا ہے اور سرگشتہ و حیران
ہو رہتا ہے۔ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ؎

عجب نیست کہ سرگشتہ بود طالب دوست ۔۔۔ عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم

اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے حضرت مرزا عبد القادر بیدل رحمۃ اللہ علیہ اون مقدس
نفوس کی نسبت جن کی آنکھین اس نشاء عالم مین کھلی ہوئی ہین و نیز جن کی بند ہین بہت ہی
لطیف اشارات مین حسب ذیل ارشاد فرماتے ہین

غزل

آنہا کہ چشم بر گل تحقیق وا کنند ۔۔۔ از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند
در مجلسے کہ غیر خموشی علاج نیست ۔۔۔ بر ہرزہ است تکیہ بچون و چرا کنند
عریان شان بمعرض ادراک پیرہن ۔۔۔ تصویر جامہ کہ ندارد قبا کنند
شور غبار ما ز نفس ہم فزدن تر است ۔۔۔ تا چند سرمہ لغمی عروج صدا کنند
زین نارسائی کہ بخود ہم نمی رسید ۔۔۔ پرداز تا کجے آنطرف کبریا کنند

جولانگہ خیال جہان جاے خندہ است   لنگان دمے کہ طعنہ و ضع عصا کنند
خلقی درین جنون کدہ دار و گمان ہوش   تا محرم یقین بحقیقت کرا کنند

جس مبارک بندہ نے اس باغ کی ہوا کہائی ہے وہ اس کثرت اعتباری سے بیزار ہے اور تجرد ڈہونڈہتا رہتا ہے حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین غزل

مرغ دلم طائریست قدسی عرش آشیان   از قفس تن ملول سیر شدہ از جہان
از در این خاکدان چون بپرد مرغ ما   باز نشیمن کند بر سر آن آشیان
چون بپرد زین جہان سدرہ بود جاے او   تکیہ گہ باز ما کنگرۂ عرش دان
سایۂ دولت فتد بر سر عالم بسے   گر بزند مرغ ما بال و پرے در جہان
در دو جہانش مکان نیست کہ از کار نیست   کان وے از معدن است جاے وی از لامکان
عالم علوی بود جلوہ گہ مرغ ما   آب خور او بود گلشن باغ جنان
چون دم وحدت زنی حافظ شوریدہ حال   خامۂ توحید کش بر ورق انس جان

اور ایک دوسرے مقام پر اس کثرت اعتباری سے نظر بچا کر ارشاد فرماتے ہین غزل

خلوت گزیدہ را بتماشا چہ حاجت است   چون کوے دوست ہست بصحرا چہ حاجت است
اے پادشاہ حسن خدا را بسوختیم   آخر سوال کن کہ گدا را چہ حاجت است
ارباب حاجتیم و زبان سوال نیست   در حضرت کریم تمنا چہ حاجت است
محتاج جنگ نیست اگرت قصد خون ما ست   چون رخت از آن تست بیغما چہ حاجت است
جام جہان نماست ضمیر منیر دوست   اظہار احتیاج خود آنجا چہ حاجت است
جانا بحاجتی کہ تراست با خدا کے   آخر دمے بپرس کہ از ما چہ حاجت است

اے عاشق گدا چو لب روح بخش یار | میداندت وظیفه تقاضا چه حاجت است

حافظ تو ختم کن که هنر خود عیان شود | با مدعی نزاع و محابا چه حاجت است

جب سالک اس مرتبه کو پهونچتا هے تو اوس پر یه راز سربسته یعنی سفر در وطن و خلوت در انجمن کهلتا هے که حقیقت حال کیا هے اور انسان کیسا گنجینهٔ طلسم قدرتی هے اور اوس کی هیئت اجتماعی کیسے کیسے اسرار الهی سے مملو هے الغرض خدائے پاک نے جس کسی بندهٔ مقبول کو یه بلند رتبه بخشا هے وهی اس کی کیفیت و حلاوت خوب جانتا هے اور روحی حظ اوٹهاتا جاتا هے اور مقام اعلی علیین سے آگے نکل جاتا هے ۵

وصال دوست طلب می کنی ز خود بگذر | که در میان تو و او بجز تو حائل نیست

جس کسی بندهٔ خدا نے آج اس کی فکر و تمنا کی بہت هی بڑا مبارک بنده هے ورنه اوس نے کچهه بهی حاصل نهین کیا من کان فی هذه اعمی فهو فی الاخرة اعمی - واضح هو که اس آیهٔ شریفه مین جو لفظ اعمی ظاهر فرمایا گیا هے ایک بهاری سر پر مبنی هے یعنی اعمی اندهے کو کهتے هین جس کی ضد بینا هے مطلب یه هے که حضرت انسان کو ضرور هے که اس دنیائے دنی مین جو اس کے کسب کمال کے لیئے موقع دیا گیا هے بصیرت کامله حاصل کرے یعنی مرتبهٔ دانش سے نکل کر فضائے عالم بینش مین پهونچے اور بینش سے مراد مشاهدهٔ جمال باکمال معشوق حقیقی جلت عظمته هو اور تاوقتیکه انسان اس درجه تک نه پهونچے مراتب انسانی کی تکمیل مین قاصر و ناقص تصور کیا جائیگا اسی بنا پر کها گیا هی رباعی

امروز در آن کوش که بینا باشی | حیران جمال آن دل آرا باشی

تاچند بانتظار فردا باشی		شہرت باد اچو کو دکان در شب عید

پس یہ جوہر قابل ہر فرد انسان مین موجود ہے اور جذبہ عشق کی وہ پوری صلاحیت رکھتا ہے مگر اس فوز عظیم کے حاصل ہونے کے لئے خواہش ربانی بالاختصاص درکار ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم کسی کی مجال نہین کہ بغیر کشش وہبی صرف بذریعہ جد وجہد کسبی اس مرتبہ اعلے کو پہونچے۔

عاشق بیچارہ کہہ کیا کر سکے		تا نہو دلبر کی جانب سے کشش

جس کو پیا چاہے وہی سہاگن ہو۔ اس سے یہ مراد نہین کہ جد وجہد چہوڑ دے۔ یعنی ریاضات ومجاہدات مالیلیق بہا کو ترک کر دے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہرگز اوس پہ بہروسا اور اتکانہ کرے کہ اوس کے فایز المرام ہونے کے لیے وہ کافی ووافی ہین بلکہ ساتہہ ہی اوس کے خدا کے فضل وکرم کا امیدوار رہے اور کوشش کرتا جائے حتی کہ مقام عشق مین فایز ہوجاے اور معشوق حقیقی کی تجلی ذاتی سے بمصداق آنکہ تجلی الذاتہ علے ذاتہ ورائت ربی بربی کے شرف وامتیاز سے مشرف وممتاز ہو جاے اور عقل بیگانہ جزوی کو چہوڑ دے قطعہ

ہم عین سفر بود وہم او حاصل فی العین		از خود بخود آن یار گران مایہ سفر کرد

نے سفری نیست درین رہ بحقیقت از عین شہود تو اگر دور شود غین

جو انسان کامل ان دونون صفتون یعنی انس ونسیان سے موصوف ہے بمصداق آیۃ شریفہ انی جاعل فی الارض خلیفہ ولقد کرمنا بنی آدم۔

وہ اوس بھاری اور قیمتی خلافت صغریٰ[1] کو بطور انعام و اکرام بارگاہ لم یزلی سے حاصل کر سکتا ہے جو انسان کے اصلی شرف و عزت و بزرگی کو ظاہر کرنے والا ہے

---

[1] خلافت کے ساتھ جو لفظ صغریٰ و کبریٰ استعمال کیا گیا ہے اوس سے ناظرین کو غالبا تردد پیدا ہوگا کہ یہ نئی اصطلاح کیسی اور خلافت صغریٰ و کبریٰ کیا چیز ہے لہذا بغرض رفع تردد ناظرین حسب ذیل صراحت کیجاتی ہے۔ اوّلاً آپ اس بات کو معلوم فرمائین کہ ان الفاظ کے استعمال سے نفس خلافت کے ساتھ کوئی منافات پیدا نہین ہے اور نہ یہ الفاظ کوئی معنی مخالف خلافت پیدا کرتے ہین اس کے بعد اب آپ غور فرمائین کہ ہر انسان خلیفۃ اللہ نہین ہو سکتا اور نہ انی جاعل فی الارض خلیفہ سے تعمیمی معنی لیے جا سکتے ہین۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ جلشانہ اور ایک جگہ اپنے کلام پاک مین ارشاد فرماتا ہے یعنی اولئک کالانعام بل ھم اضل سبیلا اگر خلیفہ کا معزز لقب بمجرد ثبوت نوعیت انسانی تعمیمی معنی پیدا کر سکتا تو آیہ شریفہ موصوفہ مین بعض انسانون کی نسبت کیون اس درجہ مذمت ظاہر کی جاتی اور سوا اس کے آیہ موصوفہ متذکرہ اور آیہ کریمہ انی جاعل فے الارض خلیفہ مین تعارض واقع ہوجاتا ہے۔ اور معاذ اللہ اللہ جلشانہ کا کلام تعارض سے بالکل پاک و مبرا ہے۔ اور کلام مین تعارض کا پیدا ہونا شان کلام مخلوق کی ہے نہ خالق کی اور جب کلام مخلوق مین امرین مین تعارض واقع ہوتا ہے تو دونون امر ساقط ہوجاتے ہین۔ اذا تعارضا تساقطا اس بیان سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ ہر انسان خلیفۃ اللہ نہین ہے اور خلافت کا ایک درجہ خاص ہے جو تکمیل مراتب خلافت پر موقوف و منحصر ہے اور جب کبھی کوئی انسان تکمیل مراتب خلافت بحسب مشیت ایزدی خلیفۃ اللہ بن جائے گا تو وہ اس تعریف سے مستثنیٰ ہوجائے گا جس پر بہائم اور اس سے گمراہ تر ہونے کا اطلاق آسکتا تھا البتہ انی جاعل فی الارض خلیفہ سے ہر انسان کی نسبت اس قدر معنی کو استنباط و استخراج کر سکتے ہین کہ بلحاظ اپنی نوعیت و ہیئت اجتماعی کے جو تمامی صفات متضادہ مختلفہ کی قابلیت رکھتا ہے اور مظہر گوناگون صفات قرار دیا گیا ہے بالقوہ خلیفہ بننے کی قابلیت اوس مین موجود ہے جب سر توفیق ازلی کسی انسان کے ساتھ متعلق ہوتا ہے تو اپنے کسب کمال ذاتی کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور اپنی صلاحیت و قابلیت بالقوہ کو بالفعل یعنی اس نشاء عالم شہادت مین بھی ظاہر کرتا ہے ورنہ نہین اور یہ امر محض

اور ایسا انسان کامل ہدایت وارشاد کی اعلی مسند پر بحکم مرشد حقیقی جلت عظمتہ باقتباس انوار فیضان خلافت کبرای حضرۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھ سکتا ہے اور منصب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱) اقتضائے مشیت و توفیق ایزدی پر موقوف ہے چنانچہ ارشاد رب الجلیل اس بیان کا پورا پورا موئد ہے یعنی لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الخ۔ مصرعہ تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد۔ اگر اس موقع پر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر انسان مین بالقوۃ خلیفہ ہونے کی قابلیت وصلاحیت نہین ہے اگر ہوتی تو ضرور اس کا ظہور ہوتا۔ یہ محض قیاس مع الفارق ہے جس کا جواب یہ ہے کہ کسی شے مین کسی امر کی بالقوۃ صلاحیت ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ اوس کا ظہور بھی بالفعل ہوجائے جب تک [illegible] بالقوۃ کے بالفعل ہونے کا کوئی محرک نہ ہو اور خود بخود وہ قابلیت بالقوہ بالفعل یعنی ظاہر ہوجائے۔ تمثیلاً [illegible] سکتے ہین کہ آہن مین مختلف سلاح آبدار نازک اور موٹے اور نیز دوسرے آلات وادوات کے بننے کی قابلیت موجود ہے مگر جب تک کہ حداد اوس کی قابلیت ظاہر کرنے کی طرف کافی توجہ نکرے اوس سے نہ سلاح آبدار ظاہر ہوسکتے ہین اور نہ دوسرے آلات وادوات۔ کہین تو حداد دونون قسم کے آلات بناتا ہے اور کہین ان دونون قسم مین سے ایک قسم کے۔ بہرحال یہ امر حداد کی خواہش پر موقوف ہے اور یہی وجہ ہے کہ بیشتر آہن کام مین نہین لائے جانے کی وجہ سے زنگ کھاکر خراب اور مٹی ہوجاتا ہے اسی طرح توفیق ایزدی جو محرک حقیقی ہے جب کسی انسان کے ساتھ متعلق ہوتی ہے بمصداق فعال لما یرید ونیز واللہ غالب علی امرہ انسان کو اوس کے کمال اصلی پر پہونچا دیتی ہے وبہ العزۃ والعصمۃ والتوفیق اس سے ثابت ہوا کہ عدم ظہور کمال ذاتی انسانی کی وجہ نہ بہ لحاظ اوس کی ناقابلیت بالقوۃ کے ہے بلکہ بلحاظ عدم وقوع قابلیت بالقوہ بالفعل کے ہے چونکہ یہ بحث بہت طویل ہوئی جاتی ہے اور اصل مطلب دور رہ جاتا ہے لہذا مین ایک دوسرے طریقہ پر خلافت صغری وکبری مین جو فرق یا یہ الامتیاز چھپا ہے بتانا چاہتا ہون۔ آپ ذرا غور فرمائین کہ بلحاظ نوعیت انسانی جس مین کل افراد انسانی داخل ہین ہر انسان کو انسان کامل نہین کہ سکتے۔ (خلیفہ اور انسان کامل گو دونون مختلف اللفظ ہین مگر متحد المعنی اور مآل دونون کا ایک ہی ہے) بلکہ انسان

تا مت کو پورا کر سکتا ہے اور یہ بہت اعلیٰ وارفع مقام ہے **شعر**

خواص اوس برزخ کبریٰ مین تہا حرف مشدد کا	ادہر اللہ سے واصل ادہر مخلوق سے شاغل

(**بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲**) کامل اوسی خاص فرد انسان کا نام ہے جو اپنے کمال ذاتی کو پہونچی ہے
حالانکہ نوعیت انسانی مین ناقص وکامل دونون شامل وداخل ہین پس نوعیت کا اطلاق عموماً افراد انسانی پر آنے
سے مراتب مابہ الامتیاز والتفاوت کا دایرہ بھی ہر فرد کے ساتھہ متحد ومساوی نہین ہو سکتا اصول منطقی سے
بھی یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ موضوع نتیجہ ہوتا ہے اکثر خاص ہی ہوا کرتا ہے اور یہ بھی مسلم
ہے کہ خاص بہ نسبت عام کے قلیل ہوتا ہے پس بلحاظ اِس نتیجہ صغریٰ وکبریٰ کے بھی ہم ہر انسان کو بلحاظ نوعیت
اوس کے خلیفہ ہونے پر ہرگز گمان تک نہین کر سکتے اور تبلاغت کلام الہی **انی جاعل فی الارض
خلیفہ** ونیز دوسری آیہ شریفہ یعنی **اولئک کالانعام بل ھم اضل** تعمیمی معنی پیدا کرنے کے لیے
اجازت دیتی ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب آپ یہ بھی معلوم فرمائین کہ مدارج خلافت مین بھی دو درجہ ہین - عام اور
خاص اور ان دونون مین بڑا تفاوت پیدا ہے جیسے مراتب خلافت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہین
ویسے اون کے متبعین ومطیعین امت کے نہین ہو سکتے - کیونکہ انبیاء کے ساتھہ جو ایک فضل نبوت
کا اون ذوات مقدسہ کو ملا ہے وہ ابداً کسی کو نہین مل سکتا وہ خلفاء اللہ بھی ہین - انسان کامل بھی ہین انبیاء
اللہ بھی ہین اوسی طرح ہمارے حضور اقدس ختمی مآب سید الانبیا محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جیسے
مراتب خلافت کبریٰ ثابت ہین اور آپ کی رفیع ومقدس شان مین قرآن کریم خود ناطق ہے یعنی **وما
ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ** ونیز **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم
نعمتی** ونیز **وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین** آپ کے متبعین امت کے نہین ہو سکتے اور حدیث
قدسی بھی اس مضمون کی پوری موید ہے یعنی **لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب
ولا نبی مرسل** جب ملک مقرب ونبی مرسل کا آپ کے مقام اعلیٰ وارفع مین گذر نہین ہے تو دوسرون
کے مراتب کا وہان کہان ٹہکانا اور گذر ہو سکتا ہے - پس اس تقریر سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ بلحاظ مراتب ظاہری
ومعنوی خلافت صغریٰ وکبریٰ بتلایا گیا ہے ولا غیر جیسے حضور اقدس برزخ کبریٰ ہین اور عوام وخواص برزخ

اسی اعلیٰ مرتبہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ درجہ خاص حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے
جس کے انوار مشکوٰۃ ہدایت کی ظاہری ومعنوی پرتو اندازی ایسے انسان کامل کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳) صغریٰ میں داخل ہیں اول الذکر حقیقۃ محمدیہ ہے اور ثانی الذکر حقیقۃ انسانیہ
اول شیخ جبا عض اول ہے اور ثانی اوس سے مستفیض باخدا دیوانہ و با مصطفےٰ ہوشیار باش پس خلافت کے
ساتھہ لفظ صغریٰ وکبریٰ کا استعمال کوئی نقص نہیں پیدا کرتا نفس خلافت ایک درجہ خاص ہے جو
اپنے مراتب صغریٰ وکبریٰ دونوں پر حاوی اور دونوں میں شامل ہے فافہم و افرح منہ

حاشیہ از مولانا مولوی شاہ سید علی حسین صاحب بلگرامی رحمانی

اس مقام پر یہ عرض کرنا ضرور ہے کہ دنیا میں طریقہ استدلال دو طور پر واقع ہوا ہے نقلی و عقلی۔ نقلی استدلال
کے یہ معنی ہیں کہ کوئی مسئلہ شرعی۔ آیۂ قرآنی یا حدیث نبوی یا اثر صحابہ یا قول مجتہد سے ثابت کیا جاوے
قرآن مجید سے استدلال مسائل کے اندر ہمیشہ چار اصل پر مبنی ہے۔ عبارت النص۔ صراحت النص۔
دلالۃ النص اشارۃ النص اگر کوئی مسئلہ عبارۃ النص کے طور پر کسی آیۂ کریمہ سے مستنبط ہو لیکن وہ صراحت النص
یا دلالۃ النص یا اشارۃ النص کے تحت میں مندرج ہو تو اوس کے استنباط سے کسی طور پر انکار جائز نہیں۔
عقلی استدلال کے یہ معنی ہیں کہ عقلی دلائل سے کوئی مسئلہ خواہ وہ ماخوذ ہو کسی محقق کے کلام سے یا اپنی
تحقیق سے ثابت کیا جاوے پس موافق اہل اصول کے آیات کریمہ قرآنیہ سے بطور صراحت النص
کے یہ مسئلہ خلافت کبریٰ کا ثابت ہوتا ہے چنانچہ لفظ خلافت تو اس آیۂ کریمہ میں داخل ہے انی جاعل
فی الارض خلیفہ الخ اور اسی آیۂ کریمہ میں ارشاد فرماتا ہے کہ انی اعلم ما لا تعلمون جس سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں سے ارشاد ہوا ہے کہ تم فضل نوع انسانی سے واقف نہیں ہو۔۔ اس آیۂ
کریمہ سے خلافت وفضل دونوں چیزیں ثابت ہوئیں اور لفظ کبریٰ جو صیغہ افعل التفضیل کا ہے اور وہ فضل
کا مساوی ہے اس آیۂ کریمہ سے انسان کے خلیفہ اکبر ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ دوسری یہ کہ تعلیم
ربانی نسبت باسماء وصفات۔ انسان اور ملک دونوں میں داخل ہیں لیکن لفظ کلہا مرف نوع انسان کے واسطے

جو ہمہ وجوہ شایستہ ہو اس معزز و مقدس مسند پر بیٹھ سکتی ہے - عموماً ہر انسان کا دل
پوری طور پر اس خدمت جلیلہ کے بار کو اٹھا نہیں سکتا اس کے مستحق وہی خاص افراد کامل ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴ وارد ہے) - اس سے یہ بھی صراحۃً ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کو فیض تعلیم ربانی اور سیر اسرار و حقائق
سبحانی میں ملک پر تفضیل ہے اور افضل اکبر ہے اور کبری بمعنی اکبر لہذا خلافت کبری ثابت ہے تیسری یہ کہ فرمایا حق
عزوجل نے ولقد کرمنا بنی آدم الخ اور تکریم بغیر کرم علیہ کے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی - پس معلوم ہوا کہ انسان
حضور خلیفہ ہے اور اوس کی خلافت کبری ہے چوتھا یہ کہ فرمایا حق عزوجل نے ان فضلہ کان علیک کبیرا
یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے اس فضل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مفضل علیہ متحقق
افراد انسان ہی نہیں بلکہ نوع انبیاء کے اندر بھی آپ کا فضل ثابت ہے اور کیونکہ خاتمیت کا تحقق بغیر
اوس کے نہیں ہو سکتا ناظرین اس مقام پر شاید یہ خیال کریں کہ اس استدلال کو اصول متذکرہ صدر میں کس اصل کے
تحت میں مندرج کیا ہے - صاف ظاہر ہے کہ عبارۃ النص کے تحت میں تو مندرج نہیں باقی صراحۃ النص اور
دلالۃ النص و اشارۃ النص تینوں اصول صحیحہ سے مسئلہ خلافت کبری آیات متذکرہ بالا سے مستنبط ہوتا ہے
پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ لفظ خلافت کبری کا قرآن مجید میں نہیں ہے اس اعتبار سے اون کا بیان صحیح ہے کہ
لفظ خلافت کے ساتھ اکبر کسی آیہ کریمہ میں وارد نہیں ہے اور جو لوگ خلافت کبری کا قرآن مجید سے استنباط کرتے
ہیں وہ استنباط اصول ثلاثہ صحیحہ مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے - پس تطبیق کی رو سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ منکرین
کو اوس محل میں یا اپنے انکار سے باز آنا چاہیئے یا اوس تطبیق کو لینا چاہیئے یا طریقہ استنباط کو فقط عبارۃ النص
کے اندر منحصر کر دینا چاہیئے پس اس صورت میں جتنے مسائل دلالۃً و اشارۃً و صراحۃً آیات کریمہ سے مستنبط ہوتے
ہیں اون سب سے استنباط کرنا چاہیئے واذ لیس فلیس - باقی رہا طریقہ عقل آپ دور کیوں جاتے ہیں ہمارے
مولانا محقق دوانی صاحب اخلاق جلالی کی کتاب لے کر اوس کا دیباچہ دیکھیئے کہ اوس میں خلافت کبری کا لفظ صریحاً
میں موجود ہے اور اتنے بڑے محقق نے اس لفظ کو بغیر اعتماد اور صحیح فکر اور پورے اطمینان کے ہرگز استعمال
نہیں کیا ہوگا - پس حجت عقلی بھی ختم ہو گئی وما علینا الا البلاغ

ہین جن کی ازلی قابلیت اِس بارگران کو پوری طور پر دونون جانب سے اوٹھانے
کی مستعد سمجھی جاتی ہے کیونکہ تفاوت قابلیات طبائع اور صلاحیت نفوس وظروف
مجموعاً ان دونون صفتون کی میزان کے پلون کو مساوی طور پر قائم نہین کرسکتی یعنی اگر
مرتبۂ اُنس مین ہین تو اوسی مین مستغرق ومنہمک ہین اور اگر مرتبۂ نسیان مین ہین تو اوسی مین
استغراق وانہماک تامہ اونہین حاصل ہے ملاحظہ فرماے جائین حالات حضرات
مجاذیب کہ جذبۂ عشق ومرتبۂ نسیان نے کس درجہ اونہین ازخود رفتہ وبے خبر کر رکھا ہے
کہ بسواے ایک ہی طرف رخ کرنے کے دوسری جانب مُنہ تک نہین پھیرتے اور
اختلاط وموانست افراد عالم سے متنفر وبیزار اور اپنے مین آپ ہی مست ومدہوش
رہا کرتے ہین شعر

چنان کرشمۂ ساقی دلم ز دست ببرد	کہ باکسی دگرم نیست بر سر گفت و شنید

رباعی

اے سنم یارب کہ اندر نور حق فانی شدم	مطلع انوار فیض ذات سبحانی شدم
ذرہ ذرہ از وجودم طالب دیدار گشت	زانکہ سر مست از تجلی ہاے ربانی شدم

اِس میکدۂ عشق کی شراب کے عجیب وغریب رنگ ہین اور اسکی طرفہ تاثیر اور نشہ ہی
چونکہ خُم شراب عشق حقیقی ہمیشہ لبریز اور بھرا رہتا ہے لہذا ہر فرد بشر بقدر صلاحیت ظرف
حصہ لیتا جاتا ہے اور عشق بازون کے دفتر مین اپنا نام لکھوا کر نرد عشق کھیلتا رہتا ہے
اور جس نے اس سے پورا حصہ لیا ہے مصداق اس شعر کے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق	ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

وہ زندہ جاوید ہوکر صفحہ ہستی پر اپنا نام مرتسم و باقی رکھتا ہے مصرعہ
ذوق این می نشناسی بخدا تا نہ چشی شعر

چون شہید عشق در دنیا و عقبی سرخرو است	اے خوش آنساعت کہ ما کشتۂ زین میدان شوند

الغرض ہر ارادہ و فعل حکیم مطلق کا ایک خاص حکمت و ضرورت پر مبنی ہے عقل جزوی انسانی کہان تک اوسے بتا سکتی ہے شعر

حدیث از مطرب و می گو و راز دہر کمتر جو	کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

البتہ وہ انسان جس نے کسی قدر اس باغ عشق کی ہوا کھائی ہے اس معاملہ کو خوب سمجھ سکتا ہے اور اوس کی وجدانی کیفیت جو دائرہ عقل و خرد مین نہین آسکتی اپنے آپ ہین فیصلہ کر لیتی ہے مصرعہ دل من داند و من دانم و داند دل من ۔ کا معاملہ ہے اسی موقع پر کہا گیا ہے شعر

میان عاشق و معشوق رمزیست	کرام کاتبین را ہم خبر نیست

شعر

عشق سلطانست در ہر دو جہان	عقل را مدخل نباشد اندر آن

اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے رباعی

والسنة بالسر امر تناجی	تغیب عن الکرام الکاتبین
واجنحة تطیر بغیر ریش	الی ملکوت رب العالمین

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ اپنے عاشقانہ زمزمہ مین ارشاد فرماتے ہین **غزل**

عشقت نہ سرسریست کہ از سر بدر شود / مہرت نہ عارضیست کہ جای دگر شود

عشق تو در وجودم و مہر تو در دلم / با شیر اندرون شد و با جان بدر شود

دردیست درد عشق کہ اندر علاج او / ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود

اول منم کسیکہ درین شہر ہر شبے / فریاد من بگنبد افلاک بر شود

ور زانکہ من سرشک فشانم بزندہ رود / کشت عراق جملہ بیکبار تر شود

وے در میان زلف بدیدم رخ نگار / بر ہیئتی کہ ابر محیط قمر شود

ان رموز عشق کے کرشمون کو وہی عاشق صادق جانتا ہے جو اپنے معشوق حقیقی مین فانی ہوکر حقیقی جلوہ پر اوسی کی آنکھون سے اوسے دیکھتا ہے یہ حسب نعمت عظمی اور موہبت کبری ہے حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہین **غزل**

منم کہ شہرۂ شہرم بعشق ورزیدن / منم کہ دیدہ نیالودہ ام ببد دیدن

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم / کہ در طریقت ما کافریست رنجیدن

ہمی پرستی از ان نقش خود بر آب زدم / کہ تا خراب کنم نقش خود پرستیدن

بہ پیر میکدہ گفتم کہ چیست راہ نجات / بخواست جام می و گفت بادہ نوشیدن

عنان بمیکدہ خواہیم تافت زین مجلس / کہ وعظ بی عملان واجبست نشنیدن

مراد ما ز تماشاے باغ عالم چیست / بدست مردم چشم از رخ تو گل چیدن

برحمت سر زلف تو واثقم ورنہ ⁂ کشش چو نبود ازان سو چہ سود کوشیدن
ز خط یار بیاموز مہر با رخ خوب ⁂ کہ گرد عارض خوبان خوش است گردیدن
مبوس جز لب معشوق و جام مے حافظ ⁂ کہ دست زہد فروشان خطاست بوسیدن

جناب حضرت عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات یعنی مکتوبات قدوسیہ کے ایک مکتوب مین جو حضرت کے کسی عقیدت کیش دانشمند کا موسومہ ہے اس طرح زیب رقم فرمایا ہے کہ زبان مُرغان مرغان دانند و سخن دیوانگان دیوانگان شناسند۔ سچ تو یہ ہے کہ جس کسی نے عشق کا مزا چکھا ہے اوسی پر یہ راز سربستہ کھلا ہے ورنہ ناخن عقل جزوی سے یہ گرہ ہرگز نہین کھل سکتی **شعر**

بس قصہ سیمرغ و غصہ ہدہد ⁂ کسے رسد کہ شناسای منطق الطیر است

اور اسی مضمون و کیفیت وجدانیہ کی نسبت حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ باشارات لطیفہ و کنایات لطیفہ حسب ذیل ارشاد فرماتے ہین اور بوجہ عدم تزکیہ نفس جو لوگ ان اسرار سے بے بہرہ و ناشناس ہین اونہین خبردار کرتے ہین۔ تا اون بیجا اعتراضات سے جو عقل مقیدہ کے نتائج ہین زبان بند رکھین اور انسان کامل کی طرف اپنے کو رجوع کرین فرماتے ہین **غزل**

الا اے طوطی گویای اسرار ⁂ مبادا خالیت شکر ز منقار
سرت سبز و دلت خوش باد جاوید ⁂ کہ خوش نقشے نمودی از خط یار
سخن سربستہ گفتی با حریفان ⁂ خدا را زین معما پردہ بردار

بروے ما زن از ساغر گلابے / کہ خواب آلودہ ایم و بخت بیدار

چہ رہ بود اینکہ زد در پردہ مطرب / کہ می رقصند باہم مست و ہشیار

ازین افیون کہ ساقی در می افگند / حریفان را نہ سر ماند نہ دستار

خرد ہر چند نقد کائنات است / نسنجد پیش عشق کیمیا کار

سکندر را نمی بخشند آبے / بزور و زر میسر نیست این کار

بیا و حال اہل درد بشنو / بلفظ اندک و معنی بسیار

بہ مستوران مگو اسرار مستی / حدیث جان مپرس از نقش دیوار

سبحان اللہ عشق حقیقی کا بھی کیا بلند مرتبہ ہے کہ وراالورا طور عقل و ادراک ہے۔ مخفی نرہے کہ جس قدر حالات و کیفیات حضرت عشق الفاظ و معانی مین بیان کئے گئے ہین اور آج تک بھی برابر بیان کئے جاتے ہین درحقیقت وہ عشق کی اصلی صورتین نہین ہین۔ بلکہ محبوبہ عشق کے مرصع زیورات اور پاکیزہ زرین لباس ہین جس کے دیکھنے یا سننے سے قلب انسان متاثر اور طبیعت مین ولولہ اور دل مین ایک گونہ سوز و گداز پیدا ہوتا ہے۔ یا یون کہا جاسکے کہ وہ الفاظ و معانی اون سخت دلون کو جو اس راہ سے بالکل نابلد و ناواقف ہین نرم کرنے اور اس راہ مین قدم رکھنے کی جرأت دلانے کے لئے قوی ذرائع و وسائل ہین نہ آنکہ وہ حضرت عشق کی اصلی صورتین ہین کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ عشق کی دلربا تصویر کسی پیرایہ بیان و الفاظ مین اتر نہین سکتی اور نہ کوی ہو قلم لوح قرطاس پر اوس کی مبارک و خوبصورت شبیہ کھینچ سکتا ہے

یہ وہ سینے قابو ہوا ہے کہ طبیعت رسا بھی اس کی گرد پا تک نہین پہنچ سکتی اور طائر وہم وخیال اس مقام تک نہین جا سکتا اور ہوش وحواس اس وادی دشوار گذار مین ہرگز قدم نہین رکھ سکتے یہ وہ نائرہ آتش بلاخیز ہے کہ آب کو آتش اور لو ہے کو آب کر دیتا ہے کیا خوب کہا جس نے کہا مصرعہ وان ریحان ہریزاوونکے پر جلتے ہین ۵

اے نوا ہاے تو نارہا موصدہ	زدہ بسر بیدم ہزار آتش کدہ
عشق جان طور آمد موسیا	طور مست وخر موسے صاعقہ

رباعی

تعالی العشق عن فهم الرجال	وعن وصف التفرق والوصال
متی ماجل شیٔ عن خیال	تجلی عن الاحاطۃ والمثال

عقل وادراک کا وہان کہان گذر ہو سکتا ہے کہ اوس کی طرز رفتار وانداز کو الفاظ و معانی مین بیان کر سکے واین ھذا من ذالک بزرگان دین نے جو اپنی حالت مستی وحق پرستی مین کسی قدر اس کی حالت وکیفیت کو قید قلم فرمایا ہے اور اپنی جگر فگاریون اور دل سوزیون کے احوال واطوار کو بیان کرنے کے بعد کنایۃً واشارۃً دولت دید سے بھی اپنا مشرف ہونا بیان کیا ہے یا تو اوس سے اون بزرگان دین کا یہ مقصود تھا کہ جو نا آشنا اور بیگانہ طبیعتین اس راہ مین واقع ہوئی ہین اونہین بھی اس راہ پر چلنے کا ذوق وشوق دلائین اور راہ طلب مین اون کا قدم مضبوط جما کر دولت دیدار سے اونہین بھی مشرف فرمائین کہ کمال انسانی اسی پر منحصر ہے نہ بصورت ظاہری انسان مصداق

اس شعر کے شعر

گر بصورت آدمی انسان بُدی	احمد و بو جہل خود یکسان بدی

یا اوس سے اون کا یہ مقصود ہے کہ اپنے اندرونی جوش و خروش کو جو بوسیلہ جذبہ عشق اونمین پیدا ہوا ہے اور جس سے اون کا قلب مضطر و بیقرار و طپان ہے۔ الفاظ و معانی کے پیرایہ مین نکالین تا قلب مضطر و بیقرار کو تھوڑی تسکین و تسلی ہو اور نارِ فراقِ معشوق حقیقی اور زیادہ بھڑک نہ اُٹھے گویا اون ذوات مقدسہ نے اپنی ضیافت طبع آپ ہی کر لی جو دوسر دن کے لیے وہ حجت نہین ہو سکتی بمصداق اس شعر کے شعر

موسیا آداب دانان دیگر اند	سوختہ جان و روانان دیگر اند

اور اسی بنا پر بعض بزرگون نے کچھہ شوقیہ اشعار لکھے اور بعضون نے اس کے متعلق کچھہ مستانہ عبارت آرائیان کین نہ آنکہ اس کی حقیقت وجدانیہ کا اظہار فرمایا ہے کہ یہ محال ہے اور دائرہ عقل و خرد سے خارج چنانچہ حضرت صدر العارفین مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہین شعر

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیان	چون بعشق آیم خجل باشم ازان

اس کو اس طرح پر سمجھنا چاہیئے کہ جب کسی پر اندوہ و غم زیادہ طاری ہوتا ہے تو سوزش دل آنکھون سے آنسو جاری کر دیتی ہے یا انسان کمال خوشی مین ھنسنا شروع کر دیتا ہے اور یہ دونون ظاہری حالتین شخص متاثر کی باطنی حالتون کے آیات و آثار ہین نہ آنکہ وہ

حالت اصلیہ کی کائنہٗ وکما ہو حقہٗ صورت ہے اور وہ ہرگز بن نہین سکتی - بات یہ ہے
کہ سوشرواثر و ستاثر مین نسبتہً و اعتباراً بڑا فرق ہے اور اسی بنا پر فرمایا گیا ہے شعر

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد	گر حفظ مراتب نکنی زندیقے

افسوس ہے کہ بعض نا آشنا حضرات جن کو اس معاملہ سے کچھ بھی مس اور حس
نہین ہے بزرگان دین کے بعض مستانہ اشعار و کلام پر ناحق نکتہ چینیان اور موشگافیان
کرتے ہین اور بڑی بڑی حجتین اون کی تردید مین قایم کرتے جاتے ہین اور اون
اشعار و کلام کی نسبت تاویل نیک کرنے کو مکروہ یا تفویض کرنے کو معیوب سمجھتے
ہین اور سخت مکابرات و معارضات مین پڑ جاتے ہین اور یہ نہین خیال کرتے کہ بزرگان
دین و اولیاء صادقین نے جو مقربان بارگاہ حضرت رب العزت جلت عظمتہ ہین ایسے
عشق آمیز جذبات کے اظہار مین اکثر تشبیہہ و استعارہ سے کام لیا ہے جو اون کی
حالت تنزل کا نتیجہ ہے یعنی جب وہ عالم استغراق کے پر فضا ء و محبوب مناظر سے
ہٹ کر حواس بشری کے منابر پر جلوہ افروز ہوتے ہین تو اپنی حالت وجدانیہ کا اظہار
بغیر تشبیہہ و استعارہ نہین کر سکتے جس کی کسی قدر اور بھی صراحت اس موقع پر اس
غرض سے کی جاتی ہے کہ عوام لوگ کسی کے دہوکہ مین آکر بزرگان دین کے
مستانہ کلمات و عاشقانہ رمزمون پر خیال کر کے اون سے سوء عقیدت پیدا نکرین
بلکہ حسن عقیدت رکہین -
واضح ہو کہ عالم سکر و استغراق کی محبوب صورتین اور مبارک جلوہ آرائیان جن کے حرم راز نگ

حواس بشری نہین جا سکتے بلکہ وہ اس مرتبہ مین بالکل معطل و بیکار رہین کا نہ
دکما ہو حقہ عالم شعور مین بیان نہین ہو سکتے اس اجمال کی یہ تفصیل ہے کہ جس کو
روح کا عروج کہتے ہین وہ نام ہے روح کی اوس توجہ کا جو اُس کی اصل کی طرف
اوسے رجوع کر دیتی ہے جس کو انبساط روح سے بھی تعبیر کرتے ہین اور اوس حالت
مین روح کا میلان کثرت اعتباری کی طرف سے بالکل اوٹھ جاتا ہے اور روح کا تنزل
وہ ہے کہ اوس کی توجہ اس کثرت اعتباری کی طرف معطوف ہو جاتی ہے جس سے
وہ کثرت اعتباری کو خواہ معقولات ہون یا محسوسات تفصیل ادراک کرتی جاتی ہے
پس توجہ اوّل روح کی عقل بسیط کا نتیجہ ہے جو اوس کا وصف خاص ہے یاد رہے
کہ یہ وہ وصف ہے کہ صفت عین موصوف و موصوف عین صفت واقع ہوا ہے
کوئی مغایرت و امتیاز ان دونون مین پیدا نہین ہے اور توجہ ثانی روح کی عقل مقیدہ
کا نتیجہ ہے جو روح کی تنزل توجہ سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی یہ وہ توجہ روحی ہے
کہ بین الشیئین حواس کے ذریعہ سے امتیاز کر سکتی ہے اس سر دقیق کی اور بہی
ذری صراحت سماعت فرمائے کہ روح کی دو نسبتین ہین ایک نسبت اتصالی جو اُس کی
اصل کے ساتھ اوسے حاصل ہے اور دوسری نسبت افتراقی جو مرتبہ مثال و اجسام
سے متعلق ہے نسبت اتصالی اعلیٰ ہے یعنی اس مرتبہ مین روح کو صرف اوس کے
فاعل کا علم ہی لاحق ہوتا ہے تعلق و تصرف مثال و اجسام سے اس مرتبہ مین اوسے
کوئی تعلق و سروکار نہین ہے بلکہ وہ اپنی اصل کے جلوہ مین بحسب استعداد و صلاحیت

مستغرق ومنہمک رہتی ہے یعنی اس اعلی مرتبہ مین پرتوانوار حقیقت محمدی کا مبارک
جلوہ مشاہدہ کرکے متلذذ ومحظوظ رہتی ہے پس اس نسبت اتصالی کا وصف خاص
یہ ہے کہ علماً وشعوراً کثرت اعتباری کو مٹا دے اور جلوہ معشوق حقیقی کی طرف ہی
متوجہ رہے اور نسبت افتراقی اسفل سے ہے جو مرتبۂ خارجی مین کمالات متنزلہ کے
مشاہدہ کی متقاضی ہے جب اس نسبت کی تحریک ہوتی ہے تو روح کثرت اعتباری
کو علماً وشعوراً قایم کردیتی ہے یعنی اوس کی توجہ اس کثرت کی طرف مایل ہوجاتی ہے
بہرحال ان دونون نسبتون مین صلاحیت سلب وثبوت من حیث التوحید والادراک
روح پیدا ہے اور ان دونون مین روح کا عروج ونزول متصور ہے ایک سر دقیق
یہ ہے کہ اگر روح ہر حال مین اپنی نسبت اتصالی کو بھولی نہین ہے تو اوس کی سیر اس
کثرت اعتباری مین بھی ایک حد معین تک نسبت اتصالی کے اثر سے خالی نہین
رہ سکتی یعنی تشبیہ فی التنزیہ وتنزیہ فی التشبیہ کے جلوون کا برابر ادراک کرتی جاے گی
لیکن یہ امر بھی یاد رہنے کے قابل ہے کہ ہنوز اس مرتبہ سے آگے نہین بڑھی ہے
البتہ جب اوس کی نسبت اتصالی مین غلبہ ہوجاے گا یعنی (مرتبۂ دانش سے نکل کر
مرتبۂ بینش محض مین ٹھہر جاے گی جہان اوس کے مشاہدہ کی آخری حد ہے) تو
تشبیہ فی التنزیہ وتنزیہ فی التشبیہ کی حد ادراک سے بھی آگے نکل جاے گی اور
اوس وقت بلا امتیاز این وآن مشاہدۂ جلوۂ ذاتی مین معشوق حقیقی کے مستغرق ومحو
محظوظ رہے گی اور یہی عالم سکر سالک کا ہے کہ وہ اس مقام مین کوئی امتیاز اتصال

وافتراق نہین کرسکتا بلکہ ایک محویت محضہ بذریعہ مشاہدہ اوسے حاصل ہوتی ہے اِس
تقریر سے یہہ نتیجہ پیدا ہوا کہ مرتبہ بینش کی کیفیت سے بوجدان سالک باخبر کو یہ تعطل
حواس انشراح ہی حاصل ہوتا ہے بعد تنزل اوس مرتبہ سے جہان حواس اوسے چھٹ
جاتے ہین بغیر استعارہ وتشبیہ اوس کیفیت وحالت کو بیان نہین کرسکتا واضح ہو کہ
جس کا نام عشق رکہا گیا ہے اوسی نسبت اتصالی روح کی مبارک وطبعی تحریک ہے۔
جس سے عاشق پر یک حالت غیر معقولہ وکیفیت مجہولہ طاری ہوتی ہے جس
کسی مرتبہ مین ہو یعنی عشق مجازی مین ہو یا حقیقی مین اور اوس کا اظہار بذریعہ حواس ہرگز
نہین ہوسکتا یہ وہ محبوب تحریک جذبہ روحی ہے کہ تمامی جذبات انسانیہ کے مافوق
واقع ہوئی ہے اور اس تحریک کا غلبہ مشاہدہ کی حد تک پہونچا دیتا ہے اور ایک بات یہ
بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب عاشق اِس بتیل جذبہ سے مشرف ہونے
کے بعد پہر تنزل کرتا ہے تو ہر شئے کو اپنے معشوق کا آئینہ تصور کرکے اوس مین اوس کے
جمال کا مشاہدہ کرتا جاتا ہے اور کسی شئے سے خواہ معقول ہو یا مرئی نسبت اتصالی
معشوق کا افتراق من حیث الادراک والوجدان پسند نہین کرتا چنانچہ جب مجنون سے
پوچھا گیا کہ خلافت کا حق کس کو حاصل تہا اوس نے جواب دیا کہ لیلی کو ماشاء اللہ نسبت
اتصالی کی تحریک کی بہی عجیب وغریب دل آویز جلوہ آرائیان ہین جو پاک نفوس اس مقام
مین ٹھہرے ہوے ہین اون ہی کو اس کی پوری کیفیت معلوم ہے چنانچہ اسی بنا پر
فرمایا گیا ہے کہ شعر

یار راہی ہین تو در ہر آئینہ	سوز و ساز دوست در ہر لمعہ

اور یہ اوس پاک و محبوب گوہر عشق کا ایک نتیجہ ہے جو رابطہ نسبت اتصالی کے
اثر کا اظہار کرتا ہے اور یہ ایسی روحی لذت ہے کہ حواس اوس کے محبوبانہ رفتار سے
بہرہ مند نہین ہو سکتے بلکہ روح ہی اپنی ازلی روشنی سے اوسے معلوم کرسکتی ہے کیونکہ
وہ ازل سے اسی مین پرورش پائی ہے - یاد رہے کہ روح کی نسبت اتصالی و
افتراقی سے مراد اوسکی اصل سے قرب و بعد من حیث التوجہ والالتفات کے ہے نہ کہ
من حیث الحقیقت کیونکہ در حقیقت روح کو اوس کی اصل سے ہمیشہ نسبت
اتصالی حاصل ہے چنانچہ خود اللہ جلشانہ قرآن مکرم مین ارشاد فرماتا ہے نحن اقرب
الیہ من حبل الورید اس مسئلہ کو وہ سمجھے جس نے دل پر عشق حقیقی کی چوٹ کہائی
ہے حواس کا تو کام صرف اسی قدر ہے کہ وہ شے کے حسن و قبح کو امتیاز کرے یا
شیأ عن شیٔ سے نسبت افتراقی پیدا کرے اور اوس کے نتایج متفاوتہ کو عالم شہادت
مین … ہے اور یہان تو وحدت ذات کا ظہور ہے حواس جو مقید و حادث ہین اوس کے
… سراسر خاص مین کیونکر جا سکتے ہین مصرعہ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا
پس بزرگان دین کے عاشقانہ زمزمے وہ بیگانہ طبیعتین جن کو وجدانی حالات سے
بالکل خبر نہین ہے اور محض الفاظ و معانی مین بند ہین کیونکر معلوم کرسکتی ہین یہ ایسا
روحانی معاملہ ہے کہ اس مین حواس کا مطلقاً دخل نہین ہے نہ ہم ہین فہم و ذوق ہی ذات خداوند
… ہمیں کو توفیق خیر دے آمین -

اب ناظرین سے امید ہے کہ ان صفتون کے بیان و تعریف مین جو الفاظ کہ بالاظہار و الامتیاز و بالاخفار و بلا امتیاز استعمال کیے گئے ہین پیش نظر رکھین اور ہر ایک صفت کے ساتھ اوس کو متعلق فرما کر حظ وافر اوٹھائین الحاصل درجہ صفت ثانی یعنی نسیان ایسا اونچا درجہ ہے کہ عموماً افراد انسانی کو حاصل نہین ہو سکتا البتہ بعض شایستہ افراد اوس سے مستفیض ہو سکتے ہین یعنی اگر مشیت ایزدی مقتضی ہے تو خود بخود جذبۂ عشق حقیقی اونہین درجۂ غفیض سے اوج عزت و کمال ذاتی پر کھینچ لے سکتا ہے یا کوئی اور انسان کامل جسکی مقدس روح جذبات باقی کی اثر سے متاثر ہو بلحاظ شایستگی و صلاحیت ظرف بحکم حکیم علی الاطلاق جلت عظمتہ اپنے روحی جذبات کا اثر اون پر ڈال سکتا ہے کیونکہ علو درجہ وصف ثانی عموماً افاضۂ فیض روحی کا تعلق علی وجہ الکمال کل افراد انسانی سے پیدا نہین کرسکتا اور ان عموم و خصوص کی نسبتین بھی جو افراد انسانی مین قائم و مخصوص کی گئی ہین بڑے بڑے حکم بالغہ پروردگار عالم کے مبنی ہین اور بنظر تنظیم و تنسیق مراتب ظہور عوالم مخصوص و معین ہین - ذرا اس کی تفصیل بھی سماعت فرمایئے کہ خالی از حظ روحی نہین ہے ۔۔

واضح ہو کہ ہماری عقل سلیم و فکر مستقیم ان عموم و خصوص کی نسبتون کے متعلق ہمین بالیقین یہ بات معلوم کراتی ہے کہ اسماء الٰہی جو مختلف الاثر و الافعال ہین اون کے احکام و آثار کا ظہور صفات متضادہ کے ساتھ منوط و مربوط ہے اور صفات متضادہ کا ظہور تمامی مکونات و موجودات کے ایجاد و اختراع کا باعث ہے اگر آپ تمثیلاً عنا

اربعہ کو ملاحظہ فرمائیں گے تو واضح ہوگا کہ ایک دوسرے کی ضد واقع ہونے سے ہم اون کو
امتیاز کرتے جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے عالم ایجاد و اختراع مین حسب قابلیت
و ضرورت ایجاد اشیا بموجب نقوش ذہنیہ جو اون کے ماہیات اصلیہ کے صور علمیہ
ہین عمدہ عمدہ کام بھی لیتے جاتے ہین - اگر اضداد قائم نہوتے ہماری پیش نظر دنیا اس
قرینیہ اور ہیرہ پر نہوتی بلکہ اس کی کچھ اور ہی صورت ہوتی تعرف الاشیاء باضدادھا
سے ہم کو یہی نتیجہ ملتا ہے کہ اجتماع اضداد کے ذریعہ سے ہم عمدہ عمدہ کام کرسکین ملاحظہ
فرمایا جاوے کہ صرف ایک ریل کا انجن جس مین اجتماع اضداد تعدیل کے ساتھ ہوا ہے
یعنی آب و آتش کس طرح عمدہ کام دیتا ہے اور خود ہمارا وجود عنصری جو اضداد سے مجتمع
ہے کیا کیا رنگ دکھاتا جاتا ہے - الغرض کل صفات متضادہ کا ظہور بحکمت بالغہ حضرت
احدیت جلت عظمتہ عالم ایجاد بضرورت خاص فرمایا گیا ہے اگر حضرت انسان مین
ایک ہی صفت نسیان ہوتی تو صفات متضادہ کے ظہور کی کوئی ضرورت ہی نہوتی
کیونکہ صفت نسیان جس کا غایت کمال قطع تعلقات کلیہ و اسقاط اضافات اعتباریہ
ہی صفات متضادہ کے افعال و اعمال کے ظہور کی مانع و متعرض ہوجاتی اور صفات
متضادہ کے مظاہر اور اون کے افعال و اعمال ہرگز ظاہر نہوتے اور قدرت قادر قدیر
علی الاطلاق مطلق سے مقید ہوجاتی جو خلاف شان قدرت مطلقہ احدیت مطلقہ
تھی کیونکہ قدرت مطلقہ کبھی محصور و مقید نہین ہوسکتی مرتبۂ اطلاق و تقید دونون مین اس کا
کمال ذاتی ظاہر ہونا ضرور ہے اور انسان دونون کے ظہور کا واسطہ و آلہ بڑا ہے بالجملہ

استفادہ نہین ہو سکتا جب تک ساتھ انسان کو عالم ایجاد مین بہت بڑا تعلق پیدا
ہے یعنی انسان اوس سے کبھی ایک ذرہ نہین ہو سکتا ورنہ امور تمدن سے وہ کوئی
حصہ نہین لے سکیگا اس کے بعد آپ کو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ صفت انس
جو حضرت انسان مین رکھی ہوئی ہے کیون ہے واضح ہو کہ عقل سلیم اس موقع پر یہ بات بتاتی
ہے اور ہمین یقین دلاتی ہے کہ اس صفت انس سے قدرتی مقصود یہ ہے کہ اولاً
افراد انسانی مین اس جلیل صفت کے ذریعہ سے ایک ہیئت اجتماعی پیدا ہو اور اوس کے
بعد ایک دوسرے سے فیض و مدد لے کر اپنی جسمی اور عقلی قوتون سے عالم ایجاد و
اختراع مین اپنی محتاج الیہ معاشرت کو اون جائز طریقون سے جو خلاف شرافت انسانی
نہون اور جن کو شارع وقت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظاہر فرمادیا ہے درست کریں جس کے
بعد وہ اپنے فطری کمالات و ملکات روحی کے وسیع میدان مین قدم رکھنے کے قابل
ہو سکین یعنی تہذیب اخلاق و روحی شایستگی کا سبق پڑھین اور اپنے خالق یعنی ہمتا
حکیم و قدیم جلت عظمتہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کر کے اوس کی خالص توحید کا اعتراف
اور اوس کے احکام بجا لائین اور یہ ظاہر ہے کہ جب معاشرت ہی درست نہوگی تو
انسان عبادات کی طرف خالصاً لوجہ اللہ متوجہ ہو سکتا ہے اور نہ تہذیب اخلاق و
شایستگی روحی کی جانب رخ کر سکتا ہے کیونکہ انسان کو قرار و دلجمعی اوسی وقت حاصل
ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے حسن معاشرت سے حسب قابلیت بے فکری و
آزادی حاصل کرے ورنہ تشویش انسان کچھ بھی نہین کر سکتا تاہم اگر اوس نے

توجہ بھی کی تو کسی صحیح خیالات بنیاد پر تصور نہیں ہو سکتی جو اسے آنکہ ۵

شب چو عقد نماز بر بندم	چہ خورد بامداد فرزندم
اے گرفتار پائے بند عیال	دیگر آزادگی مبند خیال

بلکہ اوس کا انتشار طبیعت اوسے بڑے بڑے مہالک مین پہنسا کر رسوا و خراب کر دیتا

ہے یعنی جو بیشتر افعال قبیح انسان سے ظہور مین آتے ہین اکثر اوس کی وجہ وضیعہ

یہی ہے کہ وہ اپنی ناکامیابیون اور نارسائیون پر جو اس کے حسن معاشرت مین

مدد نہ و تسکین محزون و مغموم ہوکر مرتکب افعال قبیح ہو جاتا ہے اور ننگ و عار عفت

و شرافت انسانی کے فاخرہ خلعت کو تہ کر کے رکہہ دیتا ہے اور الضرورۃ تبیح

المحظورات کا پورا مصداق بن جاتا ہے جس کے بعد وہی افعال قبیح اوس کے

پیارے اور عزیز دست و پا و گردن کے سلاسل و طوق ہو جاتے ہین اور بڑی بڑی

سزائین بھی بھگتا کرتا ہے پس جب تک کہ ایک دوسرے کو مدد نہ دین اور اپنے انس

فطری کا برتاؤ نہ کرین ممکن نہیں کہ ہر انسان اپنی ذاتی قوت و ہمت سے اپنے معاشرت

کی شکستہ کشتی کو درست کر کے اس بحر تمدن مین چلا سکے اور اسی بنا پر انسان کو

مدنی الطبع کہتے ہین اور واقعی اوس کو بغرض تمدن مجموعی قوتون کی بیحد مدد درکار

ہے ورنہ کوئی انسان خواہ گدا ہو یا بادشاہ تدبیر منزل و سیاست مدن و تہذیب اخلاق

کے امور اہمہ مین حسب دلخواہ ہرگز کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ الغرض انس بھی عجیب

غریب گوہر ول آویز ہے کہ کوئی فرد افراد انسانی سے اس سے خالی نہیں ہے کہ

اوس سے کے تاج فضیلت مین یہ گوہر بے بہا ٹنکا نہین ہے اور نہ کوئی فرد انسانی ایسی ہے کہ اوس کی چمکتی ہوئی روشنی مین اپنے مماثل افراد کے ساتھہ نیک برتاؤ نہ کرسکے بشرطیکہ وہ ذرا اس انمول گوہر کو جنبش دے اور کیون نہو کہ قدرت نے اوسے اسی غرض سے خلق کیا ہے اگر غور کیا جاے تو واضح ہوگا کہ مرتبہ لاتعین سے لے کر مرتبہ آخرین جامعیت حضرت انسان تک اسی کا ظہور و شہود ہے

شعر

چیست آدم چیست حوا عشق بس	گرچہ آید صد ہزاران پیچ و لیس

شعر

جہان عشق است و دیگر زرق سازی	ہمہ بازی است الا عشق بازی

چنانچہ عشق حقیقی اپنے خوش لہجے مین پکار پکار کر یہین یہ سنا رہا ہے

غزل

عشقم کہ در دو کون مکانم پدید نیست	عنقاء مغربم کہ نشانم پدید نیست
چون آفتاب در رخ ہر ذرہ ظاہرم	از غایت ظہور عیانم پدید نیست
زابرو و غمزہ ہر دو جہان صید کردہ ام	منگر بدان کہ تیر و کمانم پدید نیست
چون ہرچہ ہست در ہمہ عالم ہمہ منم	مانند در دو عالم ازانم پدید نیست
گویم بہر زبان و بہر گوش بشنوم	وین طرفہ ترکہ گوش و زبانم پدید نیست

اسی کی بدولت انفس و آفاق مین ارتباط و اختلاط پیدا ہوا اور اسی کی بدولت یہ سب مختلف حجاب ظہور و بطون کے نظر آنے لگے اور اسی کی وجہ سے عاشق و معشوق شاہد و مشہود مین مناسبت کلی پیدا ہوئی اور اسی کے سبب سے عابد و معبود۔ رازق و مرزوق

مین نسبتین قایم ہوئین - جب پہلے پہل دریاے عشق کو ناگہان جنبش ہوئی اور حضرت عشق نے بیتاب ہوکر اپنے دلربا جلوے عالم ظہور مین لانے جانے کی خواہش ظاہر کی تو معشوق حقیقی نے اوس کی تسکین کے لیئے ایک تجلی[۵۱] کی دریاے عشق نے جوش کہایا اور فوراً آئینہ وحدت ذاتی معشوق حقیقی اپنے اعتبارات وکمالات اجمالی کے ساتہہ آراستہ ہوکر سامنے کہڑا ہوگیا - معشوق حقیقی نے اُس مین اپنا جمال جہان آرا ملاحظہ فرماکر محیط عشق کی طرف دیکہا - چونکہ محیط عشق کو اس تجلی اجمالی سے پوری تسکین وتسلی نہین ہوئی تہی اور ظہور ذات کمالات تفصیلی کا متقاضی تہا تو اُس نے پہر اپنی بیتابی وبے قراری ظاہر کی معشوق حقیقی نے بمقتضاے مشیت ازلی پہر ایک تجلی[۵۲] بلافصل کی - فوراً آئینہ الوہیت مطلقہ معشوق حقیقی باتصاف صفات تفصیلی ذاتی آراستہ ہوکر سامنے آیا معشوق حقیقی نے اپنے حسن ازلی کو بالتفصیل اوس آئینہ مین ملاحظہ فرماکر پہر محیط عشق کی طرف دیکہا لیکن محیط عشق کو پہر بہی تسکین وتسلی نہوئی - اور اپنی بیتابی وبے قراری ظاہر کی معشوق حقیقی نے بتقاضاے مشیت ازلی مراتب خارجی کے ظہور کے لیئے بلافصل پہر ایک تجلی[۵۳] فرمائیہ خارجی مین کی دریاے عشق جوش

---

[۵۱] وجود - علم - نور - شہود ۱۲

[۵۲] حیات[۱] - علم[۲] - ارادہ[۳] - قدرت[۴] - سماعت[۵] - بصارت[۶] - کلام[۷] یہ صفات سبعہ باری تعالی شانہٗ ہین ۱۲

[۵۳] یہ بات یاد رہے کہ یکے بعد دیگرے تجلیات کے ہونے کی نسبت جو بیان کیا گیا ہے اوس سے مراد تقدم وتاخر زمانی نہین ہے بلکہ رتبی ہے بغرض تفہیم بیان کی گئی ہین ۱۲

کہنا کہ [illegible] بلنے لگا اور مراتب خارجی کی سب پے در پے موجین اٹھنے لگین پہلے جو موج آئی
اوس سے ارواح بسیط ظاہر ہو گئے۔ اور جو دوسری آئی اوس سے مثالی صورتین قائم
ہو گئین اور جو تیسری آئی اوس سے اجسام پیدا ہو گئے بمصداق ان ربکم اللہ الذی
خلق السموات والارض فی ستۃ ایام یعنی کل کائنات کا انتظام ہو گیا لوح و قلم
عرش و کرسی جنت و دوزخ حور و ملک جن و پری زمین و آسمان جمادات نباتات حیوانات
پیدا و ظاہر ہو گئے کن فیکون سے خوشنما و دلفریب جلوے اپنی اپنی صورت و رنگ
اور خوشنما منظر سمان دکھانے لگے۔ وجوب و امکان کا اقتضا پورا ہوا۔ عاشق و معشوق
مین راز و نیاز کی جلوہ آرائیان ظاہر ہونے کا وقت آن پہنچا قدرت منظور یزدانی کا مقصود
تھا کہ عشق حقیقی کی پوری تصویر عالم اجسام مین کھینچی جاے اور ظہور کمالات ذاتی کی
ایک جگہ تکمیل ہو لہذا قدرت پر حکم ہوا کہ جلد جلد ایک آئینہ مظہر ذات تیار [illegible] سے
بمنزلہ آئینہ رونما کے جس کی ایک جانب مصفا ہو اور دوسری مکدر تاکہ [illegible] وجوب و ظ[illegible]
امکان دونون سے اوسے تعلق رہے اور حد برزخی جو حقیقت انسانیہ واقع ہوئی
ہے اوس کا پورا نقشہ اس آئینہ مین اوتار لیا جاے اور وہ مظہر تام [illegible] تقابل
وحدت [illegible] کا [illegible] اور حدوث و قدم کے جلوے [illegible]
بلا آمیزش باہمی بمصداق مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان قدرت
پس قدرت نے بمقتضاے تقدیر ازلی جھٹ پٹ ایک مٹھی [illegible] اور [illegible]
تسنیم کے پاک و مصفا پانی کے چھینٹے دے دے کر اپنے ہاتھون سے او[illegible]

خوب گوندھا اور پھر نہایت سرعت کے ساتھ آدم کا پتلا بنایا اور قلب صنوبری کو شراب عشق مین خوب خمیر کر کے اوسکے پہلو سے چپ مین رکھا اور تمامی کمالات ظاہری و معنوی - علوی و سفلی سے اُسے پُر کیا - جب آدم کے پتلے کی پوری تکمیل اور اُس کا تسویہ ہوا تو منبع فیاض اول روح الروح سے ایک شایستہ کامل روح انسانی سے کر حضرت آدم کے پُتلے مین تارک کی راہ سے پھونک دمی اور قلب صنوبری کو اُس کا حامل و مرکب بنایا اور نور محمدی کا مبارک و روشن ستارہ اُسکے ماتھے پر جلوہ گر کیا اور اُس کو مسجود ملائک فرمایا تا اوس کی بزرگی و شرف تمامی مخلوقات پر ظاہر ہو اور اُس کی تعظیم و تکریم کرین شعر

چون ملائک ناگہان دیدند آن حسن و جمال		سجدہ ہا کردند با ہم یکدگر شاکر شدہ

شعر

ملک در سجدۂ آدم زمین بوس تو نیت کرد		کہ در حسن تو چیزے دیافت غیر از طور انسانی

رباعی

در آئینۂ عشق کہ آدم پیدا است		حوا پسرا خوب نگر عکس خدا است
آن راست بود چپ کہ نماید از عکس		در آئینہ بین عضو چپش راست نما است

روح اندر جاتے ہی تڑپی فوراً تنفس جاری ہو گیا - خلد برین کی ٹھنڈی ٹھنڈی اور دل آویز و مفرح قلب ہوا آدم کے دل و دماغ کو راحت پہونچانے لگی قدرت نے آواز دی کہ قُم باذن اللہ آدم کا دل کھِل گیا آپ کو عطسہ کی تحریک ہوئی فوراً آپ بہ اعتراف مرتبہ

عبودیت و تحمید رب العزت یعنی الحمد للہ رب العالمین کہکر اوٹھہ کھڑے
ہوے چل نکلے فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی کے یہی معنی ہین حضرت
خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ بہ پیرایہ دیگر اسی مقام کے متعلق فرماتے ہین **غزل**

دوش دیدم کہ ملائک در میخانہ زدند
گل آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند

ساکنان حرم ستر عفاف ملکوت
با من راہ نشین بادہ مستانہ زدند

شکر ایزد کہ میان من و او صلح فتاد
حوریان رقص کنان ساغر شکرانہ زدند

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ
چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

نقطۂ عشق دل گوشہ نشینان خون کرد
ہمچو آن خال کہ بر عارض جانانہ زدند

ما بصد خرمن پندار ز رہ چون نرویم
چون رہ آدم خاکی بیکے دانہ زدند

آتش آن نیست کہ بر شعلۂ او خندد شمع
آتش آن است کہ در خرمن پروانہ زدند

کس چو حافظ نکشید از رخ اندیشہ نقاب
تا سر زلف عروسان سخن شانہ زدند

الغرض جب آدم اوٹھے تو پھر قدرت نے آپ کو حکم کیا کہ اب بہشت کی
خوب سیر کرین اور نعمات بہشت سے متلذذ ہون مگر درخت گندم کے پاس نہ
جائین۔ پس آدم صفی اللہ علیہ السلام بہشت کی سیر کرنے لگے اور نعمات بہشت
سے متلذذ۔ چونکہ قدرت لم یزلی کو مطلوب تہا کہ دنیا مین انسانی نوعیت قائم کیجائے
اور انسانی درخت پہلے پہوسلے۔ پھلے اور ایک آئینہ مظہر تامہ سے لاتعدد

صفحہ ۹۶ کے ۱۲ سطر کے بعد یہ نظم پڑھی جائے۔

نظم

چندی روزی کہ پیش از روز و شب — فارغ از اندوہ و آزاد از طلب

متحد بودیم با شاہ وجود — حکم غیریت بہ کلی محو بود

بود اعیان جہان بے چند و چون — ز امتیاز علمی و عینی مصون

نے ز لوح علم شان نقش ثبوت — نے ز فیض خوان ہستی خوردہ قوت

نے ز حق ممتاز و نے از یکدیگر — غرقۂ دریاے وحدت سر بسر

ناگہان در جنبش آمد بحر جود — جملہ را در خود ز خود با خود نمود

امتیاز علمی آمد در میان — بے نشانی را نشانی شد عیان

واجب و ممکن ز ہم ممتاز شد — رسم و آئین دوئی آغاز شد

بعد ازان یک موج دیگر زد محیط — سوے ساحل آمد ارواح بسیط

موج دیگر زد پدید آمد ازان — برزخ جامع میان جسم و جان

پیش ازان کز زمرۂ اہل حق ست — نام آن برزخ مثال مطلق است

موج آخر آدم است و آدمی — گشتہ محروم از مقام محرمی

ہر مراتب سر بسر کردہ عبور — پایہ پایہ ز اصل خود افتادہ دور

چون نگردد زار مسکین زین سفر — نیست از وے ہیچکس مہجورتر

نے کہ آغاز حکایت میکند — وز جدائیہا شکایت میکند

کز نیستانیکه در وے ہر عدم | رنگ وحدت داشت با نور قدم

تا بہ تیغ فرقتم ببریدہ اند | از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

کیست مرد اسماے خلاق ودود | کان بود فاعل در اطوار وجود

چیست زن اعیان جملہ ممکنات | منفعل گشتہ ز اسما و صفات

چون ہمہ اعیان و اسماے قصور | دارد اندر مرتبۂ انسان ظہور

جملہ را در ضمن انسان نالہ ہاست | کہ چرا ہر یک ز اصل خود جداست

شد گریبان گیرشان حب الوطن | این بود سر نفیر مرد و زن

گر کسے گوید کہ کامل واصل است | واصلان را قرب جانان حاصل است

فرع ایشان متصل گشتہ باصل | جان ایشان بہرہ ور گشتہ ز وصل

پس ز مہجوری حکایت بہر چیست | وز جدائیہا شکایت بہر چیست

خوش نباشد گنج قارون در بغل | خویش را در مفلسی کردن مثل

خوش نباشد دامن یوسف بکف | زار نالیدن چو یعقوب از اسف

گویم آرے لیک وصل بر کمال | باشد اندر نشاء دنیا محال

تا بود باقی بقایاے وجود | کے شود صاف از کدر جام شہود

تا بود پیوند جان و تن بجا | کے شود مقصود کل برقع گشا

تا بود غالب غبار جسم و جان | کے توان دیدن رخ جانان عیان

بے فناے کل و بے جذب قوی | کے حریم وصل را محرم شوی

این سعادت روی بنماید بکس | جز پس از عمری که آنهم یک نفس
چون پس از عمری بتو آورد رو | زود تر از برق خاطف بگذرد
تشنهٔ را گر ز دریا قطرهٔ | در دل آید بلکه بر لب قطرهٔ
خاطر او کی شود زان قطره خوش | کی برواز جانش آن قطره عطش
بلکه چون آن قطره بر لب آیدش | تشنگی بر تشنگی افزایدش
چون رسد از تشنگی جانش بلب | گر کند شور و شغف نبود عجب
باخود آن گوید که هست این ماجرا | سرگذشت عاشقان در ما مضی
خود چه خوشتر زانکه عاشق پیش یار | نالد از غم های هجران زار زار
او چو بلبل در فغان و در خروش | یار چون گل پیش او بنهاده گوش
بر کشد آه و فغان کی نازنین | هجر تو با من چنان کرده چنین
عمرها رنج و بلا بر من گماشت | خاطر ریش و دلم افگار داشت
هر زمان عالم دگرگون بود ازد | سینه پر غم دیده پر خون بود ازو
این و مثل این حکایات دراز | پیش او گوید ز حال خویش باز
باخود آن گوید که هست این گفتگو | از برای غافل بی راه رو
میکند سیراب را و اضطراب | تا کشد لب تشنگان را سوی آب
خواهی این معنی شود بر تو عیان | مالی لا اعبد از قرآن بخوان
بنده مستغرق اندر بندگی | میکند ظاهر ز خود شرمندگی

که چرا از بندگی سر می کشم — رخت زین منزل فراتر می کشم

میکند تعریض آن مستکبران — که بر ایشان بندگی آمد گران

تا ز راه بندگی آگاه شوند — بگذرند از بی رهی آن ره روند

همچنین واصل نشسته پیش یار — میکند از هجر نالشهای زار

تا شود محجوب و محرم از وصال — واقف از هجران پر رنج و ملال

روی برتابد ز نزول احتجاب — زود بشتابد بسوی حسن المآب

خیز جامی بال همت باز کن — سوی ذکر اصلیت پرواز کن

طوطی شیرین مقالی تا بچند — باشی اندر حبس زاغان پای بند

بودی عمری با گروه طوطیان — شکرستان های قدسی آشیان

با شکر خایان هم آوا بوده — شکر افشان و شکر خا بوده

منزل اصلی فراموشت شده است — کربت غربت هم آغوشت شده است

دل ز یاران کهن ببریده — دامن از اهل صفا برچیده

وقت شد کز دوستان یاد آوری — رخت سوی منزل اصلی بری

پای تا قاصد از شد آمد پی کنی — قصه پیغام و نامه طی کنی

جا کنی در کلبهٔ نابود خویش — رو نهی در قبلهٔ بهبود خویش

بادی از جان یکدل و یکرو شوی — بلکه خود را محو سازی او شوی

در بقای او شوی فانی تمام — باقی جاوید باشی والسلام

لاتحصی آئینے بنین اور ہر ایک آئینہ مین کمالات وشیونات ذاتی کے مختلف جلوے
اس انتشار کون وفساد مین باختلاف طبائع افراد انسانی مشاہدہ کیجائین حضرت
آدم علیہ السلام کے صفت اُنس فطری کو جو ودیعۃً رکھی گئی تھی دفعۃً تحریک ہوئی -
آپ تنہائی سے گھبرائے اور خدائے قادر ذوالجلال والاکرام سے التجا و دعا
کی کہ کوئی ہم مذاق وہم جنس وہم صحبت وہم مشرب نصیب ہوتا باہمی اختلاط وارتباط سے
رنج تنہائی دفع ہوسکے قدرت کو تو یہی مقصود تھا آپ کے پہلوے چپ سے
حضرت حوا ظاہر ہوئین حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کیا
رنج تنہائی دور ہوا - باہمی ربط وضبط سے چین سے گذرنے لگی رباعی

دل در طرف چپ است حوا زان سو	آمد بلباس دلبری از پہلو
پس بو البشر است تن دل ام البشر ست	در باب حقیقت تن و دل زان دو

آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پھر بھی اُنس فطری نے بہشت مین چین سے
رہنے نہ دیا ظہور کمالات ذاتی متقاضی تھا کہ اُنس فطری کا اور بھی دائرہ وسیع ہو صفت
اُنس نے لباس نسیان پہنکر حضرت آدم علیہ السلام اور حوا پر غلبہ کیا - با وصف امتناع
قطعی بمصداق یا آدم اسکن انت وزوجك الجنۃ وكلا منها رغدا حيث
شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين حضرت آدم علیہ السلام اور
حوا نے درخت گندم سے دو دو دانہ کھا لیئے اس خطائے اضطراری سے رحمت
لم یزلی نے بپیرایۂ عتاب مین بمصداق فاخرجهما مما كانا فيه ان ہر دو ذوات

مقدسہ کو خلد بریں سے خارج کر کے اس دنیا میں پھینک دیا فوراً نسل آدم کی ترقی شروع ہو گئی توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ دنیا میں نسل آدم کی بیل پھیل گئی کمالات ذاتی کے مختلف جلوے نظر آنے لگے مقصود قدرت لم یزلی پورا ہو گیا اور قصہ تمام ہوا شعر

روزے کہ بود م یا یار جانی		رسید ائی گشتہ قصہ تمامی

محقق نہ ہے کہ حُبِ ذاتی کی دلربا تصویر کو افراد انسانی سے کوئی فرد کھینچ سکتا ہے اور نہ افراد ملکی سے کوئی فرد اوسکی شبیہ اُتار سکتا ہے اور جس قدر کہ کہا اور سُنا صرف اپنی تسکین کے لیے ہے نہ بغرض تکمیل و تتمیم اظہار صور حب ذاتی معشوق حقیقی کہ یہ محال ہے شعر

قلم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوز دم درکش		حسن این قصۂ عشق است و در دفتر نمی گنجد

اس موقع پر ایک یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نسیان۔ نسیان محمود تھا نہ مذموم۔ اور آپ کی خطا خطائے اضطراری تھی نہ عمد۔ اللہ جلشانہ نے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذوات مقدسہ و نفوس مبترکہ کو گناہاں کبیرہ و صغیرہ کے عمداً صادر ہونے سے محفوظ و مصئون کر رکھا ہے اور بعض انبیا علیہم السلام سے جو خطا و زلات صادر ہوئی ہیں وہ تاویلات نیک سے متعلق ہیں اور اس میں بڑے بڑے حکم بالغہ اور مصالح راسخہ ایزدی مستتر ہیں۔ پس ہر مومن و مسلم کا فرض ہے کہ ایسے مواقع و محال میں تاویلات نیک سے کام لیں جس طرح محدثین اور فقہا نے بتایا ہے فافہم۔ الحاصل اس بیان سے معلوم ہوا

کہ پہلے پہل انس ونسیان کے عملی نتائج سے جسکو حصّہ ملا ہے وہ جناب حضرت
ابو البشر آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہین حق تعالیٰ فرماتا ہے ولقد عھدنا الی آدم
من قبل فنسی ولم نجد لہ عزما اس نسیان اضطراری کے ظاہر ہونے کے بعد جب آپ متنبہ
ہوئے تو برسون خدا کی درگاہ مین عجز والحاح کی اور اوسکی تسبیح وتہلیل مین مستغرق رہے اور
انوار مرتبۂ الوہیت مین منہمک اور نسیان اختیاری محمود کو اختیار فرمایا جب کہین جا کے
آپ کو نجات ملی یہ کل مصلحتین آفریدگار عالم کی تھین - چونکہ قدرت لم یزلی کو مقصود یہی
تھا کہ اُنس ظاہری سے نسل آدم پہلے اور اُنس معنوی سے جو نسیان محمود کے
ساتھہ تعبیر کیا جاتا ہے بقطع تعلق خلق اوس خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف بھی رجوع
و مستغرق رہین اور اوسکی یکتائی کے انوار سے اُن کی اولاد کا دل بھی روشن ہو اور کدورت
آئینۂ قلب دور ہو سکے لہذا یہ دونون صفتین آپ کی اولاد مین بھی ودیعۃً رکھہ دیگئین
اگر انبیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام مین صفت اُنس نہ ہوتی تو وہ کیونکر اپنی امت کو
شفقت ورحمت کے ساتھہ ظاہری ومعنوی ہدایت وتعلیم فرما سکتے اور اگر صفت
نسیان نہوتی تو کس طرح بقطع تعلق خلق اللہ ایک وقت اور مرتبۂ خاص مین اپنی ذات
وصفات کو فنا کر کے اوسکی دولت دید سے مشرف وکامیاب ہو سکتے عجب قدرت
کاملہ ہے کہ انس ظاہری سے تو نظام کارخانۂ عالم بندھا رہتا ہے اور اُنس معنوی سے
جو نسیان محمود کے ساتھہ تعبیر کیا جاتا ہے دولت دید جمال معشوق حقیقی نصیب
اور تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے جس سے قلب مطمئن ہوجاتا ہے یعنی لیطمئن قلبی

کے حقیقی معنی اُس پر منکشف ہو جاتے ہین فافہم و لاتنکر الغرض جب یہ گوہر اُنس انسان کے تاج فضیلت مین ٹنکا ہوا ہے تو مین کسی قدر اُسکی حقیقی تعریف بھی بیان کرنا چاہتا ہون تا معلوم ہو سکے کہ وہ کیا چیز ہے اور کس ذریعہ سے اس صفت جلیلہ کو تحریک ہوتی ہے اور اُسکو کام مین لانے کے طریقے کیا ہین۔

واضح ہو کہ اُنس ایک قوت فاضلہ ہے جو قلب انسان سے ناشی ہوتی ہے اور یہ ایک ایسی وجدانی کیفیت ہے کہ جملہ کیفیات و وجدانیات دل پر اُسے شرف خاص حاصل ہے اور اس شرف خاص کی وجہ سے وہ بمنزلہ ایک اولوالعزم بادشاہ کے ہے جسکے حکم کو کوئی روک نہین سکتا جیسے کل اعیان و ارکان سلطنت بادشاہ کے حکم کے مطیع و محکوم ہو جاتے ہین اُسی طرح جب اس جلیل قوت کی دل مین تحریک ہوتی ہے تو کل قوتین مغلوب اور وہ غالب ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی اُس کے ایک دوسری قوت کی دل مین تحریک ہوتی ہے جس کو ہمدردی و غمخواری کے ساتھ تعبیر کرتے ہین گویا اُنس مظہر ہے اور درد اُس کا مظہر و مقصود و نتیجہ ہے اور یہان پر ایک باریک وجدانی امتیاز ہے جو ایک دوسرے کو تمیز کرتا ہے ورنہ در حقیقت دونون ایک ہی ہین کیونکہ یہ تو بدیہی امر ہے کہ جہان اُنس نہین ہے وہان درد بھی نہین ہے اور جہان انس ہے وہان درد بھی ضرور ہے۔۔ الحاصل یہ ایسا جوہر لطیف ہے کہ جسکے عملی نتائج کے ذریعہ سے انسان بمقابل نسیان پہلا شرف حاصل کر سکتا ہے اِسی بنا پر حضرت سید العارفین خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین شعر

ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیان		درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

واضح ہو کہ تکمیل مراتب اُنس سے انسان موسوم بانسان ہوتا ہے اور تکمیل مراتب نسیان سے موسوم بانسان کامل ہوجاتا ہے۔ بالجملہ حضرت انسان مین یہ ایسی اعلیٰ واشرف قوت رکھی گئی ہے کہ جب حد اعتدال سے تجاوز کر جاتی ہے تو عشق کے نام سے پکاری جاتی ہے اور عشق مجازی سے عشق حقیقی کے درجہ تک پہنچادیتی ہے جس کا ذکر اجمالاً بضمن تعریف مرتبۂ نسیان ہو چکا ہے جو حضرت انسان کی آفرینش و ظہور کی علت غائی اور اُسکے عروج کمالات روحی کا آخری نتیجہ ہے۔

اب مین یہان سے کسی قدر مدارج انس بھی بیان کرنا چاہتا ہون تا اس کی کیفیت بھی بخوبی معلوم ہو سکے۔

واضح ہو کہ مدارج انس[۱] تین قسم کے ہین ادنیٰ۔ اوسط۔ اعلیٰ یعنی معرفت[۱] محبت[۲] عشق[۳] اسکی صراحت یہ ہے کہ جب کسی کو کسی کے ساتھ معرفت حاصل ہوتی ہے تو اُس کے دل مین اُس کی جانب سے ایک تعلق خاص پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنی پاک نظری سے اُس کی جانب نظر کرتا ہے یعنی بعد معرفت حتی الامکان اُس کی ذلت

[۱] واضح ہو کہ مدارج انس پانچ قسم کے قرار دئے گئے ہین یعنی معرفت[۱] محبت[۲] خلت[۳] ولہ[۴] عشق[۵] اور ہر ایک درجہ بسبب تفاوت تعلق قلبی درجہ اول سے ثانی پر اور ثانی سے ثالث پر اور ثالث سے رابع پر اور رابع سے خامس پر ترقی کرتا گیا ہے لیکن ہم نے بنظر طوالت بیان یہان پر مراتب و مدارج ثلاثہ معروفہ پر ہی اکتفا کیا ہے فافہم وتامل

دخواری کو پسند نہین کرتا - بس یہ امر محض نتیجہ ہے اُسی صفت انس کا جو اُس کے
دل مین اُس کی جانب سے پیدا ہوئی ہے اور جب کسی کو کسی کے ساتھہ محبت ہوتی
ہے تو اُس کے دل مین اُس کی جانب سے بعض وقت جوش بھی پیدا ہوتا ہے یعنی
ایک تصور خاص بندھ جاتا ہے لیکن وہ تصور وہ جوش ہر وقت قائم نہین رہ سکتا چنانچہ
اِس کا تجربہ بھی آپ کو ہوا ہوگا یہ بھی اُسی صفت انس کا نتیجہ ہے - اور جب کسی کو
کسی کے ساتھہ عشق ہوتا ہے تو جوش دوامی اُس کے دل مین پیدا رہتا ہے
یعنی کسی وقت اور کسی حال مین اُس جوش وخروش سے وہ خالی نہین رہ سکتا - اور ایک
آگ اُس کے دل مین بوسیلہ وجذبۂ عشق لگی رہتی ہے کہ سوائے تصور معشوق
کے تمامی تصورات وتخیلات وتعلقات کو جلا دیتی ہے اور اسی بنا پر فرمایا گیا ہے
العشق نار یحرق ماسوی المعشوق اور درجۂ آخر اُس کا انہماک واستغراق
تامہ ہے جس کے بعد وہ امتیازات حسی سے بری ہو جاتا ہے چنانچہ جب مجنون
سے پوچھا گیا کہ لیلی کہان ہے اوسنے جواب دیا کہ انا لیلی - یعنی اِس درجہ وہ لیلی مین فانی
ہو گیا تھا کہ خود لیلی بن گیا تھا اور جو قول وفعل لیلی کا تھا وہی مجنون کا بھی تھا - اور بالمعنی
کوئی امتیاز فیما بین لیلی ومجنون باقی نہین تھا الا بصورت متغائرہ ظاہریہ - یعنی بظاہر
کہنے کے لیے مجنون ولیلی موجود تھے چنانچہ جس وقت لیلی کی فصد کھولی گئی مجنون
کی فصد بھی خودبخود کھل گئی اور فوارہ خون اُڑنے لگا اس حادثہ سے عالم کو حیرت طاری
ہوئی - نیرنگی عشق مجنون نے ایک نیا تماشا کھڑا کر دیا اور اپنا رنگ دکھانے لگا شعر

تاکس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری		من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی

کا معاملہ نظر پڑ گیا۔ سبحان اللہ عشق بھی عجب جوہر لطیف و گوہر نورانی ہے کہ نہ کوئی وصف
اوصاف انسانی سے اُس کا مقابل ہو سکتا ہے اور نہ کوئی ملکہ ملکات بشری سے
اُس کا مماثل۔ اُس کی جھلکتی ہوئی روشنی مین انسان کہان سے کہان پہونچ جاتا ہے
جب عشق مجازی کی یہ کیفیت ہے تو عشق حقیقی کا کیا کہنا اور کیون وہ عاشق فانی کو
اعلیٰ مقام مین لے جا کر ٹھیرا نہ سکے اِس مقام پر اشہب خامہ ہوا ے عشق کی گرمی
سے بھڑک کر ہاتھ سے نکلا جاتا ہے کیا لکھون اور کیا عرض کرون کہ اِس گوہر پاک کی
کیا حالت ہے سینہ اُبلتا ہے دل تڑپتا ہے ہاتھ تھراتا ہے مگر طبیعت پر جبر
اور جوش دل کو روک کر جو کچھ لکھنا چاہتا ہون ذرا سماعت فرمایئے واضح ہو کہ جس کسی کو
عشق حقیقی کی نعمت لازوال مل گئی اُس نے دولت ابدی پالی۔ اور جس کسی کے
سر پر اُس نے اپنا ہاتھ رکھا رحمت الٰہی نے چتر بن کر اُس کو اپنے سایہ مین لے لیا
و انت حبیبی کا تاج اُس کے سر پر رکھدیا اور الفقر فخری کے روضۂ جاوید
سے ایک پھول توڑ کر اُسکے تاج فضیلت مین لگا دیا۔ یہ وہ محبوبۂ عشوہ گر جان پرور بلا کا
تیلا ہے کہ جو کوئی اُس کے تیغ ابرو سے زخمی دل ہوا دولت دیدہ کا مرہم کافوری
اُسکے زخم پر لگا دیا گیا۔ اور جس کسی کو اُس نے اپنے تیر نگاہ سے گھایل کر لیا اور
صفحۂ ہستی دنیا سے اُسے مٹا دیا شہادت کبریٰ اُسے نصیب ہو گئی اور دارین مین
اُس نے سرخروی حاصل کی شعر

چون شہید عشق ور دنیا و عقبیٰ سرخروست　　اے خوش آنساعت کہ او کشتہ زین میدان بخ

اسی بنا پر حدیث شریف مین آیا ہے من عشق وعف ثم کتم ومات مات شہیداً
جب اُسکی مبارک و نورجسم روح اس مرتبہ کے حاصل ہونے کے بعد اعلیٰ کا قصد
کرتی ہے اور اپنے مرکز اصلی پر جاکر ٹھیرنا چاہتی ہے تو ساکنان حرم قدس اُسے
لینے کے لیے بڑھتے ہین اور ملکوتیان خیر مقدم کی آواز بلند کرتے ہین اُدہر خلد برین
مشتاق ہوتی ہے کہ مین اس عاشق فانی و جان نواز و جان بخش کو آگے جاتے
نمودنگی اور اپنے آراستہ مکان کی اونچی مسند زرنگار کرسی پر بٹھا کر ٹھنڈی ہوا سے
اُسکی سوزش دل کو رفع کرونگی اور اپنے نشیمن مکان کو زائد الوصف رونق بخشونگی

شعر

مکان بنا ہے ترے لیے ذرا تو ٹھہر　　ابھی تو راستہ بڑی ہے نہین ہوئی ہے سحر

اور ایک طرف ہر ایک ڈالی درختان بہشت کی اُسکی تعظیم و تکریم کے لئے جھکی رہتی ہے
اور ہر ایک گل رنگا رنگ اُسپر نچہاور کرنے کے لیے تیار و شگفتہ ہوکر منتظر رہتا ہے
بہشت بریں کی نہرین جو شیرین اہالی ہین تا کہ اس کے وارد ہونے کی جگہ ہو شد معان کا
میلا کرین اور اپنی اُڑتی ہوئی موجون کا نظارہ دکہائین اور اُسکی ٹھنڈی ٹھنڈی فرح طلب
ہوا سے اُس کے دل پر حسرت کو تسکین دین اِدہر حوران بہشتی بناؤ سنگار کرکے اپنے
و مسند ہیں کا مکلل و مرصع لباس زیب بدن کئے حلہ بہشت آراستہ کرکے منتظر اُسکی آمد
بات کی ہوتی ہین کہ ہم اس عاشق فانی و شہید کو اپنی گودی مین اُٹھا لین گے اور اپنی ساعد سیمین

مقصود و مطلوب ہوتی ہین اور یہ چال بازیان و فسان سازیان نامحرمون کی کب پسند آتی ہین کہ راستہ مین کوئی اُسے لوٹ لے پس فور ارحمت معشوق حقیقی للکار کر کہتی ہے طوقوا طرقوا یعنی ہٹو الگ ہو کہ ابھی اس عاشق فانی و شہید کے حرم راز تک کوئی نہین آسکتا اور اُسکے دامن عفت و عصمت کو چھو نہین سکتا جب تک کہ ایک دو باتین ہم سے نہ ہو لین اُس وقت سب کے سب جھجک کر الگ ہو جاتی ہین اور تماشائی بن کر چو طرف سے تاکنے اور جھانکنے لگتی ہین کہ یہ کیا معاملہ ہے اور کیا راز و نیاز ہے -

سوال رحمت معشوق حقیقی واحد حمید بجانب عاشق فانی و شہید

اے بلبل شوریدہ دیوانہ تو لی یا ما — جویاے رُخ خوبی جانانہ توئی یا ما

از جملہ عاشق گذاری من عاشقی و بدنام — در درد فراق او دیوانہ توئی یا ما

آخر در تنفسہ و در خلوت شود تنہا — اے گوشہ نشین مست دیوانہ توئی یا ما

در فصل بہار و سے از عشق جمال او — با نعرہ و فریادی مستانہ توئی یا ما

عشق تو بجا بلبل اندر رگ و پے رفتہ — آن بادہ کو آنرا پیمانہ توئی یا ما

تو عاشق و من عاشق ہم درکش و حاضر باش — ورنہ بخدا امروز درخانہ توئی یا ما

گویند کہ گنجے ہست اندر دل ہر مستانہ — از بہر چنین گنجے دیوانہ توئی یا ما

اے عاشق فانی و نیاز مند و اے شہید خنجر ناز دورد مند دنیا مین تو تو نے بہت سی

تکلیفین اور مصیبتین اُٹھائین اب بتا کہ کہان ٹھہرنا چاہتا ہے آیا بہشت برین
مین رہنا پسند ہے جہان موتیون کے نشین مکان آراستہ ہین یاقوت کے اونچے
اونچے خوشنما قصر کھڑے ہین ہر ایک مکان کی قدرتی میناکاری اپنا دلفریب
جلوہ دکھا رہی ہے بلورین قندیلین اور جہاڑ آویزان ہین قدرتی فانوسون مین نور کی شمعین
روشن ہین شعر

زہے صفاے عمارت کہ در تماشائش		زدیدہ باز نگردد نگاہ از دیوار

فرش زمردین بچھا ہے الماس کی مسہریان سنوری ہوئی ہین نور کے پردے پڑے
ہین بہشتی اطلس اور مخمل کے تمگیرے تانے ہین زربفت کے شامیانے کھڑے
ہین نور کے خیمے استادہ ہین تخت بلورین بچھے ہین مرصع کرسیان جابجا قرینہ
قرینہ سے لگی ہین باغ آراستہ ہین پہلون کی خوشبو مہک رہی ہے درختان بہشت
میوے سے لدے ہوے اپنا جلوہ جدا دکہا رہے ہین نسیم قدرتی چل رہی ہے دل
دماغ کو تفریح بخش رہی ہے صباے دلکشا غنچون کو کھلا رہی ہے زمردین درختون
مین گلہاے رنگارنگ اپنا اپنا رنگ دکھا رہے ہین طایر نورانی اپنی خوش الحانی
سے دلکش قدرتی بولیان بول رہے ہین جانوران بہشتی کلیلین کر رہے ہین
زمردین دوب چر رہے ہین قدرتی ارغنون بج رہا ہے کوثر و تسنیم کی نہرین جاری
ہین دودہ اور شہد کی ندیان بہہ رہی ہین سنہری جام شراب طہور سے بھرے ہوے مرصع کشتیون
مین رکھے ہین ایک طرف طلائی صراحیان قدرتی برف پڑی ہوئی پانی سے بہری ہوی کافوری چوکیون

پڑی ہین عمدہ عمدہ خوشنما پھول جواہر کی چنگیریون مین رکھے ہوے ہین قدرتی
گلاب کیوڑہ عطر کے قرابے کھلے ہین جابجا طلائی گلدستے آراستہ کیے رکھے ہین
الوان نعمت کے دسترخوان بچھے ہین سنہری اور روپہلی منقش رکابیان رکھی ہوئی
ہین۔ طعام عمدہ وافر و شراب خوشگوار کی خوشبو سے مشام جان معطر ہوا جاتا ہے عجیب
دلفریب تفریح بخش جگہ ہے رغبت کے ساتھ ہی ہر قسم کا کھانا سامنے آجایا کرتا ہے
کوئی شخص بےجا فساد ہر ایک اپنے اپنے شغل مین ہے آزار و رنج کا نام نہین درد کا کام
نہین آسائش دست بستہ کھڑی ہے آرام حکم کا منتظر ہے ہر قسم کا نیا تماشا موجود ہے

شعر — شاہد موجود ہے

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد | کسے را با کسے کارے نباشد

حور و غلمان خدمت گذاری کے لیے کھڑے ہین اور اپنے دلربایانہ ناز و انداز سے
خوبصورت جلوے اور کرشمے دکھا رہے ہین حور مقصورات فی الخیام
کا پورا سمان بندھا ہوا ہے۔ خوبصورت اور کم سن پری زاد عورتین جن کی شرمگین
آنکھین اور نیچی نگاہین عاشقون کے دلون کو لبھانے والی اور انہین اپنا مفتون و
شیدا بنانے والی ہین۔ بہترین لباس پہنے ہوے موجود و مشتاق کھڑی ہین
یا خلوت سراے خاص مین معشوق حقیقی رہنا پسند ہے۔

جواب عاشق فانی و شہید نیم نگاہ رحمت معشوق حقیقی احد وحید

گر بیابی لب تربت ویرانۂ ما	بینی از خون جگر آب شدہ خانۂ ما
مرغ باغ ملکوتیم در این دیر خراب	میشود نور تجلی سے خود دانۂ ما
با احد در لحد تنگ بگوییم کہ دوست	آشنائیم تو ای غیر تو بیگانۂ ما
گر نکیر آید و پرسد کہ بگو رب تو کیست	گویم آنکس کہ ربود این دل دیوانۂ ما
شکر للہ کہ نمردیم و رسیدیم بدوست	آفرین باد برین ہمت مردانۂ ما

اے میری پیاری رحمت معشوق حقیقی میں اپنے معشوق حقیقی کے دیدار کا طالب ہوں نہ بہشت بریں و حوران بہشت کا راغب اسکی آتش فراق نے مجھے جلا کر خاکستر کر دیا اور اسکی وحدت ذاتی نے مجھے میں تغیر سے نہ پایا بھوک تھی نہ پیاس نہ نیند تھی نہ کسی کی آس خنجر غم سے سینہ چاک تھا جگر پارہ پارہ تھا دل کے ٹکڑے ہو گئے تھے خون بہاتا اشک آنکھوں سے جاری تھے کوئی یار تھا نہ غمخوار باغ میں دلچسپی نہ تھی نہ صحرا میں وحشت کی شعر

باغ میں لگتا نہیں صحرا سے گھبراتا ہے دل	اب کہاں لیجا کے بیٹھیں ایسے دیوانہ کو ہم

وحشت سر پہ سوار تھی دیوانہ وار پھرتا تھا کسی نے چپ کرا دیا تھا زبان پر ہائے وا ہو تھی لب پر آہ و فغان تھی منہ پر ہوائیاں چھوٹی تھیں ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے رنگ بستہ تھا چہرہ اداس تھا دل قابو میں نہیں تھا بیتابی و بیقراری دل تا نفس تغیر ...

نوحہ کی گت چھیڑ دے لیکن مین ضبط کرتا تھا دم کے دھاگون سے ہونٹ سیتا تھا بستر خار پر لوٹتا تھا سیل آنکھون سے ڈھلتا تھا دم گھٹتا جاتا تھا خنجر غم گلے پر چلتا تھا مرغ بسمل کی طرح تڑپتا تھا اور لبون پہ اشعار حسرت یاس جاری تھے۔ اشعار

لگا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی	رکے نہ ہاتھ ابھی ہے رگ گلو باقی
جو ذبح کرتا ہے بگڑ کھول دے مرے صیاد	کہ رہ نہ جائے تڑپنے کی آرزو باقی
فنا ہی سب کے لیے مجھ پہ کچھ نہیں موقوف	یہ رشک ہے کہ اکیلا رہے گا تو باقی

بستر خاک پر لوٹتا تھا پہلو پہ پہلو بدلتا تھا سر دھنتا تھا شعر

کہ بیمار محبت را سر وزانو بگرداند	مگر درد تو زین پہلو بآن پہلو بگرداند

غرض عجیب حال تھا نرالا رنگ تھا بے حد سختیان اُٹھائین بیشمار مصیبتین جھیلین عرصہ دراز تک کوہ و ہامون گھومتا رہا کبھی آبادی مین پھرا کیا اور کبھی ویرانہ مین پڑا رہا اور اکثر یہ شعر ورد زبان رہا شعر

نہ من بیہودہ گرد کوچہ و بازار میگردم	مذاق عاشقی دارم پےِ دلدار می گردم

کہین غبار راہ بنکر اوڑا کیا اور کہین بگولا بنکر خوب چکر آیا شعر

غبار راہ گشتم سرمہ گشتم توتیا گشتم	بچندین رنگ گشتم تا بچشمت آشنا گشتم

کوہ و ہامون میرے حال زار پر ترس کھاتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ کشتہ خنجر ناز کس ستمگر کا ہے اور یہ دلدادہ کس معشوق رنگین تن کا ہے قطعہ

پتہ بتا دے تو عاشق ہے کس کا اے جانی	بھبوت کیون ہے لگائے ہوے ذرا تو بتا

یہ رنگ تو نے اُٹھایا ہی کیون ہوا کیا ہے	نہ اپنے تن کی خبر ہے نہ جان کی کچھ پروا

درند و چرند میرے حال نا پر آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے اور میری مزاج پُرسی و عیادت کو چلے آتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ خیر تو ہے تجھے کیا ہوا ہے کسی درندہ کا خوف ہے اور نہ کسی چرندہ کا ڈر کیون اپنی جان شیرین پر کھیلا ہوا ہے جو اس صحراے لق و دق مین آپڑا ہے جہان آدم ہے نہ آدم زاد ایک طرف درختان صحرائی ایک پاؤن پر کھڑی ہوے حیرت کی نگاہون سے مجھے تکتے تھے اور چشم پُرنم سے قطرات آنسو گراتے تھے اور زبان حال سے یہ کہتے جاتے تھے **شعر**

ناوکِ ناز سے مشکل ہے بچانا دل کا	درد اُٹھ اُٹھ کے بتاتا ہی ٹھکانا دل کا

مجھے کسی کی کچھ بھی پروا نہین تھی کیونکہ مین نے تو پہلے ہی اپنی جان اس راہ مین نذر کردی تھی مجھے کسی کا خوف تھا اور نہ کسی کا خیال مین نے کسی کی طرف التفات نہین کیا اور نہ اپنی خستہ حالت و دیدۂ خونبار کی وجہ کا اظہار مہر سکوت زبان پر لگی تھی البتہ اس قدر تو ضرور کہتا تھا **شعر**

مرا در دلیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد	وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

اور اکثر یہ اشعار زبان پر جاری تھے **غزل**

با اینہمہ ناز و خوش ادائی	ناز د بتو شان دلربائی
در کورۂ عشق سبے غش آیم	صدرہ اگرم بیازمائی
مارا بتو خبر وفا نیست	چندانکہ تو بر سر جفائی

صد روز سیاہ دیدم از تو　　روزت سیہ اے شب جدائی

آتش بگرفت گریۂ من　　اے گریہ دادرس کجائی

اور جب اوس معشوق حقیقی کا فراق مجھے زیادہ ستاتا اور تڑپاتا تھا تو یہ اشعار بے اختیار زبان سے نکلتے تھے

غزل

اے نسیم سحر آرامگہ یار کجاست　　منزل آن مہ عاشق کش عیار کجاست

عاشق خستہ بدرد و غم ہجران تو سوخت　　ہیچ پرسی تو از آن عاشق غمخوار کجاست

شب تار است و رہ وادی ایمن در پیش　　آتش طور کجا وعدۂ دیدار کجاست

ہر کہ آمد بجہان نقش خرابی بیسند　　در خرابات بپرسید کہ ہشیار کجاست

آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند　　نکتہ ہا ہست دلی محرم اسرار کجاست

ہر سر موی مرا با تو ہزاران کار است　　ما کجاییم و ملامت گر بیکار کجاست

عقل دیوانہ شد آن سلسلۂ مشکین کو　　دل ما گوشہ گرفت ابروی دلدار کجاست

دلم از صومعہ و صحبت زاہد بگرفت　　یار ترسا بچہ کو خانۂ خمار کجاست

بادہ و مطرب و گل جملہ مہیا است ولے　　عیش بے یار مہیا نبود یار کجاست

حافظ از باد خزان در چمن دہر مرنج　　فکر معقول بفرما گل بے خار کجاست

اور جب آتش فراق زیادہ بہڑک اوٹھتی تھی اور دل تڑپتا تھا تو یہ اشعار پڑہ پڑہ کر دل مضطر کو تسکین و طمانیت دیتا تھا

غزل

عاشقان را درد و غم بسیار می باید کشید　　داغ یار و غصۂ اغیار می باید کشید

درد دل شب ہاے تار از اشتیاق روی یار	آہ سرد و نالہ ہاے زار می باید کشید
داد خواہی را کہ میخواہد ز سلطان داد خویش	انتظار بامداد یار می باید کشید
ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است	نازکی کے راست آید بار می باید کشید
حافظا چندین الم بارا او رایام فراق	بر امید وعدۂ دیدار می باید کشید

پس آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو ایسا دلدادہ جگر برشتہ دل خستہ ہوا ور اپنے معشوق حقیقی کی آتش فراق مین پیکر عنصری کو جلا کر خاک کر کے یہانتک پہنچا ہو وہ کیونکر بہشت برین مین ٹھیر سکتا ہے شعر

پابند نہ دوزخ و بہشت اند	این طائفہ را چنان سرشتند

اشعار

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا	سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا
دید لیلی کے لیے دیدۂ مجنون ہے ضرور	میری آنکھون سے کوئی دیکھے تماشا تیرا

غزل

گل بے رخ یار خوش نباشد	بے بادہ بہار خوش نباشد
طرف چمن و ہواے بستان	بے لالہ عذار خوش نباشد
رقصیدن سرو و حالت گل	بے صوت ہزار خوش نباشد
باغ و گل و مل خوش است لیکن	بے صحبت یار خوش نباشد
ہر نقش کہ دست عقل بندد	بے نقش نگار خوش نباشد

با یار شکر لب گل اندام	بے بوس و کنار خوش نباشد
جان نقد محقر است حافظ	از بہر نثار خوش نباشد

اب میری خواہش و تمنا یہی ہے کہ اپنے معشوق حقیقی کے خلوت سراے خاص کے کسی گوشہ مین ابدالآباد پڑا رہون اور اُسکے دیدار سے ہمیشہ کامیاب شعر

در بزم وصال تو بہنگام تماشا	نظارہ ز جنبیدن مژگان گلہ دارد

اس عرض جواب کے ساتھ ہی دریاے رحمت معشوق حقیقی جوش کھا کر اپنے خوش لہجہ مین یہ سناتا ہوا شعر

بے حجابانہ در آ از در کاشانۂ ما	کہ کسے نیست بجز درد تو در خانۂ ما

اُسے اپنے دلربا سیلاب سے بہا لیے جاتا ہے اسکے بعد ساکنان حرم قدس کو معشوق حقیقی کا حکم ہوتا ہے کہ اس تشنہ دریاے رحمت کو ہمارے خلوت سراے خاص مین پہنچا دو فوراً ساکنان حرم قدس دوبارہ اُسے دریاے رحمت مین خوب غوطے دے کر اپنے دلکش لہجہ مین یہ گیت گاتے ہوے۔

اے صورت عشق لایزالی	وے عکس جمال بے مثالی
اے رایحہ بوستان معنی	وے نفحہ گلستان الّا
اے آہوے مرغزار وحدت	وے باز شکارگاہ کثرت
خوش آمدی از سراے دنیا	اکنون بنشین تو خوش درین جا
از دولت دیدار جانی	حاصل کنی عمر جاودانی

اینجا نہ تعرض است و مانع	یک دید جمال ذات جامع
انیست لقاے یار جانی	انیست بقاے جاودانی
بیہوشئی عاشق سبکبار	در خلوے وادشش بخلوت یار
انیست مقام قطع کثرت	انیست مقام اوج وحدت

خلوت سراے خاص مین پہنچا دیتے ہین جسکے بعد معشوق حقیقی کا دربردہ یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اے عاشق صادق و فانی و شید یہانتک تیری رسائی کیسی ہوئی کس چیز نے تجھے یہانتک پہنچایا - یہ وہ مقام ہے جہان ملائک مقربین کا بھی دخل نہین ہے تو آدم زاد خاکی نژاد شہوات سے بہرا ہوا کیسے یہانتک پہونچ گیا - عاشق فانی و شید نہایت ادب کے ساتھہ بارگاہ معشوق حقیقی مین کھڑا ہوکر دست بستہ عرض کرتا ہے کہ اے میرے آقا میرے معشوق حقیقی تیرا فروغ جمال لم یزل و لایزال ہے دنیا مین تیرے عشق نے مجھے خوب تڑپایا جس حکمت بالغہ سے تونے میری روح کو قالب عنصری کی مملکت کی حکومت دیکر دنیا مین روانہ کیا اوس نے میرے عنصری پیکر کو تیری راہ مین خوب روندا - جس کا عمدہ نتیجہ آج مجھے ملا ہے میری دنیاوی زندگی آج چیز ہوئی کہ تیرے تقرب کی مجھے دوامی عزت حاصل ہوئی ہر چند میرا وجود عنصری تیری راہ مین چلنے سے مجھے باز رکہنا چاہتا تھا کہالت طبعی غلبہ کرتی تھی طبیعت مین ثقل پیدا ہوتا تھا ایک طرف دنیاوی تعلقات مجھے کھینچتے جاتے تھے طبعی خواہشین میری جان جدا مارتی تھین زن و فرزند و دوست احباب کی بے لیمعنی اور غیر مشروع دربایشین

تیری راہ مین سد ہونا چاہتی تھین لیکن چونکہ مجھے اپنا نتیجہ یاد تھا سو ذہن مین پیش نظر تھا تیری عظمت وجلال و وحدانیت کا خوبصورت نقشہ میری آنکھون مین پھر گیا تھا تیرے قرب کی نعمتون پر میرا ایمان تھا تیرے بعد کی زحمتون پر میرا ایقان تھا تیرا عشق میرا رہبر تھا تیری محبت میرے دل مین جمی ہوئی تھی لہذا مین نے کبھی اپنی غضبی قوتون اور نفسانی خواہشون کو روحی قوتون پر بڑہنے نہین دیا تیرے عشق کی مدد سے سب کو دہتکار دیا مین نے کسی کی بات نہین مانی مگر اُسی قدر کہ جتنا تیرا اور تیرے رسول کا حکم تھا ہمیشہ تیری رضا پر راضی رہا اور جو کچھہ تیری بارگاہ سے مجھے وظیفہ ملتا تھا اُسی پر قناعت کی مصیبت پر صبر کیا نعمت پر شکر ادا کیا تیری نافرمانی کو مکروہ جانتا تھا تیرے ادائے حکم کو محبوب رکہتا تھا حسن نیت کو اپنی نجات کا باعث تصور کرتا تھا دل آزاری سے ڈرتا تھا کوسون بھاگتا تھا عسرت کی کبھی شکایت نہین کی فراخ حالی مین کبھی تجھے بھولا نہین باوصف اسکے مجھے اپنے افعال واعمال پر بال برابر بھروسا اور اتکا نہین تھا صرف تیرے ادائے حکم کا خیال تھا ہمیشہ تیری رحمت کا امیدوار تھا اس مطلب مین دنیا مین تیری رحمت کاملہ نے مجھے موتوا قبل ان تموتوا کے مرتبہ سے سرفراز کیا باوصف حجاب عنصری تیرے انوار جمال سے میرا دل منور ہوا جاتا تھا مجھے سوائے تیری دولت دیدکے کسی بات کی ہوس وخواہش نہین تھی تیری جدائی مین سبے چین تھا تیرے عشق نے مجھے تیری نعمت کا امیدوار بنا رکھا تھا محض تیری رحمت نے مجھے یہانتک پہنچایا ورنہ اس مشت خاک کا کیا مقدور تھا کہ اس

لانزوال و بیمثال بارگاہ تک پہنچ سکے اور اِس مرتبہ کو حاصل کر سکے تیری عنایت و نوازش سے نے مجھ ذرۂ بے مقدار کو آفتاب سے زیادہ رتبہ بخشا اس کے بعد نہایت تڑپ کے ساتھ یہ استدعا کرتا ہے۔ اشعار

بنماے رخ کہ سرو گلستانم آرزوست	بکشاے لب کہ قند فراوانم آرزوست
اے آفتاب رخ بنما از نقاب ابر	کان چہرۂ مشعشع تابانم آرزوست

اِس عرض جواب کے ساتھ ہی معشوق حقیقی کی رحمت کاملہ کو اس درجہ جوش ہوتا ہے کہ معشوق حقیقی اپنے چہرۂ انور سے نقاب اُلٹ کر بے کیف و کم بے جہت و بے مکان بمصداق کما ترون القمر لیلۃ البدر اپنے جمال جہان آرا سے عاشق فانی و شہید کو مشرف و تلذذ و ممتاز و سرفراز فرماتا ہے اور عاشق فانی آئینہ وحدت ذاتی معشوق حقیقی مین اُس کے جمال جہان آرا کا مشاہدہ کر کے باقتباس انوار جمال ابد الاباد مست و مدہوش پڑا رہتا ہے اِس کے بعد اُسکے نشۂ شراب دیدار کو کوئی اُتار سکتا ہے اور نہ کوئی اُسے ہوشیار کر سکتا ہے اور اُسکی بیہوشی زبان حال سے ہمیشہ یہ گیت گاتی رہتی ہے۔ غزل

اے چہرۂ زیبائے تو رشک بتان آذری	ہر چند وصفت میکنم لیکن ازان بالاتری
آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام	بسیار خوبان دیدہ ام اما تو چیزے دیگری
نوازیری چابک تری وز برگ گل نازکتری	وز ہر چہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری
صورتگر نقاش چین را صورت یارم ببین	یا صورتے کش اینچنین یا ترک کن صورتگری

عالم ہمہ یغمائے تو خلق جہان شیدائے تو	آن نرگس رعنائے تو آورد رسم دلبری

ادہر بہشت و حوران بہشت کف افسوس مل کر یہ کہتی ہوئی رہ جاتی ہین کہ یہ دلدادہ ہم سے
نکل گیا سبحان اللہ کیا راز و نیاز عاشق فانی و معشوق حقیقی ہین کہ عاشق صادق
و فانی سوائے خلوت سرائے خاص کے کہین ٹھہر نہ سکا۔ الحاصل عاشق فانی کو ہمیشہ
چین ہی چین ہے اور آرام ہی آرام شعر

اینقدر گفتم از وے داری	حل کن از ہیچ مشکلے داری

العاقل تکفیہ الاشارۃ والکنایۃ ابلغ من الصراحۃ شعر

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران	گفتہ آید در حدیث دیگران

اگر کوئی نظر باز و دلدادہ ہو تو اس واقعہ کو خوب سمجھ سکے اور خدا اپنا فضل کرے تو یہ
بلند مرتبہ بھی مل سکے ہم ناز پروردون کو اس کڑی اٹھانے سے کیا تعلق اور عشق
کی سختیان جھیلنے سے کیا سروکار اس وادی دشوار گذار مین جہان پانون تھراتے ہین
کون قدم رکھ سکتا ہے اس اونچے زینہ پر جس پر چڑھنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے
کون جا سکتا ہے کون ایسا شخص ہے جو اس خطرناک میدان مین مردانہ وار قدم رکھ سکے
اور کون ایسا جری دل جان پر کھیلا ہوا ہے کہ اس آتشکدہ مین قصداً اگر اپنے
پیکر عنصری کو پھونک دے کون ایسا پہلوان ہے کہ اسکے جگر دگار تیر و تبر کا
سینہ سپر ہو کر مجروح دل بن سکے مصرعہ آسان نہین کڑی اٹھانا قطعہ

ز منزلات ہوس گر برون نہی قدمے	نزول در حرم کبریا توانی کرد

ولیکن این عمل ہر دوان چالاکیست		تو نازنین جہانی کجا توانی کرد

سچ تو یہ ہے کہ عاشقی بوالہوسی نہین ہے بلکہ فولاد کے چنے ہین اسکا چبانا اُسی جری پہلوان کا کام ہے جس نے پہلے ہی اپنی جان شیرین عشق حقیقی کے شدید معرکہ مین نذر کر دی ہو چنانچہ اسی بناپر حضرت صوفی سرمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین

رباعی

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند		سوز دل پروانہ مگس را ندہند
عمری باید کہ یار آید بکنار		این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

مثنوی

فی طریق العشق انواع البلاء		ایھا القلب الحزین المبتلاء
لکن القلب العشوق الممتحن		لایبالی فی البلایا والمحن
سہل باشد در رہ فقر و فنا		گر رسد جان را تعب تن را عنا
رنج راحت دان چو شد مطلب بزرگ		گرد گلہ توتیای چشم گرگ
کی بود در راہ عشق آسودگی		سر بسر درد است و خون پالودگی
تا بچند ای شاہ باز پر فتوح		باز مانی دور از اقلیم روح
تا نسازی بر خود آسایش حرام		کی توانی زد براہ عشق کام
غیر ناکامی درین رہ کام نیست		راہ عشق ست این رہ حمام نیست

الغرض جب عاشق زار تڑپتا ہے تو معشوق بھی اُس کی طرف نگاہ ناز سے دیکھتا ہے

اور اُسکی تسلی و دلجوئی کرتا ہے ہم تو رات دن اپنی ہستی موہوم مین غرق ہین عشق حقیقی
کی راہ سے ماے تو کیونکر اور خاقی ہون تو کیسی کس طرح - ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا -
حالانکہ عشق حقیقی بآواز بلند ہمین یہ ہدایت تعلیم کر رہا ہے -

بدر خشید برق غیرت عشق ۔ بظہور آمد این سریرت عشق
ظلمت دوری کدورت او ۔ مضمحل شد ز نور طلعت او
لمعات وجود لامع گشت ۔ آفتاب شہود طالع گشت
چونکہ نور قدم طلوع کند ۔ تیغ بر فرق حادثات زند
ظلمت ممکنات بر خیزد ۔ سایہ از آفتاب بگریزد
ظلمت ہستیت ضیا گردد ۔ جملہ در نور حق فنا گردد
زینت تعین کہ بر تو طاری شد ۔ ظلمات رسوم ساری شد
چند در نفس خویشتن بینی ۔ مردی از بس کہ خویشتن بینی
پردہ از روے کار خود بردار ۔ بین کہ کارے چہ میکند آن یار
تو ہمین مظہر ظہور وے ۔ ہمچو شیشہ بہ پیش نور وے
ایکہ در شیشہ ہا نظر کردی ۔ شیشہ بر سنگ زن اگر مردی
تا تو در پردہ ہا نظر داری ۔ از جمالش کجا خبر داری
پردۂ او توئی ز رہ بر خیز ۔ ہمچو سایہ ز آفتاب گریز
تا جمالش ز ستر من و تو ۔ بنماید ظہور رست من و تو

نقطہ چون دایرہ لبیر آید	وحدت است این چہ جاے غیر آید
سرعت این نقطہ راچو دائرہ ساخت	تاکس او راز دائرہ نشناخت
چون مسافر مقیم خواہد شد	دائرہ ہم دو نیم خواہد شد
بعد ازان در اقامت ار پاید	آن دو قوسش بنقطہ در آید
قاب قوسین و سیرا و ادنٰے	اندرین نقطہ مے شود پیدا
خط م سوم از میان برخاست	لاجرم نام این و آن برخاست
اینقدر گفتم ار دلے داری	حل کن ار ہیچ مشکلے داری
کار ما بہتر از خموشی نیست	زانکہ ہنگام خود فروشی نیست
آن زمانیکہ مے بجوشش آید	تو خمش خود کز دخروش آید

ایہا الناظرون - جب مین نے عشق کا کچھہ حال لکھنا چاہا تو اشہب خامہ کی جولانی نے میرے ہاتہہ سے عنان چہڑالی اور مجھے تڑپا تڑپا کر بہت دور پہینک دیا تھا - لیکن مین پھر سنبھل کر ہزار ہا ٹھوکرین کھاتا ہوا اب اُس میدان بیان مین آیا ہون جس مین مجھے کچھہ بیان کرنا ضرور ہے -

الغرض جب کسی نے عشق مجازی مین قدم رکھا اور اُس کے مدارج کی پوری تکمیل کی اور فضل خدا شامل حال ہوگیا تو عشق حقیقی کی خلعت سے بھی ممتاز و سرفراز ہوجاتا ہے اور صفت نسیان کے اعلیٰ درجہ کو پہنچ جاتا ہے المجاز قنطرۃ الحقیقۃ کا مضمون پوری طور پر سمجھہ جاتا ہے شعر

ستاب از عشق رو گرچہ مجازی ست		کہ آن بہر حقیقت کارساز یست

المختصر ہر انسان کو ضرور ہے کہ جس قدر مدارج انس بیان کیے گیے ہین منجملہ اُن کے کسی ایک درجہ کی سند محکم حاصل کرے اگر عشق حقیقی کو اختیار کیا تو اس مین کچھہ شبہہ نہین کہ علاوہ اُسے نجات دائمی حاصل ہونے کے اُسکے انفاس متبرکہ سے عالم ایجاد و اختراع مین دونون طریقون سے یعنی بالاخفار و بلا امتیاز و نیز بالاظہار و الامتیاز خلق اللہ کو فائدہ پہونچ سکتا ہے اگر صفت اُنس ظاہری کو اختیار کیا تو قوم کے امور تمدن مین صرف بالاظہار و الامتیاز فائدہ پہونچا سکتا ہے و نیز اِس طریقہ عمل سے ایک حد معین تک یہ حسب صلاحیت ظرف تخلقوا باخلاق اللہ[۱] و تصفوا بصفات اللہ کے ساتھہ تشبہ اور نسبت اضافی پیدا کرسکتا ہے۔

اَب یہان یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ حیوانات مین بھی یہ مادہ یعنی اُنس موجود ہے پھر انسان کی کوئی خصوصیت باقی نہین رہی۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اُن مین بھی یہ مادہ موجود ہے لیکن بلحاظ نا قابلیت ظرف وہ اُنس مقیدہ ہی سے مستفید ہین یعنی بقدر پرورش اپنے بچون کے ایک زمانہ معین تک اِس صفت اُنس کو کام مین لاتے ہین اور اُس کے بعد کچھہ بھی اُس کا اثر باقی نہین رہتا بلکہ جب اُن کے بچے بڑے ہوجاتے ہین تو مارنے لگتے ہین اور اپنے سے الگ کردیتے ہین چنانچہ آپ کا اور ہمارا مشاہدہ و تجربہ اِس بات کا شاہد اور یقین کلی دلاتا ہے کما لا یخفی۔ اور جب اُن مین

[۱] تخلقوا باخلاق اللہ کے یہ معنی ہین کہ انسان اپنی خصلتون اور عادتون کو مشابہ صفات الٰہی بنادے۔

اس مادہ کو زیادہ ہیجان و تحریک ہو جاتی ہے تو فنا ہو جاتے ہین جیسا کہ عشق پروانہ کا
چراغ کے ساتھہ اور عشق بلبل کا گل کے ساتھہ یعنی جب وہ زخم عشق سے متالم و متاذی
ہوتے ہین تو بلحاظ ناقابلیت ظرف فنا ہو جاتے ہین اور ہرگز اس بارگران کے متحمل
نہین ہو سکتے اور پھر اُن کا عشق مجازیات ہی ہین محدود و مقید ہے عشق حقیقی سے
اُنکو کوئی تعلق نہین ہے البتہ اجنہ مرتبۂ انس مین حضرت انسان کے مساوی حصہ دار و
شریک ہین لیکن عشق حقیقی سے اُنکو بھی مساس نہین ہے وجہ یہ ہے کہ اجنہ مراتب
ظہور مین سطح وسطانی آفرنیش پر ٹھیرے ہوے ہین یعنی اُن کی خلقت آتشی ہے گو وہ
باعتبار خلقت لطیف ہین لیکن استعداد تحمل بار عشق حقیقی نہین رکھتے اور اُن کے اوپر
انکا درجہ ملک کا ہے اور وہ اُن سے بھی زیادہ لطیف و الطف ہین اور نرمادگی و شہوات
سے فطرۃً مبرا اور اُن کی خلقت نوری ہے لیکن عشق حقیقی کا مادہ اُن مین بھی نہین ہے

شعر

جلوۂ کرد رخش دید ملک عشق نداشت	عین آتش شد ازین غیرت و بر آدم زد

اور اسماے الہی سے ایک ایک اسم ہی اُنہین سکھایا گیا جس کی وہ تسبیح کرتے ہین اور
ایک دوسرے کی تسبیح اور اسم سے اُنکو کوئی تعلق و سروکار نہین ہے یعنی اگر اسم قدوس کی
تسبیح کرتے ہین تو اُسی مین مستغرق ہین اور اگر اسم سبوح کی سیر مین ہین تو اُسی مین منہمک
ہین حضرت جبرئیل علیہ السلام باوصف اسکے کہ فرشتۂ اولوالعزم ہین اور انبیاء علی نبینا علیہم
الصلوٰۃ والسلام پر منجانب اللہ وحی کا پہنچانا آپ کا کام تھا لیکن عشق حقیقی کی صلاحیت

آپ مین بھی نہین ہے ونیز علم اسمار پورے طور پرآپ کو بھی نہین دیا گیا اور مراتب عروج و
تقرب الی اللہ مین آپ کا مقام بھی محدود بحد معین ہے اُس سے زیادہ وہ تجاوز نہین کر سکتے
سدرۃ المنتہی تک آپ کا عروج ذاتی ختم ہوجاتا ہے چنانچہ شب معراج مین جب حضور اقدس
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ رکاب فضیلت انتساب تھے تو مقام سدرۃ المنتہی مین
ٹھیر گئے اور جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو آگے بڑھنے کے لیے
ارشاد فرمایا اور ہاتھہ پکڑلیا تو تھرانے لگے اور اپنا عجز ظاہر کیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ مین
آگے نہین بڑہ سکتا فروغ تجلی کا متحمل نہین ہون شعر

فروغ تجلی بسوزد پرم	اگر یکسر موے برتر پرم

شعر

اکشف اسرار لدنی ہست در اُم الکتاب	سرما اوست نگنجد در ضمیر جبرئیل

الغرض عشق حقیقی جو ایک بار گران ہے جنہ اور ملک بھی فطرۃً اُسکے متحمل نہین ہین بخلاف
اُسکے انسان جو بجامعیت جمیع مراتب یعنی بقابلیت تمامی اسمار وصفات متضادہ مختلفہ
سطح آخرین خاکی پر کھڑا ہوا ہے یہی مظہر ذات حضرت واجب الوجود تعالیٰ شانہٗ بنا اور اسی
لیے الانسان سری وانا سرہٗ کا خطاب پایا اور تمامی اسمار کی تعلیم سے ممتاز ہوا چنانچہ
اُسکی رفیع شان مین قرآن مکرم وعلم آدم الاسمار کلہا ونیز ولقد کرمنا بنی آدم ناطق ہوچکا ہے
ونیز بلحاظ مدرک جزئیات وکلیات ہونے کے جو (عین تعریف نفس ناطقہ ہے) البتہ اس
بار گران یعنی عشق حقیقی کا متحمل ہے اور ہر طرح کی قابلیت اُس مین موجود ہے اور اُس کی

جامعیت و احاطت تمامی مخلوقات پر افضل و اکمل ہے **قطعہ**

آدمی زادہ طرفہ معجونیست — از فرشتہ سرشتہ وز حیوان
گر کند میل این شود کم ازین — ور کند قصد آن شود بہ ازان

پس بنظر جامعیت مراتب جس مرتبہ مین چاہے ٹھہر سکتا ہے یعنی مرتبہ وحدت ذات حقیقی لیکر مرتبۂ آخرین یعنی سطح خاکی تک جس طرح کہ اُس نے ظہور و نزول کیا ہے بفحواے آنکہ

طائر گلشن قدسم چہ دہم شرح فراق — کہ درین دامگہ حادثہ چون افتادم
من ملک بودم و فردوس برین جایم بود — آدم آورد درین دیر خراب آبادم

اُسی طرح عروج منازل مین بھی جس منزل مین چاہے رخت اقامت کو ٹھہرا سکتا ہے اور اپنے جذبات و ملکات مختلفہ سے پورا کام لے سکتا ہے اور مرکز دائرۂ حدوث و قدم بنکر اپنی سیر پوری اور اپنا سلوک تمام کر سکتا ہے اور اُس کے دل کی وسعت کی کوئی انتہا ہی نہین گو ظاہر مین بصورت عالم صغیر نظر آتا ہے لیکن بالمعنی اُس کے دل مین ایک عالم کبیر سمایا ہوا ہے اور اسی بنا پر جناب شاہ ولایت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہین **شعر**

تزعم انک جرم صغیر — وفیک انطوی العالم الاکبر
وانت الکتاب المبین الذی — باحرفہ یظہر المضمر

من شاہ باقی صبغۃ اللہی **رباعی**

دارم دلکی و صد جہانی دردے — ارضی دردے و آسمانی دردے

در دیست ہر آنچہ ہست اللہ اللہ	یک غنچہ ز تنگ و گلستانی دروے

قطعہ

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا
غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین۔

در ازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد
عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد

جلوہ کرد رخش دید ملک عشق نداشت
عین آتش شد ازین غیرت و برآدم زد

مدعی خواست کہ آید بتماشا گہ راز
دست غیب آمد و بر سینہ نامحرم زد

عقل میخواست کزان شعلہ چراغ افروزد
برق غیرت بدرخشید و جہان برہم زد

جان علوی ہوس چاہ زنخدان تو داشت
دست در حلقہ آن زلف خم اندر خم زد

دیگران قرعہ قسمت ہمہ بر عیش زدند
دل غمدیدہ ما بود کہ ہم بر غم زد

نظری کرد کہ بیند بجہان صورت خویش
خیمہ در آب و گل مزرعہ آدم زد

حافظ آن روز طربنامہ عشق تو نوشت
کہ قلم بر سر اسباب و دل خرم زد

یہ وہ اشرف و اعلیٰ خلقت ہے کہ بالمعنی بین الحدوث والقدم برزخ واقع ہوئی ہے پس انسان بمدد عشق حقیقی جو اسکا جوہر ذاتی ہے سیر عروجی و نزولی کے دائرہ کا مرکز بنکر اپنی سیر اوپری لورا یعنی سلوک تمام کرسکتا ہے اور بعد الفنا مرتبہ بقا حاصل کرسکتا ہے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ کے شرف و بزرگی سے ممتاز ہوسکتا ہے اگر عقل سلیم کے

چراغ کی تیز روشنی سے دیکھا جاوے تو واضح ہوگا کہ مرتبۂ قدم سے درجۂ حدوث تک محض حُبِ ذاتِ احدیتِ مطلقہ کا ہی ظہور و شہود ہے اگر یہ حُبِ ذاتی نہ ہوتا تو ہجدہ ہزار عالم کا ظہور ہرگز نہیں ہو سکتا مصرعہ

ما بدو محتاج بودیم او بما مشتاق بود

اسی حُبِ ذاتی نے مرتبۂ لاتعین سے مرتبۂ آخرین جامعیت انسانی تک اپنی ایسی تیز اور برق دم رفتار دکھائی کہ ازل و ابد کے جلوے اور کرشمے ظاہر ہو گئے شعر

چشم بکشا کہ جلوۂ دلدار	متجلی است از در و دیوار

حضرت خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہین۔

طفیل ہستی عشق اند آدمی و پری	ارادتی بنما تا سعادتی ببری
بجو مستعد نظر نیستی وصال مجو	کہ جام جم نکند سود وقت بی بصری
می صبوح و شکر خواب صبحدم تا چند	بعذر نیم شبی کوش و نالہ سحری
ببوی زلف و رخت می روند و می آیند	صبا بغالیہ سائی و گل بجلوہ گری
بکوش خواجہ و از عشق بی نصیب مباش	کہ بندہ را نخرد کس بعیب بی ہنری
بیا و سلطنت از ما بخر بمایۂ حسن	ازین معاملہ غافل مشو کہ حیف خوری
دعای گوشہ نشینان بلا بگرداند	چرا بگوشۂ چشمی بما نمی نگری
مرا ازین ظلمات آنکہ رہنمائی کرد	دعای نیم شبی بود و گریۂ سحری
ز ہجر و وصل تو در حیرتم چہ چارہ کنم	نہ در برابر چشمی نہ غایب از نظری

طریق عشق طریقی عجب خطرناک ست	نعوذ باللہ اگر رہ بجا مینی منبری
ہزار جان گرامی بسوخت زین غیرت	کہ ہر صباح و مسا شمع مجلس و گری
چو ہر خبر کہ شنیدم رہے بحیرت داشت	وزین سپس من وساقی ووضع بیخبری
ہمین ہمت حافظ امید ہست کہ باز	اری اُسامر لیلاے لیلتہ القمری

شعر

جمالک فی کل الاشیاء سایر	ولیس الاجلالک ساتر

فکیف نیکر العشق ُ ومافی الوجود الاھو فائدہ جبطرح کہ مرکز اصلی سے حب ذاتی نے بمصداق کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف مرتبہ انسان تک ظہور کیا ہے اور انسان مظہر جامع اور کاپڑ اہے اوسی طرح حضرت انسان کو اُس کی طرف پلٹنا ضرور ہے یعنی بوسیلہ عشق حقیقی اپنے مالک کی طرف جانا چاہیے تا اُسکے اسماء وصفات کی معرفت حاصل ہو اور بالآخر تجلی ذاتی سے بھی سرفراز وممتاز ہو سکے وھذا فوز عظیم ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم جو کوئی اس تاج فضیلت کو سر پر رکھے گا البتہ وہ انسان کامل سمجھا جائے گا۔ الغرض یہ جوہر قابل یعنی مادہ عشق حقیقی کسی خلقت مین نہین ہے یہ شرف خاص حضرت انسان ہی کو ملا ہے۔ اس بسیط بیان سے آپکو معلوم ہو گیا ہو گا کہ تمامی انواع مخلوقات پر حضرت انسان کو فضیلت وشرف کیون ہے افسوس ہے کہ ہم اس شرف کے عملی نتایج کو چھوڑ بیٹھے ہین اور ایسے خلعت

فاخرہ کو بعوض اس کے کہ زیب بدن کریں اور بلحاظ فطرت معزز و مفتخر کہلائیں تہ کر کے رکھے ہیں۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ صفت انس حضرت انسان میں ودیعتہً رکھی گئی ہے تو کیوں عموماً اس کی تحریک نہیں ہوتی اور اس کے عملی نتائج سے عموماً افراد انسانی کو کیوں حصہ نہیں مل سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اپنے نفس ناطقہ سے (جس سے مراد ہماری ذات ہے) پورا کام نہیں لیتے یعنی نفس ناطقہ کی قوت ادراک و تحریک کو جو ہماری عقل عملی کے عمدہ نتائج پیدا کر سکتی ہے اپنے ذاتی اغراض و مقاصد تک ہی محدود کر دیتے ہیں ذرا اس کے ادراک و تحریک کا قدم آگے نہیں بڑھاتے اسکی آسان تدبیر یہ ہے اور خدا سے امید ہے کہ اس کا عامل برابر اس کے عملی نتائج کے حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرتا ہی جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ مخفی نہ رہے کہ جب ہم اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے حاصل ہونیکے لیے نفس ناطقہ کی قوت ادراک و تحریک سے کام لینا شروع کریں اور اس کے عملی نتائج حاصل کرنے کی طرف ہماری ہمت مصروف ہو تو ساتھ ہی اسکے پہلے ہم کو اس باتکا مصمم ارادہ کر لینا چاہیئے کہ ہمارے تکمیل اغراض و مقاصد ذاتی کا یہ بھی ایک جزو اعظم ہے کہ قوم کے حالات پر بھی نظر ڈالیں اور انکے معائب و محاسن کو دیکھیں اور جب کوئی امر اصلاح طلب نظر پڑے تو نہایت لینت و خلق و کرم و حکمت عملی کے ساتھ مہما امکن اس کی طرف نہایت دلچسپی و عالی ہمتی سے متوجہ ہو کر کوشش کرنا شروع کر دیں قولاً ہو یا فعلاً کنایتہً ہو یا اشارۃً سراً ہو یا جہراً بدایتہً ہو یا بد اہتہً دوام

یا دعا گراُس امر کی اصلاح بذات خود نہ ہوسکے تو اُن اکابر قوم کے سامنے ظاہر کردین جس کی اصلاح کی وہ صلاحیت رکھتے ہون اور اُن کو اصرار اُس طرف متوجہ کرایا جائے اور الدال علے الخیر کفاعلہٖ کا مصداق بن کر اجر جزیل حاصل کرین بہرحال قومی اصلاح و بہبودی مین کمر ہمت چست بندہی رہے اور جیسی جیسی فرصت و وسعت حاصل ہوتی جائے ویسی ویسی محنت و مشقت قوم کے لیے اُٹھاتا جائے اور اُسے اُن تاریک جہلکات سے کھینچ کر باہر لاتا رہے جس مین وہ گھر کر اندھی ہوگئی ہے اور اُس کی افسوسناک حالت آیندہ چل کر اور زیادہ اُسے خطرہ مین ڈال کر مٹادینا چاہتی ہے

اشعار

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند	کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار	دگر عضوہا را نماند قرار
تو کز محنت دیگران بے غمی	نشاید کہ نامت نہند آدمی

الغرض جو کوئی جس طرح کی صلاحیت رکھتا ہو اُسے لازم ہے کہ بقدر صلاحیت و قابلیت قومی خدمتگزاری سے برابر حصہ لیتا رہے اور اس بات پر بھی انضباط و استقامت رہے کہ کبھی قاصر الہمت و پست نہو اور اُنس فطری کو کام مین لاتا ہی جائے اور قومی اصلاح کی کوششون مین کسی ننگ و عار کا دخل ہونے نہ دے۔ پچھلے اکابر قوم کا یہی مسلک و شعار تھا کہ کبھی قومی ہمدردی و اصلاح کے مقابلہ مین ایسی باتون کو اپنے پاس جگہ نہین دیتے تھے اور سخت تکلیفین جھیلتے جاتے تھے کل انبیاء علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ

والسلام نے جو ہماری ہر طرح کی تعلیم ظاہری و معنوی کے لیئے مبعوث ہوے
تھے کیا کیا مشقتین نہین اُٹھائین اور قوم کے کس کس ظلم و ستم کو گوارا نہین فرمایا اور
اجراے شرایع مین جو قوم کے بلا لغزش چلنے کے لیے سید ہے اور سچے رستے
تھے کیا کیا مصیبتین نہین جھیلین اور قوم کو اپنی کامیاب کوششون اور پُرجوش ارادون
اور مستقل ہمتون سے کس عمدگی و شایستگی سے اُن راہون پر نہین چلایا جس پر وہ
ابتدا مین چلنے سے انکار کرتی تھی اور باوصف اپنے اعلیٰ درجون کی اولوالعزمیون اور
محبوبیون کے کسی ننگ و عار کو اپنے پاس جگہ نہین دی اور اس درجہ قوم کے ساتھ
شفیقانہ برتاؤ فرمایا کہ اسلام کے آفتاب نے سرزمین عرب سے طلوع ہو کر بلاد متصلہ
بحرین[1] و بحر اخضر[2] کے حدود ملصقہ کے ممالک مین اپنے خطوط شعاعی کی چمک دمک
دکھاتا ہوا اور مختلف المذاہب اقوام کے تاریک دلون کو روشن و مسخر کرتا ہوا چار دانگ
عالم مین اپنی صاف روشنی پھیلادی اگر چشم انصاف سے دیکھا جاے تو واضح ہوگا کہ
اسلام کا خوشنما منظر جو اس وقت ہمارے سامنے اپنا دلفریب جلوہ دکھا رہا ہے
لاریب اُنھی بزرگان دین متین کے لاجواب و بے مثل کوششون اور مشقتون کا

---

[1] بحرین سے مراد دریاے روم و فارس ہے اور نام اوس شہر کا جو اقلیم دوم مین بجانب غرب واقع ہے ۱۲

[2] بحر اخضر اُس دریا کا نام ہے کہ اُس کے شرق کی جانب چین۔ اور اُس کے غرب مین یمن اور شمال کی طرف ہند اور بجانب جنوب دریاے محیط واقع ہے اور بہت سے جزائر اُس مین آباد ہین منجملہ اُس کے ایک جزیرہ سراندیپ بھی ہے منہ

کافی ثبوت ہے اور اُن ہی تکلیفوں اور مشقتوں کا آج ہمیں یہ نتیجہ اور ثمرہ ملا ہے کہ
ہم اپنے ہاتھوں میں وہ لاجواب دستور العمل حسن معاشرت و تہذیب اخلاق صوری و
معنوی لے کر عمل کرنے کے قابل سمجھے جاتے ہیں جو ہماری دنیاوی و اخروی عمدہ
زندگی کے لئے قیمتی آلہ اور ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ بھائیو جب ہم بھی کسی مذہب
وملت کے پابند ہیں اور کسی مذہبی اصول پر چلتے ہیں تو ہمیں بھی اتباعًا وتقلیدًا
کوئی حصہ اُس روش وطریق سے لینا چاہیئے کہ نہیں تا ہمیں بھی اُن بزرگان دین سے
جنکے ہم کہلاتے ہیں عملی نسبت بھی حاصل ہوسکے۔ کیوں نہیں بیشک ہماری سچی اور صحیح
نسبت جو اُن بزرگواروں سے ہمیں حاصل ہے روزانہ ہمیں اس کا سبق پڑھا رہی ہے
اور ہدایت دے رہی ہے کہ ہم نہایت جوش اور صدق دل سے اُن بزرگوں کی
پیروی کریں جو ہمارے ہادی تھے اور اُن کی پیروی سے سعادت دارین حاصل
کرنا ہم پر واجب ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے من سلک طریقی فھو آلی
قانون قدرت کی بھی ہمیشہ یہی خواہش ہے کہ ہم قوم کے لئے تھوڑا جبر اپنے پر
گوارا کریں اور دلسوزی کے ساتھ متوجہ ہوکر اپنے نامہ اعمال کے اوراق قومی خدمت
گذاری سے مزین کریں پس عمومًا قوم پر لازم ہے کہ اس جلیل صفت اُنس کو جسطرح
کہ میں نے اوپر بتایا ہے عمل میں لاکر شعار انسانیت ظاہر کرے اور خصوصًا اکابر قوم
پر فرض ہے کہ اُنس انسانی کے برتاؤ میں وہ عمدہ اور محکم سند حاصل کریں جو اُن کی موجودہ
حالت کے لایق ہو اور آیندہ زمانہ میں اُن کے لئے ایک قیمتی یادگار قابل قدر باقی رہے

اور قوم اُنہین عزت کی نگاہون سے ہمیشہ دیکھتی رہے ۔

بیان اخلاق

اب یہان سے اخلاق انسانی اور اُس کے افعال و اعمال کی تعریف سماعت فرمایئے ۔

واضح ہو کہ لغت مین خلق کے معنی عادت و خصلت کے ہین ۔خواہ نیک ہو یا بد پس اس صورت مین جو کوئی نیک عادت رکھتا ہوگا اُسے نیک خُلق کہین گے اور جو کوئی بدعادت رکھتا ہوگا اُسے بدخُلق کہین گے لفظ خلق نیک و بد دونون پر شامل و حاوی ہے یہ تو آپکو لغوی معنی خُلق کے معلوم ہو چکے اب آپ کو یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ خلق انسانی کیا چیز ہے ۔

معلوم فرمایا جاوے کہ خُلق انسانی حکمت ایمانی کے نیک برتاؤ کا نام ہے اور یہ نیک برتاؤ بعض خاص مواقع مین بصورت ظاہر محض خلق حسنہ[۵] کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور بعض

---

[۵] واضح ہو کہ محض خلق حسنہ کی یہ تعریف ہے کہ کسی کے ساتھ ایسا نیک برتاؤ کرے جسمین حقوق عباد و حقوق معبود تلف ہونے کا گمان تک نہ ہو مثلاً کسی نے کسی پر ظلم و ستم کیا اور مظلوم نے محض برضائے الہی اوسے معاف کردیا اور صبر و تحمل اختیار کیا اور کوئی مواخذہ نچاہا تو وہ فعل اوس کا محض خلق حسنہ کے ساتھ تعبیر کیا جائیگا پس اُن جملہ افعال و اعمال کو جو دائرہ خلق حسنہ کی تعریف مین داخل ہو سکتے ہین اسی طرح خیال کرنا چاہیئے اور ایسے اخلاق حسنہ کا عامل ہمیشہ مورد رحمت الہی و فضل خاص نامتناہی حق جل شانہ رہا کرتا ہے اور اُس کے دینی و دنیوی مراتب بہت بڑے بڑے ہوتے ہین یعنی دنیا ہین اُسے بندگان خدائے عزوجل عزت و قعت

مواقع مین عدل و انصاف وغیرہ وغیرہ کے ساتھ منسوب ہوتا ہے بہرحال دونون حالتین
اُس کی ہمین خلق انسانی تصور کی جاتی ہین جو حکمت ایمانی کے عملی طریقون کو ہر ایک موقع و
محل پر دکھاتی ہین گو اُن دونون کا طریقہ عمل بصورت ظاہر ایک دوسرے کو جدا کر کے دکھاتا
ہے لیکن درحقیقت دونون طریقہ عمل خلق انسانی سے خارج نہین ہین جس کی صراحت
و وضاحت آیندہ کی جاے گی۔ پس درحقیقت وضع الشی فی موضعہ کے عملی نتایج صحیح طور پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۳) کی نگاہون سے دیکھتے ہین اور آخرت مین بھی وہ نعمات نعیم سے سرفراز و متلذذ رہتا
ہے اور اسی خلق حسنہ کے ثبوت و تعریف مین کئی آیتین کلام الٰہی مین وارد ہو چکی ہین جس کو مین ذیل مین بیان کرتا ہون
خذ العفو وامر بالعرف۔ یعنی جو معاف کرنیکی اور کہہ نیک کام کو۔ مطلب یہ ہے کہ جو کوئی قصوروار
ہو کر تیرے پاس آئے تو اُس کے قصور کو معاف کر اور اچھے کام اوسے بتا۔ والکاظمین الغیظ
والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین۔ یعنی پی جاتے ہین غصہ کو اور معاف کرتے ہین
لوگون کو اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والون کو یعنی اللہ جل شانہ اُن ہی نیک لوگون کو دوست رکھتا ہے
جو بُرائی کے عوض مین بُرائی نہین کرتے۔ بلکہ اپنے نقصان و رنج مین دوسرے کی راحت ڈھونڈھتے رہتے ہین
حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ پوچھا مین نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے کہ نیکی کیا چیز ہے۔
آپ نے فرمایا کہ البر حسن الخلق والاثم ما حاک فی صدرک یعنی نیکی حسن خلق ہے اور
بدی وہ ہے کہ جو کام تیرے دل مین کھٹکے۔ اور فرمایا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان من احبکم الی
احسنکم اخلاقاً۔ تحقیق وہ شخص زیادہ تر محبوب ہے تم مین سے میرے پاس جو زیادہ نیک ہے تم مین اچھی
خصلتون سے۔ اور فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے جس کو دیا گیا ہے حصہ نرمی اور مہربانی کا
اوسنے پایا حصہ دنیا اور آخرت کی بھلائی کا اور جو شخص محروم ہوا اوس سے وہ محروم ہوا دونون جہان کی خوبی سے۔
الغرض بہت سی روایتین اور احادیث صحیحہ خلق حسنہ کے بارہ مین وارد ہین کہانتک ذکر کیا جا سکے۔ ماشاء اللہ محض خلق

اسی حکمت ایمانی کے تابع و متبع ہونے سے مل سکتے ہیں چنانچہ شریعت مطہرہ جو
حکمت ایمانی کا ایک لاجواب و بےمثیل دستور العمل ہے ہمیں اس بات کی تعلیم و ہدایت
کرتی ہے کہ ہم ہمیشہ حکمت ایمانی کے ذریعہ سے وضع الشی فی موضعہ کے صحیح نتائج
حاصل کرتے جائیں - اور اُس میں افراط و تفریط کا دخل ہونے نہ دیں - کیونکہ اِس
الہامی قانون کے واضع وہ ذات مقدس نبی برحق علیہ الصلوۃ والسلام ہے جس پر حکمت
ایمانی کے علاوہ کل علوم حکمیہ و طبعیہ بخوبی منکشف تھے - اگر حکماے یونان باستدلالات
عقلیہ اِن علوم کو جانتے تھے تو اس قانون شریعت کے واضع پر بذریعۂ الہام کل علوم
طبعیہ و الہیہ کی اصلی کیفیت ظاہر تھی - اور آپ کا سینہ بے کینہ رشک آئینہ جو آفتاب
سے زیادہ روشن تھا - بمنزلہ کتاب مبین کے تھا - بمصداق لارطبٍ ولایابس
الا فی کتابٍ مبین ہر ایک شے کی حقیقت آپ پر کھلی ہوئی تھی اور آپ کو علم
اولین و آخرین کلیۃً حاصل تھا - اور خدا ے عز و جل نے آپ کو سب چیزوں کی حقیقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۴) حسنہ کا بھی کیا بلند رتبہ ہے - یہاں پر یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس
کسی نے ظلم و ستم کو اپنی خو اور دل آزاری کو اپنا شیوہ اور پیشہ مقرر کر لیا ہو اُس کے ساتھ خلق حسنہ کا برتاؤ کرنا
عین خطا اور سخت غلطی ہے کیونکہ عدم مکافات عمل سے اُس کی جرات اور زیادہ ہو کر بندگان خدا پر بیحد ستم
ڈہاے گی اسی بنا پر کہا گیا ہے ؎

نکوئی با بدان کردن چنانست	کہ بد کردن بجاے نیک مردان

پس ایسے خاص موقعوں پر حکمت ایمانی کو ہمیشہ نظر رکھنا واجب ہے یعنی ایسے ظالم کو جس کی خو اور پیشہ ظلم و ستم ہو اُسے
بالقصد اپنے کیفر کردار پہنچانا درحقیقت دوسرے بندگان خدا کے حق میں خلق حسنہ کا برتاؤ کرنا ہے - منہ

وکیفیت وخاصیت بتادی تھی جس بنا پر آپ وضع الشی فی موضعہ پر حقیقی طور سے عمل
فرمایا کرتے تھے جو درحقیقت آپکا وہی مبارک عمل عین خلق انسانی تصور کیا جاتا تھا - اور
جو آیہ کریمہ آپ کی رفیع شان مین واقع ہوئی ہے یعنی وانک لعلی خلق عظیم - درحقیقت
اسی مقصود واصلی کی خبر دیتی ہے جس کی تصدیق بھی ہمین آپ کے علمی وعملی طریقون
اور عمدہ خصلتون سے حاصل ہوتی ہے - اس موقع پر مین کسی قدر اُن مبارک
طریقون کی صراحت کر کے سعادت ابدی حاصل کرنا چاہتا ہون اور قرآن کریم سے بھی
آیندہ چل کر اُس کا ثبوت واضح طور پر ملتا ہے جس کی سماعت کے بعد یقین ہے کہ
ہمارے باخبر ناظرین کو بڑا ہی لطف وروحانی حظ حاصل ہوگا -

واضح ہو کہ حضرت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی مقدس طبیعت مین حکمت
ایمانی کا ایسا جوہر قابل تھا اور آپ کے مبارک مزاج مین اس درجہ تعدیل ونصفت
سخاوت وشفقت رحمت وعفت - ہمت وشجاعت - صبر وتحمل اور حیا کا مادہ بڑھا ہوا تھا
کہ آپ اپنے ہی نظیر وعدیل تھے - ابتداے آفرینش آدم علیہ السلام سے
اس وقت تک ان جملہ صفات رضیہ وخصائل پسندیدہ مین بطور اتم واکمل مصداق
آنکہ مصرعہ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

کوئی آپکا مثیل ونظیر نہین پیدا ہوا اور نہ آیندہ ہوگا کسی کو اسمین شک نہین کرنا چاہیے
من شک فہو کافر ؎ چنانچہ آپ کی مقدس ومبارک ذات مستجمع تمامی کمالات
بدین نغمہ خوش آیند ترانہ دلکش مترنم ہے غزل

گفتا بصورت ار چہ ز اولادِ آدمم
از روئے مرتبہ بہ ہمہ حال برترم

چون بنگرم در آئینہ عکسِ جمالِ خویش
گردد ہمہ جہان بحقیقت مصورم

خورشیدِ آسمان ظہورم عجب مدار
ذرّات کائنات اگر گشت مظہرم

ارواحِ قدس چیست نمودارِ معنیم
اشباحِ انس چیست نگہدارِ پیکرم

بحرِ محیط رشحۂ از فیضِ فائضم
نورِ بسیط لمعۂ از نورِ ازہرم

از عرش تا بفرش ہمہ ذرہ بود
در نورِ آفتابِ ضمیرِ منورم

روشن شود ز روشنیِ ذاتِ من جہان
گر پردۂ صفات خود از خود فرو درم

آبے کہ زندہ گشت از خضر جاودان
آن آب چیست قطرۂ از حوضِ کوثرم

آن دم کز و مسیح ہمے مردہ زندہ کرد
یک نفخہ بود از نفسِ روح پرورم

بحرِ ظہور و بحرِ بطون و قِدم بہم
در من ببین کہ مجمع بحرین اکبرم

فی الجملہ مظہرِ ہمہ اسما است ذاتِ من
بل اسمِ اعظم بحقیقت چو بنگرم

نورم کہ از ظہورِ من اشیا شدہ پدید
ظاہر تر است ہر نفس انوار اظہرم

اِس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ آپؐ کے کل اقوال[1] و افعال و اعمال و احوال خلق انسانی و حکمت ایمانی سے مملو تھے اور حکمت ایمانی ہمیشہ اس بات کو چاہتی ہے کہ وضع الشی فی موضعہٖ پر عمل رہے۔ جب آپؐ کی حکمت ایمانی کی جو عین خلق انسانی کے ساتھ تعبیر کی جاتی ہے؟ اس درجہ وقعت ثابت ہو چکی تو حکمت عقلی یونانی کبھی اس بات کا

[1] یعنی شریعت و طریقت۔ معرفت و حقیقت ۱۲

دعویٰ نہین کر سکتی کہ وہ بلا مغالطہ وضع الشئی فی موضعہ پر عمل کرتی ہے یا عمل کر سکنے کے قابل ہے کیونکہ خلق انسانی وہی ہے کہ بروے حکمت ایمانی جو شئے جس محل کے لیے وضع کی گئی ہو وہین رکھی جاوے ورنہ اوس شئے سے بدخلقی کا برتاؤ کرنا صادق آجاوے گا اور وہ فعل خلق انسانی کے دایرہ سے خارج سمجھا جاوے گا - پس اس کا عامل حقیقی طور پر سواے اُس شخص کے جسنے حکمت ایمانی کا سبق پڑھا ہے دوسرا کوئی نہین ہوسکتا - اگر کوئی ایسا دعوے کرے بھی تو خطا ہے کیونکہ حکمت ایمانی الٰہی ہدایات کا دستور العمل ہے اور حکمت یونانی عقلی استدلات کا قانون - حکمت ایمانی مرتبہ نبوت سے فیضیاب ہے اور حکمت یونانی عقل مقیدہ سے کامیاب - نتیجہ یہ پیدا ہوا کہ مرتبہ نبوت مفیض ہے اور مرتبہ عقل مستفیض مرتبہ نبوت کلی ہے - اور مرتبہ عقل جزئی[۵۱] - پس اس صورت مین عقل مقیدہ کا بلحاظ جزئیت کے نبوت کا تابع ہونا اور نبوت کو بہ لحاظ کُلیت اپنا متبوع ظاہر کرنا لازم ہوا - اور جب تک ایسا نہوگا وضع الشئی فی محلہ پر حقیقی طور سے بلا مغالطہ عمل نہو سکے گا - الحاصل اِن اصول صحیحہ راسخہ کی بناپر حکمت عقلی یونانی کا دعوے کہانتک چل سکتا ہے خود وہ ارباب خیرت جن کو خداے پاک نے عقل سلیم و فہم مستقیم اور نور ایمان و ایقان عطا فرمایا ہے یا وہ اصحاب باعزت و تمکین جو عارج معارج معنوی ہین معلوم کر سکتے ہین - کوئی مجرد عقل اس بات کا دعوے نہین

---

[۵۱] کوئی صاحب اِس جزئی و کلی کو اصول منطق سے متعلق کر کے نتیجہ مخالف پیدا نکرین بلکہ اِس جزئی و کلی کو عقل مقیدہ و عقل غیر مقیدہ سے تعبیر کر کے فائدہ اُٹھائین ۱۲

نہین کر سکتی کہ وہ وضع الشی فی موضعہ پر بلا مغالطہ عمل کرنے کے قابل ہے جب تک
کہ وہ اولاً مرتبہ نبوت سے فیضیاب نہو لے کیونکہ نبوت حضرت حکیم علی الاطلاق سے
فیضیاب ہے اور حکمت ایمانی و حکمت یونانی دونون کے عمل نتایج کو خوب جانتی ہے
بخلاف اُسکے حکمت یونانی جو محض بوجہ مجرد استدلالات عقلیہ ہزارہا غلطیون مین پڑی
ہوئی ہے آخر تک اصلاح نفوس انسانی مین مدد نہین دے سکتی اور روحانی تہذیب
و شایستگی مین تو بغیر اتباع حضرۃ النبوۃ کبھی آگے قدم نہین بڑھا سکتی اگر بڑہایا بھی تو اصلی شرف
انسانی کو نہین پا سکتی۔
واضح ہو کہ اگر حکمت عقلی یونانی پورے طور پر مدد دے سکتی تو علی التواتر او التوالی انبیا
علی نبینا و علیہم الصلوۃ و السلام کی بعثت کی کوئی ضرورت ہی نہین ہوتی حالانکہ بحکمت
و حجت بالغہ و مصلحت راسخہ حضرت حکیم مطلق جلت عظمتہ وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام
پیدا ہوتے ہی رہے اور خدا کی راہ پر قوم کو بلاتے ہی گئے اور حکمت ایمانی کو سکھاتے
ہی رہے حتی کہ اُس کا سلسلہ مبارک ہمارے حضور اقدس ختمی مآب علیہ الصلوۃ
السلام تک بوجہ تکمیل دین اللہ و شریعت مطہرہ ختم فرمایا گیا۔ حضرت حکیم لقمان علیہ السلام
نے باوصف چندین درایت و فطانت اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹے
نبی وقت سے انکار نہین کرنا اور اُن کے احکام کو مان لینا چاہیے۔ اِس تاکید شدید
کی وجہ یہ تھی کہ جس درجہ حکمت ایمانی کو حکمت عقلی یونانی پر ترجیح و تفضیل تھی اُس کو وہ خوب
جانتے تھے۔ اور وضع الشی فی موضعہ کے حقیقی نکتہ کو جو خاص مرتبہ نبوت کا حصہ تھا

اپنے نور عقل سے پا چکے تھے پس ان وجوہ کی بنا پر بمقابلہ حکمت ایمانی حکمت عقلی یونانی
کی کوئی ہو قعت ثابت ہو سکتی ہے اور نہ اُسکا یہ دعوے کہ وہ وضع الشئی فی موضعہ پر بلا مغالطہ
عمل کر سکتی ہے جایز ہو سکتا ہے۔

واضح ہو کہ حکما سے فلاسفہ جو علوم حکمیہ کے موجد کہلاتے ہین اس درجہ اُنکے اقوال مین
مسایل حکمیہ کے متعلق اختلافات واقع ہین کہ خود اُن سے کے بطلان دعوے کی براہین
قاطعہ سمجھی جاتی ہین۔ یون تو بہت سے اختلافات واقع ہین کہانتک ذکر کیا جا سکے
مگر مین اس موقع پر صرف ایک اختلاف بیان کرنا چاہتا ہون جس سے بہت ہی دلچسپی
کے ساتھ میرے بیان کا معقول نتیجہ نکل آ ئے گا اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت
سکندر ذو القرنین علیہ السلام نے ایک انجمن خاص مقرر فرما کر باجتماع حکما[۱] ے جلیل القدر
مثل حکیم ارسطو و افلاطون وغیرہ وغیرہ جن کی تفصیل حاشیہ مین درج ہے استفسار فرمایا
کہ زمین و آسمان کیسے پیدا ہوے ہم جہانتک اپنی صحیح راے سے کام لے کر غور
کرتے ہین تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا مین کوئی ترکیب[۲] عالم تو نہین تھی جس بنا پر کہا جا سکے

ف۱ حکماے جلیل القدر کے یہ نام ہین جو انجمن سکندریہ مین جمع ہوے تھے۔
حکیم ارسطو۔ حکیم دالیس۔ حکیم بلیناس۔ حکیم سقراط۔ حکیم فرفوریوس۔ حکیم ہرمس۔ حکیم افلاطون۔ منہ

ف۲ بروے حقایق حقہ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ مطابق صور علمیہ حضرت واجب الوجود تعالیٰ شانہ اس عالم کو وجود
خارجی ملا ہے اور اعیان علمیہ جملہ عوالم کے خواہ عالم انفس ہو یا آفاق۔ امہات پڑے ہین۔ ترکیب جو عناصر سے
متعلق ہے قبل از وجود خارجی اس عالم کے کیونکر ثابت ہو سکتی ہے شاید اسی بنا پر حضرت سکندر علیہ السلام نے
ترکیب ابتدائی عالم سے بحث کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ منہ

کہ جو نقش پیشین تھا بتقاضاے ظہور نو بنو صفحۂ ہستی پر رنگ ظہور قبول کرتا گیا ہو پس

ہمین یہ معلوم کرنا ضرور ہے کہ اس عالم کا ایجاد کس طرح پر ہوا پس مناسب یہ ہوگا کہ ہم

سبب اولین اس ایجاد عالم کا اجرام فلکی سے دریافت کرین کیونکہ اُن کا آغاز ہوا اور اُس کے

بحکم جہان آفرین پیدا ہوا ہے تو آیا پہلے

اپنی فراست و فرزانگی سے اسباب

بیان کرے - اور آغاز بیان حکیم ارسطو سے ہو - پس حکیم ارسطو نے بتعمیل فرمان شاہی

بعد تعریف و توصیف سکندر تقریر شروع کی اور کہا کہ ابتدا مین ایک جنبش پیدا

ہوئی - اور اسقدر حرکت کی کہ اُس سے اور دو جنبشین پیدا ہوئین - اور ہر ایک جنبش

سے ایک اور جنبش ظاہر ہوئی اور جنبش اول سے پھر تین جنبشین اور پیدا ہوئین اور

اُن تینون جنبشون سے تین خط ظاہر ہوے اور ہر ایک خط سے ایک دور پیدا ہوا

اور جب تینون دور اپنے مرکز سے عیان ہوے تو اُن مین سے ایک جوہر پیدا

ہوا جس کا نام عقل نے جسم جنبندہ رکھا - عرصۂ دراز تک اُس جسم جنبندہ نے قرار نہین

پکڑا جو حصہ اُس کا پھرنے کی قابلیت رکھتا تھا وہ تو اوپر کی جانب صعود کر گیا اور جس مین

سکون کی صلاحیت تھی او نیچے کی طرف ہبوط کیا اور قرار پکڑا - پھر اُس جسم گردندہ سے آسمان

پیدا ہوا اور آسمان کے پھرنے سے آگ پیدا ہوئی اور اُس آگ سے ایک گرم ہوا

اور اُس ہوا سے تری ظاہر ہوئی جس سے پانی پیدا ہوا انتہی کلامہ - اسکے بعد وہ اور اُٹھا

اُس کی آفرینش کی کچھ اور ہی توجیہہ کی اور سب پہلے بیان سے انھون نے تشبیہات بھی

حتی کہ افلاطون نے بھی کچھ بیان کیا اور اپنی عقل سے گھوڑے دوڑائے مگر اتفاق
کا نام ندارد اور سب مختلف فیہ۔ جب ہر ایک حکیم نے اپنی ایک ایک حجت عقلی
پیش کردی اور اپنی مجوزہ راے پر زور دے چکا تو آخر مین سکندر علیہ السلام کی نوبت آئی
چونکہ آپ روشن راے و روشن ضمیر تھے اور خدا نے آپ کی چشم بصیرت کھول دی
تھی لہذا سکندر نے بعد سماعت کل مقالات حکماے مذکورین اپنی معجز بیانی سے
اس راز سربستہ کی نسبت اپنی صحیح راے اس طرح پر قایم کی کہ مین اسقدر اس مسئلہ کی نسبت
بیان کرسکتا ہون کہ یہ صورت بذات خود ہرگز صورت پذیر نہین ہے بلکہ پہلے ہی سے
اُس کا کوئی دوسرا نقاش تھا جسنے یہ صورت گری کی ہے مگر مین یہ بھی نہین جانتا
ہون کہ اُس نے کس طرح پر اس کی نقاشی کی ہے کیونکہ اگر مین اُس سے واقف
ہوتا تو البتہ مین بھی ایسی صورت پیدا کرنے پر قادر ہوسکتا۔ اس موقع پر اس سے زیادہ
کہا نہین جاسکتا کہ یہ نقش جہان بغیر کسی نقشبند کے رنگ ظہور نہین لیا ہے پس اب سب
حکما غور کرین کہ اپنے بیانات مین کس قدر اختلافات پیدا کئے ہین اور یہ مسئلہ علی وجہ
اختلاف الارا کس درجہ مختلف فیہ بنا لیا گیا ہے جب کل حکما نے اس معجز بیانی کو سکندر
کے سماعت کیا تو سواے اس کے اُنہین کیا چارہ تھا کہ سکندر علیہ السلام کے بیان
کے معترف ہوکر خاموش ہو رہین پس سبھون نے آپ کی راے سے اتفاق کیا اور
خاموش ہو رہے اس مین کچھ شبہہ نہین کہ یہی اختلافات آرا جو صرف اُن کے
قیاسات وامور ذہنیہ پر مبنی تھے اور اصل حقیقت سے ناواقف محض اس کا

برعکس نتیجہ بھی پیدا کرتے ہین پس اس سے یہ نتیجہ نکل آیا کہ استدلالات عقلی اور اُس کا تجربہ محتمل بطرفین ہے ممکن ہے کہ بوقت عمل اُس کا صحیح نتیجہ نکل آئے یا غلط ہو رہے۔ البتہ حکمت ایمانی کو اِس دعوے کا حق پہنچتا ہے جس مین شائبہ لغزش بھی پیدا نہین ہو سکتا۔ آج مین بھی اون حضرات عالیات سے پوچھتا ہون جو حکمت ایمانی کو بالکل چھوڑکر صرف حکمت عقلی یونانی پر اڑے ہوئے ہین کہانتک وہ اون کے لیے مفید ہو سکتی ہے اور کس حد تک اوس کے اصول مسلمہ پر ہر امر جزئی و کلی مین قولاً و فعلاً عمل کر سکتے ہین۔ جب اونکے اکابر ہی نے اپنی غلطیون کا اعتراف کرلیا اور اکثر نظریات و عملیات مین اونکی رائین ایک دوسرے کے مخالف ثابت ہو چکین تو پھر اون کا اوسی پر اڑا رہنا اور یہ دعوے کرنا کہ ہم وضع اُلتے فی محلہ سے صحیح نتیجہ نکالتے اور حقّہ لیتے جاتے ہین اور ہمارا عمل حکیمانہ طریقہ و اصول پر ہے ہرگز جایز و قابل قبول نہین ہو سکتا۔ بات یہ ہے کہ ان حضرات نے حکمت ایمانی کا پورا سبق نہین پڑھا ہے اور اوس پر عمل کر کے ملاحظہ نہین فرمایا ہے تا دونون کی حقیقت کھل جاتی اور حق و باطل مین تمیز ہوتی یہ حضرات نہین جانتے کہ حکمت ایمانی کے روبرو بڑے بڑے حکماے جلیل القدر یعنی گروہ مشائین و اشراقین کا ناطقہ بند ہے اور اون کی عقل کا طوطی کسی طرح یہان پر کچھ بھی نہین بول سکتا اور اونکا استدلال عقلی بالکل کام نہین دے سکتا۔

شعر

پائے چوبین سخت بے تمکین بود[۱]		پائے استدلالیان چوبین بود

بات ہے کہ نفس ناطقہ کی استعدادات جداگانہ ہین اور کمال و نقص آدمی کا اُس کے
اختلاف استعداد پر مبنی ہے اور اسی بنا پر اللہ جلشانہ نے عموماً نفوس انسانی کو ہر
شے کا پورا علم نہین دیا ہے جسکی وہ صلاحیت پورے طور پر نہین رکھتے ہین چنانچہ
وہ ارشاد فرماتا ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا پس اس سے نتیجہ یہ نکلا

---

[۱] ایک مشہور حکایت یہ ہے کہ شیخ شہاب الدین مقتول نے جو اکابر حکماے متاخرین سے ہین اپنی کتاب تلویحات مین نقل کی ہے کہ مین نے خلسۂ لطیفہ مین (خلسۂ لطیفہ وہ ہے جس کو اہل شاہد تصوف غیبت کہتے ہین جس مین حضور حق سے غیبت عارض ہوتی ہے اور اُس مین کچھ حالات نظر آتے ہین) حکیم ارسطو کو دیکھا اور چند نکات و غوامض مسایل حکمیہ کو اُس سے دریافت کیا۔ پہلے اُس نے اپنے اُستاد کی بڑی تعریف و توصیف کی پھر مین نے اُس سے پوچھا کہ متاخرین سے بھی کوئی اُس کے مرتبہ کو پہنچا ہے اُس نے جواب دیا کہ نہین اور یہ بھی کہا کہ ہفتاد ہزار جزو کمال سے ایک جزو کو کوئی نہین پہونچا ہے من بعد مین نے بعض حکماے فلاسفۂ اسلام کا ذکر کیا لیکن اُس نے کسی کی جانب التفات نہین کیا اور جب مین نے بعض ارباب کشف و شہود مثل شیخ جنید بغدادیؒ اور ابو یزید بسطامیؒ اور سہل بن تستریؒ کا ذکر کیا تو اُس نے کہا اولئک ھم الفلاسفۃ حقاً انتہی کلامہ اس موقع پر یہ امر غور طلب ہے کہ جن بزرگون کو اُس نے تسلیم کر لیا وہ بزرگان دین اعلے درجہ کے متبعین شریعت مطہرہ تھے نتیجہ یہ پیدا ہوا کہ اصلی فلسفہ جس کا معترف ارسطو تھا ایک شعبہ اور لمعہ ہے منجملہ اُن لمعات و شعبات انوار قلبی متبع شریعت مطہرہ سے جو اُسے باتباع شریعت حاصل ہوے ہین اور آج تک ہوتے ہی جاتے ہین۔ پس اس صورت مین کوئی شخص بغیر تبعیت شریعت غرا و حصول انوار حکمت ایمانی حقیقی طور پر فلسفہ دانی کا دعوے نہین کر سکتا اگر کوئی ایسا دعوی کرے بھی تو خطا ہے فلسفہ اور مغز مین جس قدر فرق بین ہے اُسی قدر فرق فلسفہ دان متبع شریعت و غیر متبع شریعت مین پیدا ہے

کہ ہر شخص کی عقل ورا سے جداگانہ ہے اور ایسی حالت مین یعنی باختلاف آرا ء کسی صحیح نتیجہ کے پیدا ہونے کی امید بھی نہین ہوسکتی پس اس صورت مین عموماً افراد انسانی کو ایک ایسی جامع ذات کی طرف اپنے کو رجوع کرنیکی حاجت لاحق ہوئی جو الہامی تعلیم پاکر افراد انسانی کو ہر طرح کی تعلیم و ہدایت دے سکے لہذا قادر مطلق نے ذوات مقدسہ انبیار علیہم السلام کو عقول سلیمہ دے کر اپنے بندون کیطرف بھیجا اور ہر شئے کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۴) اگر اس موقع پر یہ سوال کیا جاوے کہ آیا ارسطو بھی اپنی شریعت وقت کا متبع تھا جو ان حضرات عالیات کا اوس نے اعتراف کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً ہمین اس کی طرف زیادہ توجہ کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہین ہے کیونکہ جب کوئی شخص سچی اور حق بات کہتا ہے تو ہمین یہ نہین دیکھنا چاہئیے کہ قایل اُس کا عامل بھی ہے یا نہین بلکہ حق بات کو تسلیم کر لینا ضرور ہے۔ اور ثانیاً ہم اس موقع پر ضرور یہ کہین گے کہ جب ارسطو نے اُن بزرگوارون کو تسلیم کر لیا جو بہت بڑے متبعین شریعت تھے تو اُس سے ضرور یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ارسطو بھی اپنی شریعت وقت کا ضرور معترف تھا اور اکثر حکماے متقدمین بھی کو شرایع انبیار علیہم السلام کے متبع نہین تھے مگر اُن کی حقانیت کے معترف ضرور تھے اور اُن کی ہدایت کو سچی ہدایت تصور کرتے تھے اور ساتھ اُس کے یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ اُن ذوات مقدسہ کی بعثت اپنی ہدایت کے لئے نہین ہے بلکہ عام لوگون کے لئے ہے پس اُن کی اس غلط فہمی نے انہین کمال انسانی کو نہین پہنچا یا اور محروم رہ گئے شعر

درین راہ جز مرد داعی نرفت	گمان آن شد کہ دنبال راعی نرفت

بہرحال ہمارا مقصود یعنی جو کوئی فلسفہ دانی کا دعوی کرچکا ہے اوّلاً اُسے شریعت مطہرہ کا پابند و پیرو ہونا ضرور ہے ورنہ ہرگز وہ اس علم کا عالم کامل نہ سمجھا جاوے گا۔ کل آیا۔ یاد رہے کہ تکمیل تہذیب اخلاق انسانی اور ترقی مدارج روحانی محض اتباع شریعت مطہرہ پر موقوف ہے صرف وہ علم فلسفہ جو محض باستدلال عقل و نظر حاصل ہوتا ہے ناقص ہے

علم اُن کو پورے طور پر عطا فرمایا تا احکام شریعت اپنے بندون کو سکھائین اور اُنہین
اُس کا پابند کرین اور افراط و تفریط کے مہلک مرض سے اُنہین بچائین تا اُس کا بُرا
اثر اُن کی اخلاقی صحت کو بگاڑ نہ دے و نیز قانون قدرت کے خلاف عمل کرنے
سے نظام کارخانۂ عالم درہم برہم ہو حتی کہ اس تعلیم ربانی کا مبارک سلسلہ ہمارے حضور
اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت مبارک پر ختم فرمایا گیا اور خداوند عالم نے ہمارے حضور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۵) اور اصلاح نفوس انسانی و تہذیب اخلاق روحانی کے لیے علی وجہ الکمال ناکافی
جب تک کہ اُس کا عالم و عامل اضافۃً متخلق باخلاق اللہ نہو جس طرح کہ ارشاد ہوا ہے یعنی تخلقوا باخلاق اللہ
و تصفوا بصفات اللہ اپنے کمال اصلی ذاتی کو نہین پہنچ سکتا اور متخلق باخلاق الٰہی ہونا یعنی اپنی خصلتون اور عادتون
کو صفات الٰہی کے مشابہ بنانا ایک دوسرے اشرف و اعلیٰ نظر پیدا کرنے پر موقوف ہے تا اُس کے ذریعہ سے
طالب اپنے مقصود و مطلوب تک پہنچ سکے یعنی ایسی نظر بہم پہنچانی چاہیے جس کی قوت شاہد کی حد تک
پہنچا دے سکے اور ایسی استعداد و قابلیت کا پیدا ہونا محض اقتباس انوار مشکوٰۃ نبوت پر موقوف ہے جس کا
قوی ذریعہ اتباع شریعت مطہرہ ہے پس یہانتک شریعت مطہرہ کی اطاعت و پیروی کرے کہ واعبد
ربک حتی یاتیک الیقین کا درجہ اُسے حاصل ہو جاوے اس بیان سے یہ نتیجہ پیدا
ہوا کہ اشرف نظر فلسفہ علم توحید و صفات باری تعالیٰ نشانہ ہے اور وہ بغیر تصدیق رسالت و تبعیت شریعت حاصل
نہین ہو سکتا کیونکہ شریعت مطہرہ ایک ایسا لاجواب اور مبسوط و مجمل قانون ہے جو ہماری آسمانی مقدس کتاب کی
(جو کل علوم حکمیہ کا سرچشمہ اور منبع فیاض اول ہے اور تمام علوم متعارفہ بالمعنی اُس سے مستخرج ہین اور وہ
سب علوم پر شامل و حاوی ہے) کامل و مکمل تفسیر ہے چونکہ ارباب کشف و شہود نے اسی ذریعہ جلیلہ
اتباع شریعت غرا سے پورے طور پر کمال اخلاق انسانی و ترقیات مدارج روحانی حاصل کئے ہین لہذا ہمیشہ
شریعت مطہرہ کی تبعیت مین ہرگز سستی نہین کرتے تھے اور اُسکی رہنمائی کو اپنے فوز عظیم کا ذریعہ جانتے
تھے اور روز بروز افزون اپنے کمالات ذاتی مین ترقی حاصل کرتے ہی جاتے تھے۔ اگر عقول سلیمہ سے کام

اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کل باتیں بذریعہ وحی والہامات بتادی تھیں جیسا کہ قرآن کریم ناطق ہے یعنی وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی چونکہ آپ اختلافات طبایع انسانی اور اشیار کی کل خاصیات سے بخوبی باخبر تھے لہذا ایسا جامع اور نیک برتاؤ قوم کے ساتھ فرمایا اور حکمت ایمانی کے متعلق ایسا دلچسپ وقابل قبول الہامی قانون شریعت مرتب فرماکر قوم کو اُسکے احکام کے سچے اور سیدھے رستے پر چلایا جس سے قوم برابر مستفیض ہوتی رہی اور اُس حکمت ایمانی کے ذریعہ سے آپ کو برابر کامیابی حاصل ہوتی رہی آخر بات کیا تھی کہ آپ کا عمل وضع الشی فی موضعہ پر حقیقی اور الہامی طور پر ہوا کرتا تھا جس کسی شے کو آپ نے حلال فرمایا اور جس کو حرام قرار دیا کلیتہً وضع الشی فی موضعہ پر عمل اور وضع الشی فی غیر موضعہ سے احتراز محض مطلوب ومقصود تھا اگر یہ حکمت ایمانی معاذ اللہ صرف مجرد استدلال عقلی پر مبنی ہوتی اور وضع الشی فی غیر موضعہ سے کام لیا جاتا تو کیونکر اسلامی آفتاب اِس زور شور کے ساتھ چمک سکتا۔ ملاحظہ فرمایا جاسے کہ آج تک اِس حکمت ایمانی کی قوت وجلادت اور سچائی تمام دنیا کی اونچی سطحوں اور بلندیوں پر اپنے اسلامی جھنڈے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶) لیا جاسے تو تبعیت شریعت آسان نظر آسے گی اور اُس سے انکار واعراض ہرگز جایز نہ کیا جاسے گا خداوند ذوالمنن وموفق حقیقی اِس امت مرحومہ کو اتباع شریعت مطہرہ کی توفیق دے اور اُس کو افراط وتفریط ونا انصافی وناحق پرستی اور ہٹ دھرمی سے بچائے۔

آمین! آمین!! آمین!!!
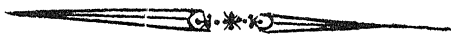
کا بہرپرا اُڑا رہی ہے اور اپنی نورانی جھلک دکھاتی ہی جاتی ہے شعر

اسلام کا آفتاب چمکا	بے پردہ و بے نقاب چمکا

پس اس سے ہم یقین کرتے ہین اور ہر عقل سلیم بھی یقین کرے گی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر قول و فعل و حکم باستدلال نص صریح وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ خدا کا قول و فعل ہے اور خدا حکیم مطلق ہے اور اسکی حکمت ہمیشہ اس بات کو چاہتی ہے کہ وضع الشی فی موضعہ کے خلاف کوئی امر ظہور مین نہ آئے اور نظام کارخانہ عالم درہم برہم نہو پس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو اپنے ارادون مین کامیابی حاصل ہوتی گئی اور آج تک ہوتی ہی جاتی ہے محض اسی حکمت ایمانی کا نتیجہ ہے جو وضع الشی فی موضعہ پر عمل فرمایا گیا ہے پس کسی شخص کو یہ دعوے کرنے کا حق حاصل نہین ہے کہ وہ وضع الشی فی محلہ پر بلا مغالطہ عمل کرتا ہے شعر

نہ ہر جاے مرکب توان تاختن	کہ جاہا سپر باید انداختن

ہان آپ کی اتباع کے ساتھ ہر کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ "اگر باتباع حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام میرا فعل پورا اُترا ہے تو مین یہ کہہ سکتا ہون کہ اضافۃً مین نے بھی وضع الشی فی موضعہ پر بلا مغالطہ عمل کیا ہے" الغرض آپ نے جس کسی کے ساتھ سختی یا لینت یا خُلق عظیم کا برتاؤ فرمایا ہے کلیۃً اوس نیک برتاؤ نے برابر برابر وضع الشی فی موضعہ کا صحیح نتیجہ پیدا کیا ہے اگر کسی کا ادراک اِس موقع پر کام نہ دے سکے

تو اُسکو چاہیئے کہ اپنے قصور و ادراک کا معترف ہو کر خاموش بیٹھا رہے زبان نہ

ہلاوے مصرعہ تو چہ دانی کہ درین سر چہ نتایج دارند

اگرچہ حکمت ایمانی نے کسی امر کو پوشیدہ نہین رکہا ہے بلکہ علاہر شئے کے اچھے

اور برُے نتایج دکہا دیئے ہین اور وضع الشئی فے محلہ و فی غیر محلہ کے مسئلہ کو خوب

سمجہا دیا ہے لیکن گمراہی و ضلال کا علاج ہی کیا ہے۔ ہمارے نبی برحق صلی اللہ

علیہ و آلہ و صحبہ وسلم نے جو ہمارے شفیق ماں باپ سے زیادہ ہم پر شفقت فرماتے

تھے اور آپ کی مبارک شان مین قرآن مکرم خود ناطق ہو چکا ہے یعنی وما ارسلناک

الا رحمۃ للعالمین قوم کی اصلاح کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہین فرمایا

اور جس قدر آپ نے اپنی امت کی تادیب و تنبیہہ فرمائی ہے درحقیقت وہ آپ کی

امت کے حق مین عین شفقت و رحمت تھی۔ یعنی قوم سے اون قلبی امراض گمراہی

کو مٹانا مقصود تھا جس مین وہ مبتلا ہو کر سسک رہی تھی اور وضع الشئی فے غیر محلہ

پر عمل کرتی جاتی تھی جس سے اُس کا مرض اور بڑہتا ہی جاتا تھا اور آیندہ چل کر اُسکی

حالت اور زیادہ اُسے بے ردی و ناکارہ کر کے ترو تازگی ایمان و حلاوت و تفریح

ایقان سے کوسوں دور اور قعر جہنم مین پہینک دینا چاہتی تھی۔

مین اس موقع پر بغرض تفہیم عوام بلا تشبیہہ تامہ و مماثلت کلیہ ایک تمثیل پیش کرنا

چاہتا ہون اور وہ یہ ہے کہ جس طرح ایک طبیب حاذق ظاہری جسمانی بعد معائنہ

نبض مریض اصلاح اخلاط و تعدیل مزاج مریض کے لئے اوّلاً ادویہ مخرج مواد فاسدہ

استعمال کراتا ہے جس سے اُسکا مقصود تنقیۂ مزاج مریض ہوتا ہے اور اگرچہ مریض تلخی دوا سے اوّلاً کسی قدر مکدر و متنفر بھی ہوتا ہے لیکن طبیب مذکور اپنی اجتہادی قوت و ملکۂ راسخہ سے ہرگز اپنی تجویز کے خلاف کوئی دوسری تجویز نہین کرتا اور اپنی دوا سے مجوزہ کو برابر استعمال کراتا ہی جاتا ہے حتیٰ کہ مریض بعد اخراج مواد فاسدہ مرض لاحق سے نجات پاتا ہے لیکن ہنوز اُس سے تقویت مزاج کی ضرورت باقی رہتی ہے جسکے لیے وہی طبیب شفیق ادویۂ مقویۂ اعضاے رئیسہ مثل مفرحات و معجونات دلکشا وغیرہ وغیرہ بحسب قابلیت طبیعت استعمال کراتا ہے یہانتک کہ مریض بوجہ ازالۂ مرض و حصول تقویت مزاج صحت کامل حاصل کرتا ہے اور اپنی اصلی قوتون کو بجاے خود پاکر اُس شفیق طبیب کا دلی معتقد اور اُسکے خلق و کرم کا معترف ہو کر نہایت عزت کی نگاہون سے اوسے دیکھتا ہے اُسی طرح یہ بے مثل حکیم روحانی آفتاب آسمان رسالت و اجتہاد - بہترین ثمرۂ شجرۂ محبت وو داد - شمع شبستان ہدایت و ارشاد - نیر درخشندۂ علت ایجاد - قامع الکفرۃ والزنادقہ - قاطع المشرکین والملاحدہ - رہروان بادیۂ ظلمت کا چراغ ہدایت و نجات - تشنہ کامان وادی حرارت گمراہی کا چشمۂ حیات - مخزن اسرار علم لدنی - معدن رموز حکمت ایمانی - صدر نشین مسند قل جاء الحق فرزندۂ سراج انجمن ذٰلك من رائحة نفحات الحق - **مثنوی**

اوست ایجاد جہان را واسطہ	درمیان خلق و خالق رابطہ
شاہباز لامکانی جان او	رحمۃ للعالمین در شان او

عارف اطوار سرِ جزو کل	خلق اوّل روح اعظم عقلِ کل
علتِ غائی زامرِ کن فکان	نیست غیر از ذات آن صاحبقران
رہنمائے خلق وہادی سبل	مقتدائے انبیا ختم رسل

یعنی حضور اقدس سید الانبیا زبدۃ الاصفیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے اِس امت مرحومہ کے ساتھہ بہ لحاظ اُس کے خیر الامم ہونے کے جو حسن سلوک وشفیقانہ برتاؤ فرمایا اور خندۂ نمکین وشیرین زبانی سے پیش آتے رہے شعر

بخندۂ نمکین دلبری وجان بخشی	تبارک اللہ اہا چہ خندہ وچہ لب است

شعر

حق جلوہ گر ز طرز بیان محمد است	آرے کلامِ حق بزبانِ محمد است

اور اُس کے دلی مہلک امراض مثل نفاق وحقد وحسد وعُجب و بیدینی وغیرہ کے زایل ہونے اور تہذیب اخلاق انسانی کی قوت حاصل کرکے ایمانی صحت پانے کے لئے لاجواب نسخۂ معجون مرکب استعمال کرایا یعنی الہامی قانون شریعت مطہرہ کا عمدہ سبق پڑہایا اور قوم کو مہلکات عظیمہ سے بچا کر سچے اور سیدہے راہون پر کہینچ لائے اور خدا کی خالص توحید کی باتین بتائین اور جو جس طرح کی قابلیت وصلاحیت رکہتا تہا اُسکی روحی شایستگی وترقی کے لیے بہی بمصداق ویعلمہم الکتاب والحکمۃ توحید حقیقی وکشفی کی سعادت سے مشرف فرمایا اور خاص خاص ارشادات کی دشوار راہین بہی آسانی سے کہولدین۔ یہ جملہ تعلیم و

وتلقین آپ کی علے سبیل المراتب وضع الشئی فی موضعہ پر عمل کرنے کی خبر دیتی ہے
حالانکہ ابتدائے نبوت واشاعت دین اللہ میں قوم اوس سیدہی اور سیدہی راہون پر چلنے سے
ڈرا کرتی تھی اور آپ سے بے حد بھاگتی تھی اور آپ کی تعمیل حکم کو بہت ہی تلخ تصور
کرتی تھی لیکن اُس حکیم حاذق ظاہری ومعنوی کا نیک برتاو اور اُس آفتاب ہدایت
کی تیز شعاعون سے رفتہ رفتہ اپنا ایسا لاجواب نورانی اثر پھیلا دیا
کہ قوم اُس سے متاثر ہوکر اپنی کدورت وتاریکی قلوب کو دور کرکے سعادت و
عزت دارین کا پاک وصاف ونورانی ذخیرہ جمع کرنے لگی اور ایمانی صحت حاصل
کرکے آپ کے نبی برحق خیر البشر سید انسان کامل - اور مخبر صادق ہونے کی
دل وجان سے تصدیق کرنے لگی اور اُس نے نفاق وعداوت وشرک
وغیرہ خصایل رذیلہ کو چھوڑ دیا اور اُس کے دل مین نور ایمان وایقان اِس درجہ
چمکنے لگا کہ اپنے دلی شوق سے خود بخود اون راہون پر چلنے لگی جسے ابتدا
مین وہ بُرا تصور کرتی تھی اور آپ پر جان ومال وزن وفرزند تصدق وقربان کرنے
لگی اور اُس کے دلی نورانیت کے آثار خود اُسکے مبارک چہرہ پر چمکنے لگے
اور یوماً فیوماً اُس کی نورانیت بڑہتی گئی اور آج تک اُس نورانی ایمان وایقان
کا دلفریب چہرہ اپنی پیاری اور دل آویز جھلک دکھاتا ہی جاتا ہے اور تا قیامت
برابر دکھاتا ہی جائے گا - آج ہم بھی اُسی نورانی قوت سے علے قدر مراتب حصّہ
لیتے جاتے ہین اِس مین کچھ شبہہ نہین کہ ماجاء بہ النبی پر پورا عمل کرنے

سے دلی نورانیت بڑھتی ہی جاسے گی اور اُس کا عامل ہمیشہ اقتباس انوار
مشکوٰۃ فیض ذات مقدس حضرۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دلی نورانیت حاصل
کرتا ہی جاسے گا حتی کہ اُسے مرتبہ حق الیقین حاصل ہو جاسے گا مصداق اس
آیہ شریفہ کے واعبد ربك حتی یاتیك الیقین اور بعض افراد و
اشخاص قوم جن کی قسمت مین شقاوت ازلی لکھی ہوئی تھی مصداق حدیث بنوی
السعید من سعد فی بطن اُمہٖ والشقی من شقی فی بطن اُمہٖ اخیر
تک اطاعت حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اباد انکار کرتے رہے حتی کہ
واصل نار جہنم ہو گئے۔ خس کم جہان پاک کا مضمون صادق آیا اور اُنکے انکار توحید
خالصہ و قانون الہامیہ شریعت نے اُنہین خوب مزا چکھا دیا ان الابرار لفی
نعیم وان الفجار لفی جحیم کے حقیقی معنی ہر دو فریق امت پر بخوبی منکشف
ہو گئے اور ہر دو کے عمل نے انہین مرتبہ حق الیقین کو پہنچا دیا۔ اور جو جس محل کا
شائستہ تھا وہین وضع کیا گیا الغرض حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک
قول و فعل و حکم وضع الشی فے محلہ کا صحیح نتیجہ پیدا کرتا ہی گیا اگر ذرا چشم بصیرت
وا ہو تو ہر عقل سلیم و فہم مستقیم آپ کے احکام و اقوال و افعال و اعمال و احوال
کو مان لے گی اور اُس کا نور ایمان حقیقی طور پر وضع الشی فے محلہ کا حکم لگا دے گا
اور جو عقل کہ فاسد و سقیم ہو گی اور شقاوت ازلی جسکے نصیب ہو گی وہ اپنی گمراہی سے
ہرگز مُنہ نہ موڑے گی اور نامعقول حجتین پیش کرتی ہی جاسے گی کل اناء

یتز ننلہ بما فیہ کا پورا مصداق بنی رہے گی اور غشاوہ غفلت ابداً اوس پر پڑا

رہے گا۔ ختم اللہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ

سے وہ پورا حصہ لیتی جاوے گی نعوذ باللہ منہا۔

اب بیان ذرا اس بیان پر بھی غور فرمایا جاوے کہ اس موقع پر یعنی وضع الشی فے

موضعہ اور وضع الشی فی غیر موضعہ کے متعلق جو ہماری حکمت ایمانی نے اچھے اور

بُرے نتائج نکالے ہین عرض کرنا چاہتا ہون جسکی سماعت کے بعد آپ کو معلوم

ہو جاوے گا کہ وضع الشی فے محلہ پر حقیقی طور سے عمل کرنا اسی الہامی شریعت

مطہرہ کا کام ہے۔ سبحان اللہ حضور اقدس ختمی مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک

ہی مبارک ومقدس ذات تھی جس نے اِس مبارک قانون کو جاری فرما کر اپنی امت

مرحومہ کو اُن مہلکات سے بچا لیا جو اپنے نفسانی جذبات کی پیروی سے اُسے

ایک بھاری ذلت وندامت اُٹھانی پڑتی تھی۔

واضح ہو کہ شریعت مطہرہ نے جو شراب کو منع فرمایا ہے کیون اور کس بنیاد پر ہے

اور اُسمین عقل سلیم کا بھی کوئی دخل ہے یا نہین۔ سنئیے آپ اور ہم اس بات کو برابر

معائنہ کرتے جاتے ہین کہ جس قدر نشہ پیدا کرنے والی چیزین ہوتی ہین کلیۃً مزیل

عقل ہین اور مخرب ناموس وشرافت انسانی۔ اور کل مسکرات مین شراب کا درجہ

سب سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ بالخاصیت اُس کا اثر بھی سب سے قوی ہے اور اُس کے

سرور کی یہ کیفیت ہے کہ جس قدر اُسے انسان پیتا جاوے گا اُسی قدر اُس کا سرور

بھی بڑہتا ہی جاے گا حتی کہ اُسکا کمال سرور انسان کو بیہوش کر دیتا ہے جسکے بعد وہ بالکل عقل سے کام نہین لے سکتا - جنون ودیوانگی کے حرکات شروع کر دیتا ہے نہ پاس ناموس وعفت انسانی کی اُسے کوئی خبر رہتی ہے اور نہ نیک وبد مین وہ تمیز کر سکتا ہے عقل سلیم اُس سے کوسون دور اور عقل فاسد رگ جان سے بھی اُسکے قریب ہوجاتی ہے پہر اُسے کون روک سکتا ہے جو چاہتا ہے کر بیٹھتا ہے حتی کہ زنا وقتل نفس کا بھی مرتکب ہوجاتا ہے جو اقبح جرایم انسانی سے ہے آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خانمان برباد ہوجاتا ہے اور اپنی قیمتی اور شیرین جان کھو دیتا ہے اگر ارتکاب جرایم سے محفوظ بھی رہگیا تو خود اُسکی شراب خواری رفتہ رفتہ جگر کو خراب کر کے اُسے صفحہ ہستی سے مٹا دیتی ہے جو روزانہ آپ کا اور ہمارا مشاہدہ وتجربہ ہے الغرض یہ بہت ہی بُری بلا ہے - کسی شاعر ناصح کا شعر ہے

شعر

شراب ہے یہ سمجھہ کے پینا خراب کرتا ہے اسکو عالم
کہین نشہ مین کُھلین نہ جوہر ہمارے اُدہر تمہارے

سمجھہ کے پینا" مین اس شاعر ناصح نے ایک باریک نکتہ رکھدیا ہے - یعنی وہ نصیحت کرتا ہے کہ ہرگز ہرگز اُسکے قریب نہ جانا چاہیے تاکہ ہمارے اور تمہارے جوہر شیطنیت وبرائی ظاہر نہون اور ہماری اور تمہاری عفت اور شرافت انسانی مین خلل نہ ڈالین اور یہ ظاہر ہے کہ جب کوئی اچھی بات نہین مانتا ہے تو ناصح شفیق اُسے

کہہ دیتا ہے کہ ہم نے تو سب کچھ سمجھا دیا ہے آیندہ جو کچھ کرنا ہو ذرا سمجھ کے کرنا
دنیا کے کل مذاہب بھی اس شئے کو بلحاظ اُسکے نجس الاثر ہونے کے اپنے
اذہان مین بُرا ہی تصور کرتے ہین لیکن مذہبی اجازت اور اُسکی لذت و سرور نے انہین
اُسکے پینے کے لئے مجبور کر رکھا ہے شعر

شراب از پے سرخروی خورند		بعفر دا از زرد روے برند

اگر فردا سے مراد روز دیگر شراب خواری ہی تصور کیا جاے تو اُن حضرات کو
معلوم ہوگا کہ اُن کی کل کیا گت بنی تھی اور آج کیا حالت ہے بعضون کی عقل فاسد
نے اُنہین اس دہوکہ اور وسوسہ مین ڈال رکھا ہے جیسا کہ وہ بیان کرتے ہین کہ
اگر حکیمانہ طریقہ و اصول پر شراب کا استعمال کیا جاے تو کوئی مضرت نہین بخشتی
یعنی حد اعتدال و مقدار معین تک کوئی بُرائی نہین پیدا کر سکتی بلکہ عقل کی روشنی کو
اور زیادہ تیز و قوی کر دیتی ہے اور سستی اعصاب کو رفع کرتی ہے جس سے ہم عمدہ
عمدہ کام لے سکتے ہین ماشاء اللہ یہ عقل فاسد ہی اُسی حکمت یونانی سے اخذ
کی گئی ہے اور حکما نے اُسکے آداب استعمال ایک حد معین تک بتاے ہین
جس سے وہ عمدہ نتایج و فواید پیدا ہونے پر یقین کرتے ہین یہہ محض اُن کی نفسانی
خواہش و سخافت راے کا نتیجہ ہے جسنے انہین اس ڈہرہ پر لگا رکھا ہے کہ
ایک رکیک تاویل پیش کر کے اپنی راے سخیف و تقسیم قایم کر دی اور عقل سلیم کی
آنکھیں بند کر لین اور اُن غوامض شرعیہ پر جس لحاظ سے کہ ہماری شریعت مطہرہ نے

منع فرمایا ہے بالکل نظر نہین ڈالی مین اس موقع پر اُن غوامض شرعیہ کو ظاہر کرنا چاہتا ہون جس بنا پر کہ ہماری شریعت مطہرہ نے اُس کے استعمال کی قطعی ممانعت فرمائی ہے۔

معلوم فرمایا جاے کہ انسان جس شے سے منع کیا جاتا ہے بمصداق الانسان حریص علی ما منع اور زیادہ اُس پر حریص ہوتا ہے۔ اور پھر ایسی چیز کی ممانعت بھی ہو جو فی نفسہ لذیذ اور عملاً سرور لانے والی ثابت ہو چکی ہو تو کیونکر انسان اُس کے استعمال کے مقدار معین تک قانع رہ سکتا ہے۔ الغرض یہ دعوے بھی اُن کا غلط اصول پر مبنی ہے کہ ایک حد معین تک کے پینے سے اُن کے حواس درست رہتے ہین۔ کیونکہ یہ بدیہی امر ہے کہ جو شے مزیل عقل ہوگی اگر قلیلاً اُس کا استعمال کیا جاے گا تو اُسی مقدار تک ضرور وہ اپنا اثر دکھاے گی اور جب کثیراً استعمال کی جاے گی کثیر اثر ظاہر کرے گی۔ جب شراب کا سرور یقیناً نشہ مان لیا گیا اور نشہ مزیل عقل ہے تو دونون حالتین اُسکی خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ انسان کو اُس پایہ سے نیچے گرادینے والی ہین جو اُسکی فطری عقل کو شراب پینے کے قبل سے پورے مدارج صحت حواس کے ساتھ حاصل تھا۔ اور عدم اختلال حواس سے بلا افراط وتفریط وہ کام لے سکتا تھا۔ پس بقدر شرب شراب مدارج عقل کا گھٹنا بھی ضرور ہوا۔ بعض حضرات کا یہ بیان بھی ہے کہ کیا دو ایک قطرہ بھی اُس کا مزیل عقل ہے اور حواس کو مختل کر سکتا ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ مقصود ہمارا اُس مقدار قلیل سے

یہ ہے کہ جو سرور کی حد تک پہنچا دیتا ہے اور جسکی لذت مین انسان پھر صبر نہین کر سکتا
کہ اُسی پر اکتفا کرے اور آیندہ اور زیادہ اُسکے پینے کا مصر نہو۔ لازمہ سرور شراب یہ
ہے کہ حواس مین انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور اوسکی بنیاد عقل کو متزلزل کر دیتا ہے
جسکے بعد انسان کا ہرگز اوس پر قابو نہین چل سکتا۔ پس اس صورت مین ایک قطرہ بہی
اُس کا جو مذاق تحریص و ترغیب پیدا کرتا ہے گو عملاً اثر نہ پیدا کرے پینا درست نہین
ہے۔ بعض حضرات کا یہ بیان بھی ہے کہ مقدار معین تک اُسکے پینے سے
انسان کی جرأت و سخاوت بڑہجاتی ہے یعنی ایک اونی بات پر جدال و قتال کے
لئے آمادہ ہو جاتا ہے اور ادنی تعریف و توصیف مین زاید از ضرورت مال و متاع ایثار
کر دیتا ہے۔ اللہ ری جرأت و سخاوت مصرعہ آفرین بادرین ہمت مردانۂ تو *
کہ کچھہ بھی نشیب و فراز کو ملاحظہ نہین فرمایا۔ میری راے مین بلکہ ہر عقل سلیم کے نزدیک
یہ کوئی تعریف کی بات نہین ہے۔ بے معنی جرأت و سخاوت نامعقول تصور
کی جاے گی کیونکہ اُس نے ثبات عقل و حواس سے کوئی کام نہین لیا اگر ثبات
عقل سے کام لیتا اور جرأت و سخاوت کو برمحل دکہاتا تو ہم سمجھتے کہ واقعی یہ فعل
اُس کا ذاتی جوہر ہے عارضی اثر سے اگر کوئی ایسا فعل کر بیٹھے اور پھر وہ بے موقع
بھی ہو تو کیونکر قابل قبول ارباب خبرت ہوگا اور صحیح نتیجہ پیدا کرے گا اور ایسا فعل خود
اُسکے اختلال حواس کی پوری خبر دیتا ہے۔ جب ہمارے اسلاف مین جرأت
و سخاوت اُن کا جوہر ذاتی تھا تو ہمین بھی ذاتاً اُس جوہر کو حاصل کرنا چاہیئے نہ بعروض

عارض - ماشاء اللہ کیا کیا تاویلات رکیکہ و توجیہات نامعقولہ حلت شراب مین پیش کئے جاتے ہین لیکن چسپان نہین ہو سکتے - افسوس ہے کہ اسکی اصلی اور ذاتی کیفیت کیف کو جو درحقیقت مزیل عقل ہے عقل کے تیز ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہین اور اسی ذریعہ کی قوی حجت پیش کرنا چاہتے ہین مگر مُنہ کے بل گر پڑتے ہین -

مصرعہ - برین عقل و دانش بباید گریست +

کوئی دانشور ان رکیک تاویلات کو تسلیم نہین کرسکتا لیکن وہ بھی ان تاویلات کے پیش کرنے مین اسوجہ سے مجبور ہین کہ اُن کی خواہش نفسانی نے اُنہین اس مغالطہ مین ڈال رکھا ہے - اگر حداعتدال پر بھی اُس کا پینا درست ہوتا اور انسان کا اُس پر قابو چل سکتا تو ہماری شریعت مطہرہ ہرگز اُس کی قطعی ممانعت نکرتی کیونکہ ہماری مبارک شریعت نہ صرف منقول ہی منقول ہے بلکہ یہ وہ منقول ہے کہ جان معقول ہے - جب شریعت مطہرہ کے مبارک خیال مین یہ نجس الاثر شئے بروے حکمت ایمانی بلحاظ اُن برائیون کے جس کا ذکر مکرر سکرر اوپر ہو چکا انسان کے لئے ناموضوع متصور ہوئی تو قطعاً اُس کی ممانعت کردی اور ایک قطرہ بھی اُس کا پینا بحکم حدیث نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم یعنی ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام ؏ جایز نہین رکھا - ونیز اللہ جلشانہ اس نجس شئے سے بچنے کی نسبت صاف الفاظ مین ارشاد فرماتا ہے یعنی یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ

لعلکم تفلحون علاوہ ہمارے تجربون کے جو اس کی برائیون کی نسبت ہمین
معلوم ہوے ہین نص حدیث و نص قرآن سے بھی اسکی ممانعت قطعی طور پر ثابت
ہو چکی تو خیال کیا جاے کہ یہ نجس شے کس قدر قابل احتراز و اجتناب سمجھی جاتی
ہے پس معلوم ہوا کہ انسان مشروبات اُس کی وضع کا محل ہرگز نہین ہے خواہ وہ قلیل
ہو یا کثیر کیونکہ جو شے جس محل کے لیے وضع کی جاے ہرگز اُس محل سے بُرائی
نہین پیدا ہو سکتی اور جب برائی پیدا ہو گی تو یقیناً کہا جاے گا کہ شے مذکور ہرگز
اُس محل کے لیے موضوع نہین ہے جلد اُسے اُس محل سے ہٹا دیا جاے
ماشاء اللہ کیا کیا احکام شریعت مطہرہ ہین اور کس درجہ وضع الشی فی موضعہ کے متعلق
حقیقی طور پر عمل فرمایا گیا ہے جس مین لغزش کی ہرگز گنجایش نہین ہے

مثنوی

چند چند از حکمت یونانیان — حکمت ایمانیان را ہم بدان
سور سطالیس و سور بو علے — کئے شفا گفتہ نبی مقبلی
دل منور کن با نوار جلی — چشم باشی کاسہ لیس بو علی
سرور عالم شہ دنیا و دین — سور مومن را شفا گفت اے حزین
سینۂ خود را بر و صد چاک کن — دل ازان آلودگیہا پاک کن
یاد فرمودش آن مرد عرب — وہ چہ خوش ہم گفت از روے طرب
ایہا القوم الذی فی المدرسہ — کلما حصلتموھا وسوسہ
فکر کم ان کان فی غیر الحبیب — مالکم فی نشاۃ الاخری نصیب

علم چه بود آنکه ره بنمایدت	زنگ گمراہی ز دل بزدایدت
این ہوسہا از دلت بیرون کند	خوف و خشیت در دلت افزون کند
خشیت اللہ را نشان علم دان	انما یخشی تو در قرآن بخوان

خداوند ذوالمنن ہم تمام مسلمانون کو اتباع شریعت مطہرہ کی توفیق دے۔ اور خوف وخشیت نصیب کرے۔ اور اپنے نور جمال سے ہمارا دل منور فرماے اِس مین کچھہ شبہہ نہین کہ کل احکام شریعت مطہرہ کا یہی حال ہے کہ وضع الشی فے محلہ کا پورا مصداق بنے ہوے ہین۔ پس جو فعل کہ باتباع شریعت مطہرہ انسان سے ظہور مین آئے گا وہ خلق انسانی مین داخل ہو جاے گا اور جس کو شریعت مطہرہ قطعاً رد کر دے گی وہ خلق انسانی کے دائرہ سے خارج اور وضع الشی فے غیر محلہ کی حد مین پہنچ جاے گا۔ اور جو فعل خلاف شریعت ہوگا ضرور اوس سے ذلت وخواری وندامت اُٹھانی پڑے گی یاد رہے کہ انسان ہمیشہ اپنے نفسانی جذبات کے نتایج سے ندامت اُٹھایا کرتا ہے اور روحانی جذبات سے راحت غایت مافی الباب یہ ہے کہ منتہاے پیروی شریعت سے طریقت وحقیقت ومعرفت کی راہین کھل جاتی ہین اور اسی سے اِن تینون درجون کا فتح الباب ہوتا ہے اور یہ ایسا قابل قدر نکتہ ہے کہ اگر ذرا عمل کر کے دیکھا جاے تو حقیقت حال واضح ہوگی یاد رہے کہ شریعت مطہرہ کا پورا عامل اپنے اخلاق بد کو عمدہ طرح سے نیک بنا سکتا ہے جسکے بعد اُسے غیر کے استشارہ کی ضرورت ہی باقی نہین رہتی

کیونکہ شریعت درحقیقت ربانی تعلیم وتلقین ہے اور یہ ایسی فیاض بحر ہے جس کا ہر شناور گوہر آبدار سعادت ابدی سے لے کر ساحل نجات دایمی کو پہونچ سکتا ہے خداوند کریم بحرمت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قوم کو شریعت مطہرہ پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ الحاصل اس قانون شریعت مطہرہ مین جس طریقہ سے ہماری تعلیم و ہدایت ہوئی ہے اور بضرورت خاص تادیب وتنبیہ بھی فرمائی گئی ہے کلیۃً وضع الشئے فی محلہ پر عمل فرمایا گیا ہے۔ کسی کی مجال نہین کہ دم مار سکے۔ شریعت بمنزلہ ہمارے شفیق مان باپ کے ہے۔ بلکہ اُس سے بھی کہین بڑھ کر یعنی جس درجہ شفیق مان باپ اپنے بچون پر شفقت ورحمت مبذول کرتے ہین اور اُن کی صیانت و حفاظت مین ماکولاً وشرباً تادیباً وتعلیماً کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھتے اس سے زیادہ ہماری محبوب اور پیاری شریعت ہم پر شفقت ورحمت ومہربانی فرماتی ہے اور اپنی پُرجوش تعلیم وہدایت کے ساتھ ہمین اوس راہ پر کھینچتی ہی جاتی ہے جس مین بال برابر کجی کا دخل نہین صرف ہمارے نفسانی جذبات کا تاریک اثر ہے جو اُس روشن راہ کا حجاب بن گیا ہے۔ جس سے ہم حق وباطل مین کوئی امتیاز نہین کرسکتے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فوائد کثیرہ پر ہماری گہری نظر نہین پڑتی۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ قانون شریعت تو ہماری پوری پوری رہنمائی کرنے اور ہمین مہلکات عظیمہ سے بچا کر سیدھی راہ دکھانے کے لئے مستعد وتیار ہے مگر ہم اُس پر ہرگز خیال نہین کرتے بلکہ اُس سے کوسون بھاگتے ہین۔ یہ محض ہماری بدبختی وحرمان

وبدنصیبی ہے ۔ بھائیو دنیا ایک ایسا تماشا گاہ و قدرتی طلسم ہے کہ اس مقام مین
کوئی شخص بغیر تبعیت و ہدایت شریعت قدم نہین رکھہ سکتا اگر رکھا بھی تو اس کو یقیناً
لغزش و ذلت پانے کی قوی توقع رکھنی چاہیے ہان اگر ہم اس مقام مین کچھہ بھی
عقل سلیم و فہم مستقیم سے کام لے کر اپنی ذات کو شریعت کے تفویض کر دین تو
بیشک وہ ہمین عبرت کا سبق پڑھا کر اچھی طرح تعلیم دے سکتی ہے اور ہماری جزءً
و کلاً اصلاح بھی کر سکتی ہے جسکے بعد ہم ایک ایسے عظیم الشان ہوادار دلپر فضا
ایوان مین حسن معاشرت کے بیٹھہ سکتے ہین جسکی ٹھنڈی ہوا ہمارے مضمحل دل
اور ہمارے کمزور دماغ کو تازہ و قوی بنا سکتی ہے ۔ اور ہم اس رفیع الشان اخلاقی
ایوان مین بیٹھہ کر اپنی آیندہ روحانی زندگی کا کافی ذخیرہ باطمینان خاطر جمع بھی کر سکتے ہین جو
ہم کو ابدالاباد کام آسکتا ہے ۔ یاد رہے اور خوب یاد رہے کہ ہماری شریعت
کبھی ہماری برائی نہین چاہتی ۔ بلکہ ہمین ان افعال و اعمال سے روکتی ہے جس
سے ہمین مضرت پہونچتی ہے یا مضرت پہونچنے کا اندیشہ لگا رہتا ہے کیونکہ دنیا
ایک ایسی پُر آشوب جگہ ہے جہان ہمارے نفسانی جذبات کو ضرور تحریک ہوجایا
کرتی ہے ۔ اگر ہم اس مقام مین اپنی شریعت کے پابند رہین گے تو بیشک ہم
اپنے نفسانی جذبات کی آفتون سے بچ سکین گے ۔ اور شریعت ہمین اُس سے
پورے طور پر خبردار کرسکے گی یاد رہے کہ جیسے ماں باپ اپنے عزیز لڑکون
کو کنوین مین جا گرنے یا آگ کے قریب جانے سے یا کوئی فعل خلاف عقل

کرنے سے روکتے ہین کہ مبادا لڑکے کو اُس سے کوئی صدمہ پہونچے - اور اُسکی جان شیرین تلف ہو - اُسی طرح ہماری شفیق شریعت ہمین برائیون سے بچاتی ہے اور ہر وقت بچانے کے لئے مستعد و تیار ہے مگر افسوس ہے کہ ہم اُن فوائد کثیرہ پر جو باتباع شریعت ہمین مل سکتے ہین کچھہ بھی خیال نہین کرتے اور ایسی بھاری نعمت کو چھوڑ بیٹھے ہین اور بلا متابعت شریعت و حکمت ایمانی اپنی مجرد عقل سے کام لینا چاہتے ہین اور بیحد مشکلات مین پھنس جاتے ہین

مثنوی

کار پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

ہست آن شیرے کہ آدم را خورد
ہست این شیرے کہ آدم مے خورد

گفت اینک ما بشر ایشان بشر
ما و ایشان بستۂ خوابیم و خور

جملہ عالم زین سبب گمراہ شد
کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد

ہمسری با انبیا برداشتند
اولیا را ہمچو خود پنداشتند

این ندانستند ایشان از عمٰی
ہست فرقے درمیان بے منتہا

خلق در بازار یکسان مے روند
آن یکے در ذوق و دیگر دردمند

ہر دو گون زنبور خوردار از یک محل
لیک شد زین نیش و زان دیگر عسل

بیضۂ بازار چہ باشد در شبہ
بیضۂ کنجشک را دور است رہ

برگہا ہمرنگ باشد در نظر
میوۂ ہر یک بود نوع دگر

دانۂ آبی بدانۂ سیب نیز
گرچہ ماند فرق ہادان اے عزیز

ہر دو گون آہو گیا خوردند و آب زین یکے سرگین شد و زان مشک ناب

ہر دو نے خوردند از یک آبخور آن یکے خالی و از دیگر شکر

صد ہزاران ہمچنین اشتباہ بین فرق شان ہفتاد سالہ راہ بین

این خورد گردد پلیدی زو جدا آن خورد گردد ہمہ نور خدا

این خورد زاید ہمہ بخل و حسد وآن خورد زاید ہمہ نور احد

سحر را با معجزہ کردہ قیاس ہر دو را بر مکر بنہادہ اساس

ہر دو صورت گر بہم ماند رواست آب شور و آب شیرین را صفاست

جز کہ صاحب ذوق نشناسد بیاب او شناسد آب خوش از شورہ آب

ہست ترکیب محمد لحم و پوست گرچہ در ترکیب ہر تن جنس اوست

گوشت دارد پوست دارد استخوان ہیچ این ترکیب را باشد ہمان

کاندرین ترکیب آمد معجزات کین ہمہ ترکیبہا گشتند مات

گر بصورت آدمی انسان بدی احمد و بوجہل خود یکسان بدے

احمد و بوجہل در بتخانہ رفت زین شدن تا آن شدن فرقیست زفت

گریۂ او خندۂ او نطق او نیست از وے ہست آن جملہ زہو

چونکہ ظاہرہا گرفتند احمقان وان دقایق شد ازیشان بس نہان

کجا حکمت ایمانی و کجا حکمت یونانی مصرعہ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا +

یہ ایک نکتہ بھی ضرور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ کے

صحیح انسی

حقیقی معنی یہ ہین کہ وضع اسکے فی محلہ پر اوسوقت تک عمل نہین ہو سکتا جب تک کہ شریعت مطہرہ کی تبعیت نکرے۔ اب آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ خلق انسانی کیا چیز ہے۔ اور کن افعال و اعمال کا نام ہے اور اُسکی صورتین کیا ہین۔

تنبیہ اوّل

اب ملاحظہ فرمایا جاوے کہ کہانتک ہم اخلاق انسانی سے حصہ لیتے جاتے ہین اور کہانتک شریعت مطہرہ کی پیروی کرتے ہین اے ہمارے عزیز اور پیارے بھائیو آپ کو اور ہم کو بالضرور ان ذیلی امور پر غور و فکر کرنی چاہیئے۔ بھائیو ذرا غور تو فرماؤ کہ ہم کیا کرتے ہین اور ہماری قوم کیا کر رہی ہے۔ ہم نے انس انسانی... کے شرف کو کہانتک حاصل کیا۔ کس درجہ کے ہم انسان بنے بیٹھے ہین۔ شریعت غرا کی کہانتک پیروی کی۔ کون کون خصائل پسندیدہ ہم مین ہین۔ کن کن عادات رذیلہ کے اختیار کرنے سے ہم آماجگاہ ناوک اعتراض شریعت بنے ہوئے ہین۔ آیندہ تلافی افات کی نسبت ہمین کچھ کرنا بھی ہے یا نہین۔ ہماری انسانیت ہمین کیا بتارہی ہے۔ اور ہم کیا کر رہے ہین۔ اس دنیا مین ہمارا وجود و ظہور کس ضرورت سے ہوا ہے۔ ہمارے قیمتی رات دن کن اشغال و افعال مین صرف ہو رہے ہین۔ ہم کس بیخبری سے بسر کر رہے ہین۔ آخر ہمین کوئی پوچھنے والا بھی ہے یا نہین ہمارے بزرگون کا کیا اصول تھا۔ اور ہم کس اصول پر چلتے ہین۔ ہماری خیریت

کس راہ کے اختیار کرنے مین ہے۔ اور ہماری ذلت کس شعار پر چلنے سے متصور ہے۔ ہم حرام سے کس قدر حصّہ لیتے جاتے ہین۔ اور حلال سے کس درجہ ثمرہ حاصل کرتے ہین۔ ہم کسب کمال کی طرف کہان تک راغب ہین اور جہل و نادانی سے کس درجہ متنفر و دور ہین۔ اخلاق حسنہ کہان تک اختیار کیا۔ اور اعمال سیئہ کو کہان تک چھوڑا۔ ہماری مبارک شریعت ہمین کیا تعلیم کر رہی ہے۔ اور ہم کس کے پیرو ہین۔ ہمارے اعتقادات کا کیا حال ہے۔ ہماری ایمانی قوت کس حالت مین ہے ہمارا دین ابوی ہے یا بنوی۔ ہمین تہذیب اخلاق انسانی کا سبق پڑھنے کے لئے کون چیز مانع ہے۔ ہماری روحی شایستگی کے لئے کون امر حاجب ہے؟ ہماری انسانی ہمدردی کدھر گئی؟ ہمارا دل سنگ لاخ کیون بن گیا۔ نیک کامون مین ہمارا قدم کیون آگے نہین بڑہتا؟۔ ہمارے مال و متاع مین ہمارے عزیز دینی بھائیون کا بھی کوئی حصّہ ہے یا نہین جو اُن کے مشکلات عسرت مین کام دے سکے؟ کیا ہمنے یہ آیۂ قرآنی نہین پڑہی ان تقرضوا اللّٰہ قرضاً حسناً یضاعفہ لکم و یغفر لکم و اللّٰہ شکور رحیم؟ کیا صلہ رحمی ہمارا کام نہین؟ کیا ایتام و بیوگان قوم پر رحم کرنا اور بقدر صلاحیت اپنے اُن کا وظیفہ مقرر کرنا ہمارا فریضہ نہین؟ کیا مسکینون کو کھانا کھلانا ہمین ثواب نہین۔ کیا کج خلقی ہمارا شیوہ ہے؟ کیا خُلق محمدی سے ہمین کوئی حصّہ نہین لینا چاہیئے؟ کیا التعظیم لامر اللّٰہ والشفقۃ علی خلق اللّٰہ کو اختیار کرنا ہمین لازم نہین۔؟ کیا مظلومون اور معذورون پر رحم کرنا ہمارا کام نہین؟۔ کیا کسب

حلال سے پیدا کرنا ہم پر واجب نہین ؟ - کیا کسب حرام سے دور رہنا ہمین ضرور نہین - کیا غیبت و حسد کرنا ہمارا شعار ہے ؟ کیا عجب و نخوت اختیار کرنا ہمین لایق ہے ؟ - کیا اخلاق حسنہ کو چھوڑکر رات دن جھگڑے کرتے رہنا ہمین شایان ہے ؟ کیا ہم حلال ذریعہ سے ہر ایک کسب یعنی حرفت و صناعت و فلاحت وغیرہ وغیرہ اختیار کرنا چاہین گے تو ہماری پرورش نہوگی ؟ - کیا خدا ہمین برکت ندے گا ؟ - بھائیو پنبہ غفلت اپنے کانون سے دور کرو اور راہ راست پر چلے آؤ - خدا کا دیا ہماری حسن نیت سے بہت کچھ ہے اور آیندہ بھی وہ بہت کچھ ہمین دے سکتا ہے - ہمارا خدا غنی ہے اور ہم اُسکی درگاہ کے فقیر ہین و اللہ الغنیُ و انتم الفقرا - دیکھیے ہجدہ ہزار عالم کو کس طرح پرورش کرتا ہے - کیا ہمین وہ چھوڑ دے گا - کیا اب وہ چھوڑے ہوے ہے قلیل و کثیر جو کچھ کہ بحکمت مبالغہ اُس کے ہمارا حصّہ اور مقسوم ہے پہونچتا ہی جاتا ہے شعر

محتاجون کی بھیڑ ہے برابر	سرکار کا لٹ رہا ہے لنگر

پس کیون ہم اکل حرام کی طرف توجہ کرین کیون اپنے نامہ اعمال کو سیاہ بنائین - وہ مال جس کو اخلاق انسانی نفرت کی نگاہون سے دیکھتے ہین - اُس کے کسب و فراہم کرنے مین کیون رغبت کرین ہمین کسب کمال کرنا چاہیے جو ہمارے اکل حلال کا ذریعہ ہو اور ہماری عزت بڑہائے شعر

کسبِ کمال کن کہ عزیزِ جہان شوی	کس بے کمال ہیچ نیرزد عزیز من

ملاحظہ فرمایا جاسے کہ اقوام غیر نے بوجہ کسب کمال کہانتک دنیاوی فراغت حاصل
کی ایک ہم ہین کہ جہل و نادانی و بے کمالی کے مرض مین مبتلا ہوکر سسک رہے
ہین - اگر ہم کسبِ کمال کے بعد اُس کو جایز طریقہ سے استعمال کرین گے تو صرف
ہماری دنیاوی عزت ہی نہین بڑہے گی - بلکہ ہماری اخروی عزت بھی ترقی پذیر ہوگی
اور ہمین اُن عقبات و ذلات عذاب آخرت سے بچاسے گی جس سے ہمین
سخت تکلیف اُٹھانی پڑے گی - بھائیو اِن تمام باتون پر غور کرکے اپنے دل مین
آپ ہی ایک محکمہ قایم کرو - اور خود ہی حکم بنکر انصاف فرماؤ - اور اخلاق حسنہ کا
عملی سبق خود بھی پڑہو اور دوسرون کو بھی پڑہاؤ - اور علم و فضل و کسبِ کمال کی ڈوبتی
ہوئی کشتی کے خود ناخدا بن کر اُسے ابھار دو اور اُنس فطری کو کام مین لاؤ - اور
اپنے روحانی و جسمانی جذبات اور قوتون سے قوم کو جو ایک ناپید اکنار خطرناک
بدخلقی و جہل و نادانی کی دلدل مین پھنس گئی ہے اور اُسکی ضعیف قوت بزور بازو
اُسے اُبھرنے نہین دیتی اپنی جمیل کوششون کی طنابون سے کھینچ کر باہر
لاؤ - خصوصاً ہمارے اکابر قوم پر فرض ہے کہ قوم کو تہذیب اخلاق کا عملی سبق
پڑہائین - اور اُسکی مدد کرین اور اُسے نکبت و ادبار کی نیند سے جس مین وہ بیہوش
پڑی ہوئی خراٹے لے رہی ہے ذرا جگائین - اور تہذیب اخلاق و شایستگی
انسانی و حسنِ معاشرت کا اُسے قانون سکھائین اور اپنی دریادلی و بلند ہمتی سے

کوئی حصّہ بیوگان وایتام اور مساکین کے لیئے اپنی جیب خاص سے الگ کر کے اُنہیں عطا کریں اور خدا سے اُسکا اجر پائیں - اِس اخلاق حسنہ سے آپ کے مال میں ترقی ہوگی - آپ کی عمر طویل ہوگی - آپ کی بڑی بھاری عزت ہوگی - بیوگان پردہ نشین اور ایتام آوارہ حال رات دن آپ کے حق میں دعا کریں گے خدا آپ پر رحم کرے گا آپ کا بول بالا ہوگا - اگر آپ صرف زکوٰۃ ہی نکال کریں گے تو بہت بھاری مدد اُس عاجز گروہ کو ملے گی السخی حبیب اللّٰہ کی نعمت سے آپ اور ہم محروم نہیں رہیں گے - بھائیو اِس امر پر بھی غور کرو کہ ہمارا باہمی نفاق جو اِس وقت ہماری نکبت و ادبار کا قوی سبب اور پہلا زینہ بڑا ہے اور جس کا بُرا اثر ہماری دنیاوی و اخروی زندگی پر پڑتا جاتا ہے ہماری قوم کے مجموعی اتفاق سے کس درجہ مبدل ہونے کے قابل ہے - جب قوم میں اتفاق پیدا ہوگا اور ہر شخص ایک دوسرے کا مصلح بن جائے گا تو مجموعی قوتوں سے ہماری بگڑی ہوئی معاشرت اچھی ہو جائے گی اور قوم میں علمی روشنی بیحد پھیل جائے گی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جو مبتذل حالت اِس وقت ہماری ہے آیندہ باقی نہ رہے گی اور ہم دنیا میں وقعت کی نگاہوں سے دیکھے جائیں گے اور اس طرز عمل کے اختیار کرنے سے ہماری روحانی زندگی بھی اچھی طرح سنور جائے گی -

تنبیہہ دوم

بھائیو ہمیں ضرور ہے کہ اپنی نفسانی اور عنصری خواہشات کو دبا کر روحی ملکات سے

کام لین اور ابدی مزے اُڑائیں یہ ہمارا وجود بغرض نفس پرستی نہین ہوا ہے بلکہ
محض بغرض معرفت الہی اور کسب سعادت ابدی ہوا ہے اور یہ مہلت جو ہمین ملی ہے
بہت غنیمت ہے اور بہت ہی غنیمت ہے ہمین اُسکی قدر و منزلت کرنی چاہیے
لیکن ہماری افسوسناک حالت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ باوجودیکہ ہم ایک ایسے
لاجواب اور شیرین و شفاف چشمے پر روحی کمالات کے کھڑے ہین اور ہماری
روحی فطرت زبان حال سے ہمین اپنے کمالات و ملکات اصلیہ کے اونچے
زینہ پر پکار پکار کر بلاتی ہے لیکن ہمارا اُس مین غوطہ لگا کر اُبھرنا اور گوہر ابدار سعادت
ابدی کو نکالنا تو درکنار ایک چلو بھر پانی بھی اُس شیرین چشمے کا نہین پیتے اور بھولے
سے بھی اُس کا خیال نہین کرتے اور اپنے جسمانی تلذذات و تعیشات ہی مین لگے
رہتے ہین اور اپنی روح کو جو پیکر عنصری کی ناگوار تنگ تون مین پھنس کر ریزہ ریزہ کر رہی ہے
اور ہماری روزانہ بے توجہی سے اُسکی اصلی قوتین مضمحل اور اُس کا تازہ اور نفیس
و محبوب چہرہ سموم خواہشات نفسانی کے ناگوار طمانچون کے اثر سے نیلگون ہوتا
جاتا ہے اُسکی تر و تازگی کیطرف توجہ نہین کرتے اور اپنے آپ پر بیحد غضب ڈھاتے
جاتے ہین بس اس صورت مین ہم سے بڑھکر کل مخلوقات الہی مین کون بدنصیب
ہو سکتا ہے ہماری بدنصیبی روزانہ ہمین حسرت کی نگاہون سے دیکھ دیکھ کر آٹھ آٹھ
آنسو روتی ہے لیکن ہم نہین پہچانتے - مین اسکے بواعث اور اوجہ توجیہ کو ایک عمدہ
پیرایہ مین اپنے اخوان ذی شان کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہون جس سے میرا مقصود

انکشاف حال و حقیقت واقعیہ سے ہے جس کے بعد بہ حسب توفیق عمل بھی کر سکتے ہین
مخفی نرہے کہ ہماری عنصری و نفسانی خواہشون کا اثر صرف[۵۱] ہمارے پیکر عنصری
کی چوحدی ہی مین محدود و مقید ہے کبھی اُسکا قدم آگے نہین بڑھ سکتا اور ہماری روحی خواہشون
کا اثر[۵۲] ہمین بہت دور تک یعنی ہماری انتزاع و اختراع کے منتشار تک پہونچا سکتا ہے
جو ہماری روح کے منتہائے عروج کے دائرہ کا مرکز ہے مین اس مضمون کو کسی قدر
اور بھی صراحت کے ساتھ بیان کرنا اور خواہشات عنصری و خواہشات نفسانی کا فرق
و مابہ الامتیاز بتانا چاہتا ہون -
مخفی نرہے کہ ہمارا پیکر عنصری مادیات سے مرکب ہے اور ہمارا پیکر مثالی جو ہماری روح
اور ہمارے پیکر عنصری کے درمیان برزخ واقع ہوا ہے غیر مادی ہے - ہمارا جسم عنصری
بوجہ مادیت خرق والتیام و تجزی و تقسیم کو قبول کرتا ہے - اور ہمارا جسم مثالی بوجہ غیر مادیت
خرق والتیام و تجزی و تقسیم کو قبول نہین کرتا اور جو آثار کہ خرق التیام کے ہمارے جسم
مثالی پر ظاہر و مترتب ہوتے ہین در حقیقت ہماری عنصری و نفسانی خواہشون کے
نتائج ہین جس کا ذکر آئندہ تفصیل کے ساتھ کیا جائے گا - اور روح انسانی ان دونون

---

[۵۱] جب وہ افراط کے مشغلہ تک نہ پہونچے اور تفریط مین بخیر قابل خطاب نہ بن جائے اور دونون صورتون مین
متعدی شر کو جو قوم اور ملک کا رہزن ہے - اپنے اوپر لازم نکرلے ۱۲

[۵۲] نسبت بہ شمرادہ فنائی حد سے اسرف کیونکہ فنا کے ورا بلکہ ورا الورا تو اللہ ہی جانتا ہے شعر
اول ما آخر ہر منتہی - آخر ما جیب تمنا تہی مصرعہ اسے برادر بے نہایت درگہے است + از مولانا مولوی
علی حسین بلگرامی رحمانی دام مجدہٗ ۱۲

کیفیتون سے الگ ہے کیونکہ وہ ایک جوہر مجرد بسیط ہے جو علاوہ غیر مادی ہونے کے ابعاد ثلاثہ سے بھی پاک ہے۔ مگر یہ حسب لطافت تمامی اشیا پر محیط ہے اور اسی بنا پر اُس کا سریان بھی ہین پیکر عنصری و پیکر مثالی مین برابر معلوم ہوتا ہے پیکر عنصری مین بوجہ کثافت جسم ابعاد ثلاثہ بالبداہت برابر پاسے جاتے ہین ۔ اگرچہ پیکر مثالی مین بھی یہ اوصاف موجود ہین مگر جونکہ وہ جسم نورانی و لطیف ہے لہذا ہر حال مین پیکر عنصری پر فایق ہے اور روح پیکر مثالی پر بہ سبب اس کے کہ وہ تمامی اوصاف جسمیت سے مبرا و منزہ ہے۔ فایق تر ہے الغرض اگر پیکر عنصری کو مادیات کی مدد نملے تو تحلیل ہوجایا کرتا ہے ۔ بخلاف اُس کے پیکر مثالی جس کو مادہ کی کوئی ضرورت ہی نہین ہے ۔ ابدا تحلیل نہین ہوتا۔ اور اون پیکرون مین روح برابر متصرف ہے اولاً روح کا تصرف جسم مثالی مین ہوتا ہے اور جسم مثالی اُس تصرف کو قبول کر کے اُسکے اثر کو جسم عنصری مین پہونچا دیتا ہے۔ لیکن یہان اس امر کا خیال رہے کہ روح کے تصرفات مین اِن دونون جسمون مین کسی زمانہ کا انفراض نہین ہے بلکہ ایک برقی کیفیت ہے جو تصرف روح کو بواسطہ جسم مثالی جسم عنصری تک پہونچا دیتی ہے اس موقع پر

[۵۱] یہان پر اس امر کا خیال رہے کہ نفس ناطقہ جس سے مراد ہماری روح ہے نہ جوہر ہے اور نہ عرض اور اُسکی ماہیت کسی پر واضح نہین ہے اور نہ عقل جزوی کا یہ کام ہے کہ اُسے معلوم کر سکے کیونکہ وہ عقل جزی کے ادراک و اشارہ سے خارج ہے اور اسی بنا پر اوسے مجہول الکیفیت کہتے ہین اور الحق ایسا ہی ہے کہ جو شے مجہول الکیفیت ہوگی وہ مجہول التعریف بھی ہوگی اور جو مجہول التعریف ہوگی ہرگز عقل جزئی مین نہ آسکے گی۔

یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جسم مثالی درمیان روح اور جسم کے کیون برزخ واقع ہوا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ جو شے دو متباین و متخالف چیزون کے درمیان رابطہ ہو سکے
وہ ایسی ذو جہتین ہونی چاہیئے جس مین تقریباً دونون کے اوصاف پائے جاتے ہون
تا رابطہ و مربوط دونون مین مناسبت پیدا ہو سکے۔ چونکہ جسم مثالی مین بوجہ لطافت
ایک قسم کا وصف روح اور باعتبار جسمیت ایک طور کا وصف جسم عنصری موجود ہے
اس لئے قدرت کاملہ و حکمت بالغہ حکیم مطلق نے اُسے برزخ ٹھہرایا تا روح بواسطہ
جسم مثالی جسم عنصری سے موانست پیدا کر کے متصرف ہو سکے۔ پس اس سے
ثابت ہوا کہ اجسام دو قسم کے ہین ایک مادی اور دوسرے غیر مادی۔ جن کو اجسام کثیفہ
لطیفہ بھی کہتے ہین جو مادی اجسام ہین تحلیل مادہ سے فنا ہو جاتے ہین اور جو غیر مادی ہین ہمیشہ کیلئے باقی رہتے ہین
اور نفخ صور تک برابر باقی رہینگے۔ رنج و راحت جو صفات متضادہ ہین اُن کا تعلق بھی انہین
دونون جسمون سے ہے۔ اور یہی دونون جسم بواسطہ روح رنج و راحت سے متلذذ
و متألم بھی ہوتے ہین۔ اور روح ان دونون حالتون اور کیفیتون کی مدرک ہے۔
اسکے بعد آپ معلوم فرمائین کہ پیکر انسانی مین خواہشات کی کئی قسمین ہین۔
واضح ہو کہ پیکر انسانی مین خواہشات کی دو قسمین ہین۔ ایک خواہش عنصری طبعی اضطراری
اور دوسری خواہش نفسانی غیر طبعی اختیاری۔ صنف اول کی محرک خود اُسکی طبیعت
و کیفیت اصلیہ ہے مگر بواسطہ تصرف و تعلق روح۔ اور صنف دوم کی محرک خود ہماری
روح ہے جو بوجہ اتصاف اوصاف چند ایک کیفیت غیر طبعی پیدا کر لیتی ہے جس کا

تام ہم خواہش نفسانی رکھتے ہین - مگر نفس فطرت روح مین نہ خواہش نفسانی کا کوئی وصف واثر ہے اور نہ خواہش عنصری طبعی کا کوئی جوہر بلکہ ان دونون سے وہ مُبّرا ومُعّرا ہے - اِس موقع پر مین ان دونون کی کیفیتون کو مثالون مین بھی بتانا چاہتا ہون اور اِن دونون مین جو فرق وما بہ الامتیاز پیدا ہے انشاء اللہ تعالےٰ وہ بھی بتایا جاے گا-

واضح ہو کہ جب ہمین شدت سے تشنگی ہوتی ہے اور حرارت بیحد بڑھ جاتی ہے تو العطش العطش کر کے پکارنے لگتے ہین اور جب تک کہ آب سرد نہ پی لین ہمین تسکین نہین ہوتی - اور علے ہذا جب ہمین بھوک زیادہ معلوم ہوتی ہے تو الجوع الجوع کر کے پکارنے لگتے ہین اور جب تک کہ کسی قدر غذا نہ کھا لین چین نہین پڑتا اور حواس درست نہین ہوتے - آخر یہ خواہشین کس کی ہین آیا روحی ہین یا مثالی یا عنصری - جہانتک ہم عقل سلیم کی تیز روشنی مین دیکھتے ہین اور غور کرتے ہین تو بالیقین ہمین یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ روحی ومثالی خواہشین تو ہرگز نہین ہین بلکہ یہ عنصری خواہشین ہین - چونکہ یہ ظاہر ہے کہ مادہ کی خواہش مادہ ہی سے مادہ مین رفع ہوتی ہے اور جنس کو جنس کے ساتھ مناسبت وتعلق کُلّی ہے - لہذا ہمنے تشنگی اور بھوک کی خواہش کو مادہ ہی سے مادہ مین رفع کیا - بھوک اور پیاس دونون جگر ومعدہ کی خواہشین ہین جو بوجہ کسا دا خلاط واضمحلال قواے طبیعہ کل اعضاے جسمانی جگر ومعدہ کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے ہین تا اونکے ذریعے سے اپنا جبر مافات وبدل ما یتحلل حاصل ہو سکے

پس اس بیان سے معلوم ہوا کہ ہماری روح اور ہمارا پیکر مثالی اپنی بقا مین مادہ کا محتاج نہین ہے بخلاف اوسکے ہمارا پیکر عنصری اپنی بقا مین مادہ کا ضرور محتاج ہے۔ مگر ہماری روح اور دونون جسمون کے اوصاف وکیفیات سے بوجہ ادراک ذاتی جو اس کا وصف خاص ہے ضرور مدرک وممیز ہے۔ گو اوسکی طبیعت مین یہ خواہشین نہین ہین مگر اون کا ادراک برابر اوس سے حاصل ہے۔ جب یہ مسلم ہو گیا تو اب ہمین یہ معلوم کرنا ضرور ہے کہ خواہشات عنصری اور خواہشات غیر طبعی نفسانی مین کیا فرق و امتیاز ہے مین اوپر لکھ آیا ہون کہ خواہشات عنصری طبعی ہین۔ اور خواہشات نفسانی غیر طبعی۔ خواہشات طبعی عنصری جو مادہ کو طلب کرتی ہین محض بغرض بقا اسپنے عنصری پیکر کے۔ اور خواہشات نفسانی ہرگز طبعی نہین ہین بلکہ اضافی ہین۔ یعنی نفس انسان پر بوجہ اتصاف روح باوصاف بدنیہ اون کا اضافہ ہو جاتا ہے پس خواہشات نفسانی غیر طبعی اضافی سمجھے گئے نہ حقیقی جناب فاضل اجل عارف اکمل المصطبغ بلون المطلق حقایق آگاہ معارف دستگاہ سلطان العارفین قبلہ المحققین برہان الواصلین پیر دستگیر حضرت سید عبدالرحمن الحسینی القادری قدس اللہ سرہ نے جو مجھہ گنہگار کے پیران طریقت سے ہین اپنی کتاب مستطاب نفس رحمانی مین اوسکی اس طرح صراحت فرمائی ہے کہ قالب انسان اربع عناصر سے مرکب ہے۔ یعنی آتش و باد و آب و خاک۔ جب روح متصف بصفات آتش ہوتی ہے تو سرکشی پیدا کرتی ہے۔ جس کو نفس امارہ سے تعبیر کرتے ہین۔ اور اُس سے صفات ذمیمہ ظاہر ہوتی ہین۔ یعنی

تکبر و انانیت اور حملہ کارہاے نادانی۔ اور خطرات شیطانی اوس سے ظہور مین آتے
ہین۔ چنانچہ اللہ جلشانہ اس نفس امارہ کی نسبت بحکایۃ قول یوسف علیہ السلام
اس طرح ارشاد فرماتا ہے وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء۔ اور
جب روح صفت باد سے متصف ہوتی ہے تو اوسے نفس لوامہ کہتے ہین۔
اگرچہ وہ کارہاے نافرمانی کرتی ہے مگر اوس پر مصر نہین رہتی۔ اور آپ ہی اپنے
پر نافرمانی حق سے ملامت کرتی ہے۔ اور اپنے مطلب کے موافق رضاے حق
ڈہونڈہتی رہتی ہے۔ اور خطرۂ نفسانی اس مرتبہ مین ناشی ہوتا ہے۔ اور اگر روح صفت
آب سے متصف ہوتی ہے تو اوسے نفس ملہمہ کے ساتھہ تعبیر کرتے ہین کہ روح
کی یہ صفت بھی پانی کی طرح صاف ہے اور الہام الٰہی بھی صفائی دل سے حاصل ہوتا
ہے۔ اور اس مرتبہ مین انسان سے کارہاے محمود ظاہر ہوتے ہین مثل نماز و
روزہ اور تسبیح و تلاوت قرآن شریف۔ اور تمامی افعال حمیدہ کا اوسے ذوق و شوق زیادہ
ہوتا ہے۔ اور خطرات ملکی اس مرتبہ مین پیدا ہوتے ہین۔ اور جب روح صفت خاک سے
متصف ہوتی ہے تو خاک کی طرح عاجزی و تواضع و حسن خلق پیدا کرتی ہے۔ اور اس
محل مین اوسے نفس مطمئنہ سے تعبیر کرتے ہین اور اس مرتبہ مین روح اپنی ہستی سے
ہستی حق کو پہچانتی ہے۔ اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہے یا ایتہا النفس المطمئنۃ
ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی انتہی
کلامہ۔ اس موقع پر غور فرمایا جاے کہ جس کو ہم خواہشات نفسانی سے تعبیر کرتے ہین

محض صنعت اوّل و دوم - یعنی نفس امارہ و لوامہ سے متعلق و مخصوص ہین - اور خواہشات
نفس ملہمہ و مطمئنہ خطرات ملکی و رحمانی سے منسوب - چونکہ روح اپنی فطرت اصلیہ پر اس
عالم مین آتی ہے جس بناپر حدیث شریف مین آیا ہے کل مولود[1] یولد علی
الفطرۃ وابواہ یہودانہ و ینصرانہ و یمجسانہ لہذا اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا
کہ مجموعی حیثیت نفوس متذکرۂ صدر کے لحاظ سے یعنی بحیثیت نفس امارہ و لوامہ و

---

[1] کل مولود الخ معلوم ہو کہ حدیث شریف صحیحین مین اسطرح آئی ہے ما من مولود
الا یولد علی الفطرۃ فابواہ الخ اور سہروردی مین باضافہ لفظ قل بعد الا و لفظ الاسلامیۃ و
لاکن بعد علی الفطرۃ بیان کیا گیا ہے - اور جب معنا بمآل و نتیجہ سب کا ایک ہی ہے تو تمام روایتین
درست ہین -

غرضکہ معنی حدیث شریف یہ ہین کہ نہین ہے کوئی بچہ مگر یہ کہ پیدا کیا جاتا ہے اپنے طریقۂ فطرت پر - یعنی طریقۂ اسلام
پر کیونکہ اسلام کے اصلی معنی - گردن نہادن کے ہین - یعنی اطاعت کرون - یہان اطاعت سے مراد اطاعت
خدا و رسول و اولی الامر ہے اللہ جلشانہ کا ارشاد ہے واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی
الامر منکم - پس ماں باپ اوسکے اوسے یہودی بناتے ہین - نصرانی بناتے ہین مجوسی بناتے ہین -
خلاصہ یہ ہے کہ روح فی نفسہ اپنی فطرت اصلیہ پر جو خیر ہے واقع ہوئی ہے - اور جو عوارض اوس پر عارض ہوتے ہین
یعنی جو خباثت اور برائیان اس جسم عنصری مین آنے کے بعد پیدا کرتی ہے درحقیقت وہ اوسکی فطری برائیان نہین
ہین بلکہ اوسکی مکسوبۂ ذاتی ہین جو بسبب جذبات نفسانی ایک حالت غیر طبعی پیدا کرلیتی ہے جسکے بعد اوسکے آئینۂ کمالات
فطری پر ایک ایسا حجاب پیدا ہوجاتا ہے کہ وہ ہرگز ظاہر نہین ہوسکتے اور جب کبھی بتوفیق الہی کوئی فرد تسیر ریاضات
شاقہ اس حجاب کو ہٹا دیتا ہے تو روح اپنے کمالات اصلیہ کو ظاہر کردیتی ہے - اسکی مثال اسطرح پر ہے کہ جب
کبھی آئینۂ صاف پر گرد جم جاتی ہے تو جلائے آئینہ محجوب ہوجاتی ہے اور جب اوسکی گرد جھاڑ دی جاتی ہے تو
آئینہ کی جلا بھی ظاہر ہوجاتی ہے فقط منہ

و ملہمہ و مطمئنہ خواہشات کی بھی دو قسمین قرار پائین - ایک قسم خیر کی اور دوسری شر کی
جب روح صفات خیر سے متصف ہوتی ہے تو درجہ حضیض سے اوج کمال کی
طرف متوجہ ہو جاتی ہے یعنی اوسکی ترقی کا زینہ صفات خیر پڑ جاتی ہین - حتی کہ وہ رفتہ
رفتہ اپنے اعلی ملکات و جذبات سے منتہاے مرتبہ قرب الہی تک پہونچ جاتی ہے
اور جب وہ صفات شر سے متصف ہوتی ہے تو اوج کمال ذاتی سے درجہ حضیض
مین اُترآتی ہے -

واضح ہو کہ ہم جو اسوقت روح و نفس سے بحث کرتے ہین وہ باصول اقوال
حکماے فلسفہ نہین ہے - بلکہ یہ اصول کتاب و سنت و اقوال و روایات صحیحہ
راسخہ ارباب کشف و شہود ہے کیونکہ حکمانے جس روح سے بحث کی ہے وہ حیوانی
و نفسانی و طبعی ہے جو ایک دوسری چیز ہے جسکو بخار لطیف سے تعبیر کرتے ہین -
جو لطافت اخلاط سے پیدا ہوتا ہے جسکی تعریف حکمانے بسیط طور پر کی ہے - اور
یہ ارواح ثلاثہ خلاصہ و جوہر مادیات ہین اور بقول معلم اول یعنی حکیم ارسطو درحقیقت یہ ارواح
ثلاثہ مختلف روحین نہین ہین بلکہ ایک ہی روح ہے جو اپنے محل و مظہر مین ایک
ایک نام علیحدہ علیحدہ پیدا کی ہے یعنی کہین حیوانی اور کہین نفسانی اور کہین طبعی -
اور ہم جس روح سے بحث کرتے ہین وہ ایسا جوہر مجرد و بسیط ہے کہ قابل تجزی و تقسیم
نہین ہے اور یہ وہ روح ہے جسکو یہ تو روح کلی قرار دیا گیا ہے اور روح کلی کو بروے
علم حقایق حقہ روح الروح اور یہ تو حقیقت محمدی و ظہور تعین اول بھی کہتے ہین اور تمامی

ارواح جزئیہ کا ظہور اسی روح کلی سے ہے۔ غرضکہ روح کی نسبت قرآن مکرم خود ناطق ہے اور احادیث مقدسہ صادر ہین اللہ جلشانہ کا تو یہ ارشاد ہے:

قل الروح[1] من امر ربی ۔ ونفخت فیہ من روحی اور احادیث مقدسہ یہ ہین اوّل ما خلق اللہ نوری و اوّل ما خلق اللہ العقل و اول ما خلق اللہ القلم

جناب عارف باللہ واصل حق آگاہ حضرت سید شاہ عبد القادر فخری قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنی کتاب کحل الجواہر مین ۔ اسکی صراحت اسطرح فرمائی ہے کہ اگرچہ ظاہر مین ایک دوسرے کے مصادم ہین مگر حقیقت مین اومین تعارض غیر عارض ہے اور ہرسہ روایات مین اولیت حقیقی مراد و معتبر و مقصود نور سے ۔ اور عقل سے اور قلم سے ذات واحد ہے۔ جو بحیثیات مختلفہ مختلف نامون کے ساتھہ موسوم ہوئی ہے وہ روح محمدی ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم پس اس حیثیت سے کہ کشف وجود کائنات اوس سے ہے نور ہے اور اس حیثیت سے کہ تعقل واجب الوجود کرتی ہے ۔ عقل ہے ۔ اور اس حیثیت سے کہ وہ حروف وکلمات ماہیات لوح وجود پر ثبت کرتی ہے قلم ہے۔ انتہی کلامہ ۔ الغرض اس محل مین جس روح سے ہم بحث کرتے ہین وہ ایک شے دیگر ہے جو تدبیر بدن عنصری

---

[1] روح کا ظہور کلمۂ کن سے ہوا ہے یعنی امر الٰہی جو ایک کلمۂ کن ہے اوسی سے روح ظاہر ہوئی ہے وما امرنا الا واحدة ۔ پس روح مرتبۂ اوّل مین تکوین اول سے معبر ہے اور پیکر انسانی بمصداق ثم انشاناہ خلقاً آخر تکوین ثانی سے فافہم و تدبر ۔ ۱۲

کرتی ہے اور جب بدن عنصری سے اوسکی تدبیر متروک ہو جاتی ہے تو بدن عنصری فاسد ہو جاتا ہے اور موت عبارت اسی ترک تدبیر روح سے ہے - اس موقع پر بعض اشارات و نکات بیان کئے جاتے ہین بگوش حق نیوش سماعت فرمایئے اور بامعان نظر ملاحظہ کیجیئے - واضح ہو کہ ہم اس بات کو اوپر لکھہ آئے ہین کہ روح کلی کو بروے علم حقایق حقہ روح الروح و پرتو حقیقت محمدی و ظہور تعین اوّل ہی کہتے ہین - اور تمامی ارواح جزئیہ کا صدور اسی روح کلی سے ہے - اور اوّل ما خلق اللہ نوری واول ما خلق اللہ العقل سے مراد وہی روح محمدی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم ہے تو عقل محمدی و نور محمدی کا افاضہ ہر شے مین ثابت ہوا - اور کوئی شے اُسکے افاضہ سے خواہ انفس مین ہو یا آفاق مین خالی متصور نہین ہو سکتی اور ایجاد عالم اسی نور و عقل سے ہوا ہے -

واضح ہو کہ افاضہ عقل محمدی کل مظاہر و مرایا مین بحسب قابلیات اونکے ثابت ہے اس طریقہ پر کہ کہین بالقوہ اور کہین بالفعل اور کہین دونون طور سے یعنی اگر نور عقل باطن مظہر مین ہے اور ظاہر مین نہین چمکا ہے تو اُسے بالقوہ سے تعبیر کرینگے اور اگر باطن مظہر سے ظاہر مین بھی چمکا ہے تو اُسے بالقوہ و بالفعل دونون سے چنانچہ منجملہ موالید ثلاثہ جمادات و نباتات مین بحسب تفاوت مدارج نوعیہ ہر یک کے بالقوہ ثابت ہے اور حیوانات مین بالقوہ و بالفعل دونون طور سے نہ علی وجہ الکمال بلکہ بہ لحاظ صلاحیت صورت نوعیہ اُنکے پیدا ہے مگر انسان مین (جو باصول

منطقی حیوانات مین داخل ہے) علے وجہ الکمال بالقوہ وبالفعل دونون طور پر
بہ لحاظ قابلیت صورت نوعیہ انسانیہ ظاہر ہے شجر وحجر وحیوانات کا رسالت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم پر گواہی دینا اور آپ پر سلام بھیجنا اس افاضۂ عقل کی
روشن دلیل ہے۔

یاد رہے کہ نور عقل محمدی نے کہین تجزی وتقسیم نہین قبول کیا ہے بلکہ وہ اپنی صرافت
اصلی پر قایم ہے لیکن بحسب قابلیات مظاہر ومرایا خواہ بالقوہ ہو یا بالفعل جس قدر
کہ یہ نور اون مین چمکتا ہے بلحاظ اوسکے بالقوہ وبالفعل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الغرض نور عقل محمدی بحسب اقتضاءات مظاہر ومرایا کہین صرف بالقوہ اور کہین بالقوہ بالفعل دونون
مین چمکا ہوا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ ہر شے مین بافاضۂ عقل محمدی مادہ
تعقل موجود ہے اس موقع پر اوس آیہ شریفہ وان من شیئ الا یسبح بحمدہ کا
کی پوری تصدیق بھی ہوتی ہے۔ ماحصل بیان یہ ہے کہ جب تک افاضۂ
نور عقل محمدی اشیا مین ثابت نہو کوئی شے صورت پذیر نہین ہو سکتی اور نہ
وان من شیئ الخ کی مصداق بن سکتی ہے پس حکمت بالغۂ حکیم مطلق جلت
عظمتہ نے نور محمدی سے ہر شے کو پیدا کیا اور عقل محمدی سے اُسے فیض پہونچایا
تا وہ تسبیح کر سکے جس کسی طریقہ سے حکمت بالغۂ ایزدی نے اوسے ماموریہ
کیا ہو شعر

ہر گیاہے کہ از زمین روید	وحدہ لا شریک لہٗ گوید

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جب تک کسی شے مین مادۂ تعقل موجود نہو وہ تسبیح نہین کر سکتی
اگرچہ اوس قادر مطلق کی قدرت کاملہ اس امر پہ بند نہین ہے کہ بغیر مادۂ تعقل
کسی شے سے تسبیح نہ کرا سکے بلکہ وہ سب کچھ کر سکتی ہے مگر اُسکی حکمت
بالغہ کا اقتضا یہی ہے کہ مادۂ تعقل عطا کرنے کے بعد ہی اُس سے تسبیح کرائے
شجر و حجر و حیوانات سے جو آپ کی رسالت کی تصدیق کی اُسی مادۂ تعقل کا
اثر تھا جو بالقوہ اون مین ودیعۃً رکھا گیا تھا - ہر چند کہ شجر و حجر و حیوانات کی نوعیت
اس قابل تو نہین تھی کہ صفت نطق انسانی سے متصف ہو کر آپ کی رسالت
کی تصدیق کرے اور آپ پر سلام بھیجے مگر اعجاز محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
باوصف عدم قابلیت نوعیت شجر و حجر اونکے مادۂ تعقل بالقوہ کو جنبش دے کر
اونہین ظاہر مین بھی گویا کرا دیا - یہ کمال نبوت کی آپ کے دلیل تھی - اور خدا کو
مقصود تھا کہ اونکی تسبیح بالقوہ کی تصدیق بھی علے روس الاشہاد عباد پر کرائی جاوے
اور آیہ شریفہ وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ کے ماننے مین عباد کو کوئی
شک و شبہہ اور تعرض باقی نرہے لہذا بذریعہ اعجاز محمدی اوس کی تصدیق ظاہر
مین بھی کرا دی -

الغرض عقل محمدی و نور محمدی نے سب اشیا کو منور کر رکھا ہے ورنہ کسی شے کا
ظہور ہرگز ہرگز نہین ہو سکتا - صاحب کتاب نفس رحمانی قدس اللہ سرہ العزیز تحریر
فرماتے ہین کہ ملکوت اسفل کا ظہور بغیر جسم کے نہین ہو سکتا تھا اور اُسکے تصرف

کے لئے جسم لازم تھا۔ لہذا نور محمدی نے بمناسبت اعیان ثابتہ اشکال پر
ظہور کیا۔ اللہ نور السمٰوات والارض یہ تمامی اجسام نیست
ہین یعنی معدوم اور اُسی نور محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منور ہو کر بصورت ہستی
نظر آتے ہین۔ اور یہ بھی آپ کا ارشاد سراسر ارشاد ہے کہ روح علوی جو لطیف ہے
اجسام کثیف کی صحبت سے جب صفات اسفل پیدا کرتی ہے اور ماسوی اللہ
سے تعلق تو روح سفلی اور نفس سے موسوم ہو جاتی ہے اور اسی بنا پر کسی محل مین
اُسے روح جمادی اور کہین روح نباتی اور کہین روح حیوانی اور کہین روح نفسانی سے
تعبیر کرتے ہین انتہی کلامہ۔ اس مین کچھ شبہ نہین کہ جب ہم علی سبیل
ترتیب الظہور غور کرتے ہین تو بلحاظ استعدادات وقابلیات مظاہر ومرایا وہی روح
علوی ہر یک محل وموقع مین علیحدہ علیحدہ نام سے موسوم ہوتی گئی ہے۔ جس کسی
کو بشرح وبسط اسکی تفصیل اور ظہور مراتب داخلی وخارجی یعنی مدارج علمی وعینی کے
تنزلات کا حال معلوم کرنا مطلوب ہو تو کتاب مستطاب نفس رحمانی کہ اس سے
بہتر کوئی کتاب اس شریف علم مین پائی نہین جاتی ملاحظہ فرمالین کہ غایت درجہ کی
تشفی وتسلی طالبین ارشادات حقایق حقہ اور شائقین اشارات معارف ومراتب الہیہ
وکونیہ کو اوسکے مطالعہ سے ظاہر ہوگی۔ اس موقع مین اس سے زیادہ گنجائش نہین ہے
کہ بیان کیا جاسکے اور بحر تحریر کو طوالت دی جاسکے۔

الغرض جس نفس سے ہم بحث کرتے ہین وہ باصول اقوال وتحقیقات حکماے فلسفہ

نہین ہے جسکی تعریف اونہون نے اس طرح پر کی ہے کہ النفس ھو جوھر مجرد عن المادۃ فی ذاتہ لا فی افعالہ بلکہ ہماری مراد بیان پر اوس نفس سے ہے جو متمسک بکتاب و سنت ہے اور یہ وہ نفس ہے جس کو نفس ناطقہ بھی کہتے ہین جس سے مراد وہی روح ہے اور جس کا ذکر اوپر ہو چکا چنانچہ اسکا ثبوت بھی ہمین قرآن مکرم اور حدیث قدسی سے ملتا ہے - قرآن تو اسطرح پر ناطق ہے - ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفسٍ واحدۃٍ و نیز یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفسٍ واحدۃٍ اور حدیث قدسی یہ ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ - واضح ہو کہ نفس اور روح مین سوا ے مغایرت لفظی کے درحقیقت کوئی مغایرت معنوی نہین ہے - اور الحق ایسا ہی ہے کہ نفس ایک اعتبار اتصاف روح کا نام ہے یعنی جب وہ پیکر انسانی مین آکر اور اک پیدا کرتی ہے اور اوسکے صفات سے متصف تو نفس کے نام سے پکاری جاتی ہے اور چونکہ پیکر انسانی تمامی جذبات سے مجتمع و ممتزج ہے لہذا بہ حسب تعلق و تصرف ویسی ہی جذبات کہین نفس امارہ اور کہین نفس لوامہ اور کہین ملہمہ اور کہین مطمئنہ سے موسوم ہوتی جاتی ہے چنانچہ باستثنا ے نفس ملہمہ باقی نفوس ثلاثہ کا ثبوت بھی ہمین قرآن مکرم[ل] سے ملتا ہے چونکہ یہ بحث بہت طویل ہو گئی تھی اور بیان پر ہمنے بغرض انکشاف حقیقت اصلیہ جملہ امور ضروریہ کی صراحت کر دی ہے لہذا اب مین پھر

ل یعنی ان النفس لامارۃ بالسوء - لا اقسم بالنفس اللوامۃ - یا ایتھا النفس المطمئنۃ

اپنی تقریر اولین کی طرف روے سخن کو پھیرتا ہون جو خواہشات عنصری طبعی - اور
خواہشات نفسانی غیر طبعی اضافی اختیاری کے متعلق ایک عمدہ نتیجہ نکالنا میرا
مقصود اصلی ہے - الغرض اس بسیط بیان سے معلوم ہوا کہ خواہشات عنصری طبعی
آنی وفانی ہین اور خواہشات وجذبات روحی باقی وابدی - آنی وفانی اس اعتبار
سے کہ اُن کا اثر ہم مین دیر پا نہین ہی مثلاً ہم جو اپنے حواس خمسۂ ظاہری کی قوتون سے
یعنی قوت ذائقہ وشامہ ولامسہ وباصرہ وسامعہ کے ذریعہ سے تمتع اور حظ جملہ ماکل
وشارب ومسامع ومناظر وملابس ومشم مین اُٹھاتے ہین اور اوسکا اثر فوراً ہی زایل ہوجاتا
ہے گویا کہ کان لم یکن ہوگیا - بشرطیکہ اوس حظ کو بھی ہمنے جایز طریقہ سے
حاصل کیا ہو ورنہ انہی عنصری خواہشات کا اثر نفس امارہ کی پیروی کا بُرا نتیجہ پیدا کریگا -
یعنی معناً اوسکا اثر ہولناک اور تکلیف دہ صورتون سے متمثل ہوکر باقی رہ جاے گا
یعنی اگر ہمنے کوئی ناجایز کھانا بالعلم والادراک کھایا یا کوئی ناجایز آواز سُنی - یا کوئی
ناجایز نظر کسی شے پر ڈالی اور اسی طرح دیگر افعال ناجایزہ کا ارتکاب کیا تو اُسکے
اثر سے معناً مثالی صورتین قایم ہوجاتی ہین - اور علےٰ ہذا افعال حسنہ کی محبوب ومرغوب
صورتین بھی معناً کھڑی ہوجاتی ہین

مثنوی

اے علم افراشتہ در ملک دین	از چہ شد ماکول وملبوست چنین
چند بال شبہہ تاک آری بکف	تاکہ باشی نرم پوشش وخوش علف
عاقبت سازد ترا از دین بری	این تن آرائی واین تن پروری

لقمه کامد از طریق مشتبه — خاک خور خاک و بران دندان منه

کان ترا در راه دین مفتون کند — نور عرفان از دلت بیرون کند

لقمهٔ نانے که باشد شبهه ناک — در حریم کعبهٔ ابراهیم پاک

گر بدست خود فشانی تخم آن — ور بکاوی چرخ سازی تخم آن

ور زمه تو در حصادش هواس کرد — ور ز سنگ کعبه اش دستاس کرد

ور بآب زمزمش کردی عجین — مریم آئین پیکرے از حور عین

ور بخوانی در خمیرش بیعدد — فاتحه یا قل هو الله احد

ور بود از شاخ طوبے آتشش — ور بود روح الامین هیزم کشش

ور تو بر خوانی هزاران بسمله — بر سر آن لقمهٔ پر ولوله

عاقبت خاصیتش ظاهر شود — نفس زان لقمه ترا قاهر شود

در رهِ طاعت ترا بیجان کند — خانهٔ دین ترا ویران کند

ور ز دنیت گر بود اے مرد راه — چارهٔ خود کن که دینت شد تباه

زین هوس بگذر رها کن کش وفش — باز دامان قناعت در مکش

گر نباشد جامهٔ اطلس ترا — کهنه دلقِ ساتر تن بس ترا

ور مزعفر نبودت باشد دشنگ — خوش بود دوغ و پیاز و نان خشک

ور نباشد مرکب زرین لگام — میتوانی زد بپاے خویش گام

ور نباشد دور باش از پیش و پس — دور باش نفرت خلق از تو بس

در نباشد خانہائے زرنگار	میتوان بردن بسر در کنج غار
در نباشد شانہ از بہر ریش	شانہ بتوان کرد با انگشت خویش
در نباشد فرش ابریشم طراز	با حصیر کہنہ مسجد بساز
ہر چہ بینی در جہان دارد عوض	در عوض حاصل ترا گردد غرض
بے عوض دانی چہ باشد در جہان	عمر باشد عمر قدر آن بدان

اِس سے ثابت ہوا کہ ہر فعل حسن و قبیح کا ایک معنوی اثر ہے جو بحیثیت افعال ظاہری متمثل ہو جایا کرتا ہے - ہمین اسکی نسبت کوئی شبہہ کرنے کی ضرورت بھی نہین ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم اسوقت بھی اپنے جسم مثالی پر اُسکا اثر برابر پاتے ہین یعنی ہماری نفسانی خواہشات و تعلقات کا اثر متمثل ہو کر ہمارے جسم مثالی کو بسخت رنج و تکلیف مین ڈالتا جاتا ہے - یعنی جب ہم سوتے ہین اور نفس ناطقہ کا تعلق و تصرف کسی قدر ہمارے جسم عنصری سے کم اور ہمارے جسم مثالی مین بڑھ جاتا ہے تو ہم بذریعہ جسم مثالی عالم مثال مین رنج و راحت کا پورا پورا احساس و معائنہ کرتے جاتے ہین حتی کہ اُسکا اثر ہمارے جسم عنصری پر بھی پڑتا ہے - کبھی تو ہم وحشتناک حالات و کیفیات کے معائنہ سے اس درجہ متاثر ہوتے ہین کہ ہمارے جسم مین قشعریرہ پڑ جایا کرتا ہے - اور کبھی ہمارا جسم عنصری بہت ہی منبسط و خوش ہو جایا کرتا ہے - آخر یہ تماثیل جو ہمارے رنج و راحت کے ذریعے ہین - کس سے متولد ہین - یقین کرنا چاہیئے کہ یہ ہماری نفسانی خواہشات و جذبات

کے آثار ہین - جو مختلف اشکال سے متشکل ہوئے ہین - کہین تو ہمنے اطعمہ
واشربہ ناجایزہ کے اثر کی مثالی بدصورتین عالم مثال مین معاینہ کین - اور کہین
ملکات نفسانی کی مہیب شکلین دیکہین اور علے ہذا برعکس اوسکے اغذیہ واشربۂ
جایزہ وملکات فاضلہ روحانی کی محبوب اور پیاری صورتین معاینہ کین - اسکی کسی قدر
اوربہی صراحت کی جاتی ہے کہ ہمنے خواب مین دیکہا کہ کسی شخص نے ہمین تلوار
ماری - اور ہمارا جسم پہٹ کر خون جاری ہوگیا اوسوقت جو خوف وخشیت ہم پر طاری
ہوتی ہے اُسکے اظہار کی تو کوئی ضرورت ہی نہین ہے سب لوگ اوسسے اور اوسکی
مماثل حالات کو خوب جانتے ہین ۱۵؎ اور اوس وقت ہمین اس امر کا ہرگز خیال وعلم نہین ہوتا

۱۵؎ واضح ہو کہ بعض ناعاقبت اندیش طبیعتین حکم الٰہی وقدرت نامتناہی لایزالی کو بغیر سمجہے بوجہے محض اپنی
سخافت راے سے یہ خیال کرتے ہین کہ عذاب قبر جو اسی جسم پر ہونا بیان کیا جاتا ہے کیونکر متیقن ہوسکتا
ہے اسلیے کہ جسم عنصری تو خاک درخاک ہو جاتا ہے اور اوس کا اثر تک باقی نہین رہتا اور اس استدلال
پر معاملۂ قبر کو محض ایک مذہبی گڑہت خیال کرکے عذاب قبر سے منکر ہو جاتے ہین جسکا مختصر جواب یہ ہے
کہ یہ حضرات عالم خواب مین رنج وراحت کا جو معاینہ کرتے ہین کیا اونہین اوسوقت اس امر کا علم وادراک ہوتا ہے
کہ اسوقت جو گزرتی ہے اونکے جسم مثالی پر ہے - اگر اون سے پوچہا جاے تو وہ صاف جواب دینگے کہ ہمین اسکا
ہرگز علم نہین تہا اگر تہا ہی تو اسی جسم عنصری کا پس یہی جواب اونکا تشفی کے لئے کافی ووافی ہے - کوئی متنافض
نتیجہ ہدایت شریعت مین نہین پیدا ہو سکتا قیامت کے دن جب جسم عنصری اوذمین دیا جائیگا اوسوقت یہ راز سربستہ
یہی اون پر کہل جائے گا - اگر عقل سلیم سے کام لین اور غور کرین تو سب کچہہ معلوم ہو سکتا ہے ورنہ جیسے ہون
نتیجہ اللہ جلشانہ ہمکو ان فاسد عقاید سے بچاے اور معاملات آخرت کی راہ مین ہمارا قدم مضبوط جما رکہے اور احکام
شریعت غرا کے نکات وغوامض پر ہماری آنکہین کہولدے بحمد وکمال کرمہ آمین ثم آمین - منہ

کہ اس رنج و تکلیف کا اثر صرف ہمارے جسم مثالی پر ہے بلکہ اسی جسم عنصری پر اوسکو تصور کرتے ہین حالانکہ ہمارا جسم عنصری اوس کیفیت لاحقہ یعنی جسم کے پہٹنے اور اوس سے خون جاری ہونے سے بالکل محفوظ ہے اور اوس حالت مین ہم اس درجہ تڑپتے اور رنج دتاب کہاتے ہین کہ اُسکا اثر ہمارے جسم عنصری پر بہی پڑکر ہمین عالم مثال سے اس عالم شہادت اجسام عنصری مین کہینچ لے آتا ہے جسکے بعد ہمین علم وادراک اس بات کا ہوتا ہے کہ جوکچہ ہمپر گزری ہمارے جسم مثالی کی کیفیت تھی اور اوسوقت ہم اپنی نیند کے ٹوٹنے کو اپنی نجات کا ذریعہ تصور کرکے خدا کا شکر ادا کرتے ہین اور علےٰ ہذا برعکس اوسکے جب ہم خواب مین دیکہتے ہین کہ کسی باغ کی سیر مین ہین جسکی ہواے خوش اور دل آویز ہمارے ہمارا دل ودماغ تازہ و معطر ہوتا ہے اور جب ہم بوجہ تعلق جسم عنصری اوس حالت سے اس عالم مین آتے ہین تو سخت تاسف کرتے ہین کہ کیون اور تہوڑی دیر کے لئے ہم پر وہ حالت طاری نرہی جس مین ہماری آسایش متصور تہی۔ الغرض جب ہم ان واقعات پر جو بالکل ہمارے مشاہدات ہین غور کرتے ہین توہمین یقین ہوتا ہے کہ عالم برزخ مین ثواب وعقاب ضرور ہوگا اور جس استدلال پر ہم اسکا یقین کرتے ہین وہ ہمارے یقین کے لئے ایسا کافی ذریعہ ہے کہ اس سے بڑہکر کوئی دلیل ہمارے یقین کے لئے پیش نہین ہوسکتی۔ اب یہان یہ سوال بہی پیدا ہوتا ہے کہ آیا روح کا تعلق عالم برزخ مین رہتا ہے یا نہین جو درح ثواب وعقاب کی مدرک ہوسکے۔ اس کا جواب

نہ ہے کہ جب روح ایک عرصہ تک اس جسم عنصری مین رہ چکی ہے تو اسکا تعلق بھی
اس جسم عنصری کے ساتھ لازمی سمجھا جاتا ہے جسکو ہم ایک دوسرے استدلال پر بھی زور
دے سکتے ہین اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی جگہ عرصہ دراز تک رہ جاتا ہے
تو اوس جگہ سے اوس کو ایک خاص تعلق و دلچسپی اور موانست پیدا ہو جاتی ہے پس
اس سے یہ نتیجہ نکل آیا کہ گو جسم عنصری بوسیدہ و پاشیدہ اور خاک در خاک ہو جاے
مگر روح کا تعلق ضرور اوس سے رہیگا نہ علے وجہ التقیید بلکہ علے وجہ الاطلاق -
کیونکہ اگر علے وجہ التقیید روح کا تعلق عالم برزخ مین اس جسم عنصری کے ساتھ رہیگا
تو روح کو تدبیر بدن عنصری کرنی لازم ہوگی اور ایسی حالت مین موت عبارت کس سے
لی جائیگی حالانکہ موت عبارت ہے ترک تدبیر روح سے اگر ایسا ہوتا تو موت واقع
ہی نہوتی - اسی بنا پر دوسرے الفاظ مین واقعات عالم برزخ کو دوزخ روحانی و بہشت روحانی
سے تعبیر کرتے ہین - بہرحال علماے ظاہر و باطن کا اسی امر پر اتفاق ہے کہ روح
کو عالم برزخ مین جسم عنصری کے ساتھ پورا تعلق پیدا ہے جسکو اون بزرگان دین
یعنی ارباب کشف و شہود نے بذریعہ مکاشفہ و مراقبہ معلوم بھی فرمالیا ہے اور اسی بنا پر
کہ روح کا تعلق بعد وقوع موت اجسام عنصری کے ساتھ رہتا ہے زیارت اہل قبور
کے وقت اہل قبور پر بالفاظ السلام علیکم یا اہل القبور وغیرہ وغیرہ دعا کرنا اکثر احادیث
صحیحہ مین آچکا ہے - الحاصل ہمارے اعمال حسنہ و سیئہ کی جزا و سزا مصداق
آیہ کریمہ قرآنیہ **من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیہا** ضرور عالم برزخ

ہین جس کسی طریقہ سے تبقاضاے حکمت ایزدی مقرر کی گئی ہو ہمین ملنے والی ہے۔ یعنی اگر ہمارے اعمال نیک ہین تو ہمین راحت ملے گی اور اگر بد ہین تو ہمین ضرور سزا بھگتنی پڑے گی۔

واضح ہو کہ اگر ہماری روح نے اس عالم مین اپنے ملکات وجذبات اصلیہ سے کام لیا اور خواہشات نفسانی کو دبایا اور شایستہ کسب کیا تو بالیقین ہمکو سمجھ لینا چاہیے کہ اوسکے صاف و روشن آئینہ فطرت نے کسی گرد و غبار و زنگ بداعمالی کو قبول ہی نکیا اور ایسی حالت مین روح باکتساب اعمال صالحہ و معرفت الہی اپنے مرکز اصلی پر جو اوسکی عفت و پاکی کا مقام ہے جا کر ٹھہر جاے گی اور یہ بدیہی امر ہے کہ جب تک آئینہ صاف نہو دیکھنے والے کو اوسکی صورت نظر نہین آسکتی اور علی ہذا جبتک کہ آئینہ قلب انسانی صاف نہو روحی جلوہ آرائیان ہرگز ظاہر نہین ہو سکتین اور جب آئینہ قلب صاف ہوجائیگا روح بھی اپنے کمالات اصلیہ کے ساتھ جلوہ گر ہو جائیگی۔ ورنہ اوسکی کمالات محجوب و مخفی رہینگے حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین

غزل

صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را
تا بنگری صفاے می لعل فام را

راز درون پردہ ز رندان مست پرس
کین حال نیست صوفی عالی مقام را

عنقا شکار کس نشود دام باز چین
کانجا ہمیشہ باد بدست است دام را

در بزم دور یک دو قدح درکش و برو
یعنی طمع مدار وصال دوام را

در عیش نقد کوش کہ چون آبخور نماند
آدم بہشت روضہ دار السلام را

اے دل شباب رفت و نچیدی گلی زعمر	پیرانہ سر بکن ہنر ننگ و نام را
حافظ مرید جام مئی است اے صبا برو	وز بندہ بندگی برسان شیخ جام را

یہان مئے لعل سے مراد عشق حضرت واجب الوجود تعالی شانہ وجلت عظمۃ ہے جس سے روح متلذذ ہوتی ہے اور آئینہ جام سے قلب انسانی اور شیخ جام سے انسان کامل مراد ہے بالجملہ اگر روح نے صرف اوصاف قالب عنصری وخواہشات نفسانی کا ہی اکتساب کیا اور اپنے جذبات اصلیہ لطیفہ کو کوئی توجہ نکی تو ہمین یقین کرلینا چاہیئے کہ وہ جملہ عنصری ونفسانی خواہشین اوسکے کمالات اصلیہ کے اظہار کے حاجب وساتر ہوجائینگی اور ایسی حالت مین روح اوج عزت سے پستی ذلت مین پھینک دی جاوے گی بمصداق ان آیات شریفہ قرانیہ کے یعنی لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین ونیز ان الفجار لفی جحیم اس بیان سے نتیجہ یہ نکلا کہ بعد فساد جسم عنصری جو عبارت موت سے ہے عالم برزخ مین ہر شخص کو اپنے کیفر کردار کی سزا بھگتنی پڑے گی اور جب حشر برپا ہوگا بدن عنصری پھر ہمین عطا ہوگا تو بعد حساب وکتاب ہماری رہائی و نجات بھی محض فضل ایزدی پر موقوف ہے کیونکہ جیسا وہ غفور الرحیم ہے شدید العقاب بھی ہے مصرعہ تا یار کرا خواہد ومیلش بکہ باشد

واضح ہو کہ بادی النظر مین ان جذبات نفسانی کے متعلق یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب انسان مین مجموعی قوتین موجود ہین اور انسان صفات متضادہ کا مظہر وآئینہ ہے

توکیونکر وہ زایل ہوسکتی ہین اور جب ان قوتون کا زایل کرنا ہی قدرتی مقصود تہا تو کیون یہ قوتین پیدا کی گئین اسکا جواب یہ ہے کہ حکیم مطلق جلت عظمتہ پر کسی امر کا وجوب تو نہین ہے کہ ایسا کرے یا ویسا ہو جاہا کرے اور جو چاہا کرے گا مگر اوسکی حکمت بالغہ وقدرت راسخہ نامتناہیہ کسی بیکار چیزون کے پیدا کرنے کی مقتضی نہین ہے پس اس بنا پر ہم یقینا کہہ سکتے ہین کہ انسان مین جس قدر جذبات پیدا ہوے ہین ہرگز بیکار وعبث نہین ہین خواہ عنصری ہون یا نفسانی یا روحانی ان جذبات کے پیدا کرنے سے مقصود باری تعالے شانہ یہی ہے کہ انہین زایل نہ کیا جاے بلکہ وہ ادب مین رکہی جائین جو ہمارے دارین کی آسایش کا باعث ہوسکین چنانچہ مقدمہ کتاب مین بہی ہم نے اسکا ذکر بتفصیل کیا ہے ہمارا مقصود انہین ادب مین رکہنے سے یہ ہے کہ ان سے بہ تعدیل کام لیا جاے تا ہماری روح کو اس جسم عنصری مین اوسکے کسب کمال کے لیے پورا موقع مل سکے مثلا ہماری خواہشات عنصری طبعی سے ایک خواہش بہوک اور پیاس کی ہے اگر وہ بالقدر حاجت وضرورت رفع نہ کی جاے گی اور بہ تعدیل اوس سے کام نہ لیا جاے گا اور افراط وتفریط اختیار کی جاے گی تو بالیقین ہماری بقاے جسم عنصری کی مخل ہوگی۔ اور ہماری روح کو اس جسم عنصری مین کسب کمال کے لیے ہرگز موقع نہ مل سکے گا کسب کمال روح سے ہماری مراد یہ ہے کہ ہم روح کو شایستہ معرفت الہی بنائین اور اوسکی معرفت کا نایاب گوہر اوسکے تاج فضیلت مین لگائین جسکی چمکتی ہوئی روشنی مین وہ ابتدا قدم آگے بڑہاے

یعنی تقرب الی اللہ حاصل کرے اگر یہ قوتین بالکل زایل ہو جاینگی تو روح
کی ابتدائی حالت اس امر کی مقتضی نہ ہوگی کہ وہ اس پیکر بادی مین رہکر کسب
کمال کر سکے اور خدا کی معرفت کا نایاب گوہر اوسے ملے البتہ تہذیب روح کی
انتہائی حالت اس قابل ہے کہ وہ اپنے فطری جذبات کے غلبہ سے عنصری
قوتون کی بالکل محتاج نہ ہے چنانچہ سیر کی کتابون مین آپنے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ
بعض اکابر اولیا نے سالہا سال تک نہ کہانا کہایا اور نہ پانی پیا آخر بات کیا
تہی کہ اونہی روحی قوتون کا غلبہ تہا جس نے عنصری قوتون کو بہی مسخر کرلیا
مگر ابتدائی حالت روح کی جو اپنے کسب کمال کے میدان مین قدم رکہتی ہے اسکی
مخالف ہے اللہ جل شانہ جو حکیم مطلق ہے خود ارشاد فرماتا ہے کلوا واشربوا
ولا تسرفوا اسراف کے یہ معنی ہین کہ بیجا صرف نکیا جائے۔ جب ہمارے
ماکولات و مشروبات مین تقلیل پیش نظر نہ ہیگی تو ہماری جسمانی صحت بہی باقی نہ رہیگی۔ اور
صحت باقی نہین رہیگی تو ہماری روح کیونکر کسب کمال کر سکیگی سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین۔

شعر

نہ چندان بخور کز دہانت برآید	نہ چندانکہ از ضعف جانت برآید

شعر

خوردن براے زیستن وذکر کردنست	تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردنست

بہر حال ہمین ضرور ہے کہ ہم اپنی دل قوتون کو نفس عاقلہ کا مطیع بنائین تا روح کی
شائستگی کے مانع اور حاجب نہون اور روح کسب کمال کرسکے۔ واضح ہو کہ بعض کتب اخلاق

مین بحوالہ اقوال حکما اسطرح صراحت فرمائی گئی ہے کہ نفس انسان مین تین قوتین
متبائن ہین ایک قوت ناطقہ جسکو نفس ملکی سے تعبیر کرتے ہین دوسری قوت غضبی
جسکو نفس سبعی سے تیسری قوت شہوانی جسکو نفس بہیمی سے تعبیر کرتے ہین نفس ملکی
فکر و تمیز و شوق و نظر حقائق امور کا مبدا ہے اور نفس سبعی غضب و دلیری و شوق تسلط
اور مزید جاہ و ترفع کا مبدا ہے اور نفس بہیمی شہوت و طلب غذا و لذاذ کے اشتیاق
کا مبدا ہوا ہے اگر نفس ناطقہ معتدل الحرکت ہو اور شوق اُسکا اکتساب معارف
کی جانب یقینی ہو نہ ظنی تو نصفت و حکمت سے ممتاز ہو جاتا ہے اور حرکت نفس
سبعی معتدل ہو اور انقیاد نفس عاقلہ کا کرے اور اپنی حد سے تجاوز نکرے تو اُسے
فضیلت حلم حاصل ہوتی ہے جسکی ضمن مین فضیلت شجاعت لازم ہو جاتی ہے۔
اور اگر حرکت نفس بہیمی معتدل ہو اور نفس عاقلہ کی تبعیت کرے اور خواہشات مین
افراط تفریط کو راہ نہ دے تو اوسے فضیلت عفت حاصل ہوتی ہے جو مستلزم جود و
سخا ہے اور جب یہ تینون جذبات کسی مین بالاعتدال مجتمع اور ممتزج ہون تو وہ
فضیلت عدالت سے ممتاز ہو گا پس اس بیان سے ہمارا وہ مقصود کہ جذبات
نفسانی کو ادب مین رکھنا چاہیئے یعنی تعدیل اون سے کام لیا جاوے نکل آیا۔
اس طریقہ اعتدال سے ہمارے روحی ملکات مین ایک ایسی کیفیت پیدا ہو گی کہ اُسکے
ذریعہ سے حالت پیدا ہو گی جسکے ذریعہ سے ہم معرفت الٰہی کا نایاب گوہر حاصل
کر سکین گے۔ اور ہماری شائستہ روح اطلاق و تقیید کی جلوہ آرائیون کا پورا پورا لطف

حفظ اُٹھا سکے گی بہر حال جب تک کہ ہمارے عنصری و نفسانی جذبات ادب مین نرکھے جائینگے ہمار ا روحی کمال ہرگز ہرگز ظاہر نہو سکے گا۔ اور ہمارا ایمان نور یونمنون بالغیب سے منور نہو سکے گا شعر

سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار	زنگار خوردہ کے بنماید جمال دوست

خداوند کریم بحرمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہمین اپنے کل جذبات مین اعتدال سے کام لینے کی توفیق دے آمین ۔

الحاصل جیسی جیسی روح کو معرفت الٰہی حاصل ہوتی جاے گی ویسی ویسی ترقی کرتی جاے گی اور اپنی اصل کی طرف عروج کرتی ہی رہے گی یہ وہ روحی لذت ہے کہ جملہ جذبات نفسانی و عنصری کی لذتین اُسکے سامنے ہیچ و پوچ ہین شعر

تشبیہ کس مزہ سے ہین لذت کو اُسکے دون	کچھ دل ہی جانتا ہے مزا دل کی چاہ کا

فہم من فہم ذوق من ذاق اور اس سیر و طیر مین روح کو وہ اطلاقیت حاصل ہوتی ہے کہ اُسے اپنے مرکز اصلی کو جانے آنے مین کوئی دقت ہی باقی نہین رہتی شعر

از درِ این خاکدان چون بہ پرد مرغ ما	باز نشیمن کند بر سر آن آشیان

الغرض روحی جذبات کا ئیز زور اثر جسم عنصری پر بھی پڑ کر صفت روح سے اُسے بھی ایک حد معین تک متصف کردیتا ہے یعنی بتعلق و تصرف جذبات روحی وہ جسم مثالی کی کیفیت پیدا کرلیتا ہے جسکے بعد وہ تحلیل و تغیر سے محفوظ ہی رہ سکتا ہے گو عنصری قوتون سے اُسے مدد ملے یا نہ ملے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

ششم

این سعادت بزور بازو نیست	تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس محل پر شاید بعض اصحاب کو تعجب ہوگا کہ بغیر کھانے پینے کے پیکر عنصری کیونکر قایم رہ سکتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے وجہ یہ ہے کہ جب جسم عنصری روحی کمالات وجذبات کے اثر سے متاثر ہوجاتا ہے تو روحی کیفیت پیدا کر لیتا ہے ہر چند کہ جسم عنصری کی قلب ماہیت تو نہین ہوتی مگر وہ باتصاف اوصاف روحی ایک کیفیت غیر طبعی ضرور پیدا کر لیتا ہے۔ یہ سمجھ لینا چاہیئے تاکہ ان مطالب پر غائر نظر کر سکے قطعہ

گلی خوشبوی در حمام روزی	رسید از دست محبوبی بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری	کہ از بوی دلاویز تو مستم
بگفتا من گلی ناچیز بودم	ولیکن مدتی با گل نشستم
کمال ہمنشین در من اثر کرد	وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

بعض بزرگون کے حالات آپ نے سنے اور شاید دیکھے بھی ہونگے کہ قبر مین بھی اونکا جسم عنصری تحلیل نہین ہوا سبب آخر بات کیا تھی یہی کہ جذبات روحی کا اثر اونکے جسم عنصری مین ایسا سرایت کر گیا کہ جسم عنصری بھی تحلیل ہونے سے محفوظ رہ گیا اور انشاء اللہ قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔

الغرض اگر روح کو بدن عنصری نہ دیا جاتا تو وہ ہرگز اپنے کسب کمال کی آخری حد تک

جان اوسے چین وآرام ملنے والا ہے ہرگز نہین پہونچ سکتی۔ پس اس بیان کے سماعت کے بعد کیا کوئی دانشور اس بات کو پسند کرسکتا ہے کہ صرف تلذذات وتعیشات جسمانی عنصری ونفسانی مین پھنس کر روح کو اسکے کمالات اصلیہ کے اظہار سے روک دے اور خواہشات نفسانی کا پردہ اوسکے نفیس چہرہ پر ڈالکر اوسکی اصلی روشنی چھپادے نہین ہرگز نہین۔ کسی خردمند کا تو یہ کام نہین ہے۔ کیونکہ ہمنے پہلے ہی بتادیا ہے کہ خواہشات جسمانی عنصری کا اثر بظاہر دیرپا نہین ہے۔ اور اسی بناپر اوسے آنی وفانی کہتے ہین مگر بباطن اوسکا اثر مختلف مہیب صورتون اور شالون مین متمثل ہوکر ہمارے جسم مثالی کو سخت تکلیف مین ڈالتا ہے پس اس صورت مین ہم پر واجب ہے کہ خواہشات طبعی عنصری کو ہم اوس حدتک ہی نکالین کہ ہماری روحی قوتون پر وہ غلبہ کرنے نپائین اور ہماری روحی قوتین پست نہون اور نفس امارہ ولوامہ کی تو ہرگز پیروی نکرین اور اونکو دباکر ہمیشہ ادب مین رکھین انسے اونکو جو کچھ کرنا ہے اسی پیکر عنصری کے تعلق تک ہی ہے اسکے فاسد ہوجانے کے بعد ہماری روح کو اوسکے کسب کمال کے لئے کوئی موقع باقی نرہے گا بلکہ اوسے حسرت ویاس کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی بناپر حدیث شریف مین آیا ہے الدنیاءُ مزرعۃ الاخرۃ۔ ہمارے واسطے دنیا تو یہی ہمارا پیکر عنصری ہے جسمین ہم کمالات روحی کا بیج بوکر اوسکا ثمرہ آخرت مین حاصل کرکے ابدالآباد چین سے بسر کرسکتے ہین اور یہی وجہ تھی کہ بعض بزرگون نے پیکر عنصری کو بغرض

کسب کمال روحی کسی حد معین تک عزیز رکھا تھا اور ہمیشہ اوسکی تعدیل کا خیال بہی رکھا گئے لیکن یہ بہی ابتدائی حالت تہذیب و شایستگی روح کی ہے نہ انتہائی۔ جسکا ذکر بصراحت اوپر ہو چکا ہے۔ خداوند عالم ہر بنی نوع انسان کو توفیق خیر کرامت کرے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم کی پیروی عطا فرماوے کیونکہ یہی شریعت مطہرہ ہے جو ہماری خواہشات نفسانی کو روکتی ہے اور اونہین ادب مین رکھتی ہے۔ افسوس ہے اون فاسد خیالون پر جو یہ سمجھتے ہین کہ آدمی مثل دیگر حیوانات کے صرف یہی روح حیوانی رکھتا ہے جو بعد تسویہ جسم پیدا ہوتا ہے اور بعد فساد اس جسم کے وہ بہی فاسد ہو جاتا ہے اور اسپنے تصور فہم سے اپنی روح اصلی سے جو غایت روح انسانی سے ہے کچہہ بہی خبر نہین رکھتے۔ اور اپنی بقا اسی جسم عنصری کی بقا تک تصور کرکے تلذذات و تعیشات جسمانی مین مشغول اور غایت درجہ بے فکر ہو کر اولٰئك كالانعام بل هم اضل سبيلا کا مصداق بنجاتے ہین۔ کیا اس سے بڑہ کر کسی کی افسوسناک حالت ہو سکتی ہے نہین ہرگز نہین شعر

عیان نشد کہ چرا آمدم کجا بودم ✣ دریغ و درد کہ غافل ز کار خویشتنم

جن سعادت مندون نے اپنی ذات کو پہچانا ہے اور یہ سمجہہ لیا ہے کہ اپنی روح ابدی ہے اور اپنا پیکر عنصری فانی اور یہ بہی سمجہہ رکھا ہے کہ جب تک پیکر عنصری خواہشات نفسانی کی قوتین دبائی نجاوینگی ظہور کمالات روحی محال ہے لاجرم ریاضات شاقہ مین قدم رکہہ کر اپنے روحی کمالات کو حاصل کرتے جاتے ہین اور جنہون نے

اس بات کو نہین سمجھا ہے اپنی تمامتر ہمت کو بدن عنصری فانی کی پرورش ہی مین صرف کرنا پسند کیا ہے چنانچہ اسی بنا پر حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین شعر

همی میردت عیسی از لاغری تو در بند آنی که خر پروری

الحاصل کسی مرد عاقل کا یہ کام نہین ہے کہ بمقابلہ لذات باقیۂ ابدیہ لذات آنیۂ فانیہ کو ترجیح دے کر ابداً آفات و مصیبات مین مبتلا رہے -

مصرعہ مرد آخر بین مبارک بندۂ +

اسوقت تو ہم اپنے جسم مثالی کی سختیون سے جس کا ذکر اوپر ہو چکا اس عالم مین یعنی جسم عنصری مین فوراً لوٹ کر نجات حاصل کر لیتے ہین اور توبہ و استغفار بھی پڑھ لیتے ہین - لیکن اوسوقت کا کیا حال ہوگا کہ جب یہ عنصری جسم بالکل ہم سے چھین لیا جائیگا اور نہین پھر اس عالم مین لوٹنے کا موقع و ذریعہ باقی نرہیگا کہ پھر کچھ کسب سعادت ابدی کر سکین کسطرح نجات حاصل ہوگی اور اوسوقت سواے حسرت و یاس کے کیا حاصل ہو سکتا ہے اللہ ربی کیا کیا سخت مرحلے پیش ہین - پہلے ہمارے لئے عالم برزخ کا سامنا ہے جہان ہمارے اعمال کی تصویرین کھڑی ہوجاتی ہین - اور پھر ہمارا میدان قیامت مین قدم رکھنا اور رب الجلیل کا عدل و انصاف کی کرسی پر بیٹھنا اور ہمارے نامۂ اعمال کا پیش ہونا اور میزان عدل مین تلنا اور ہمارے اعضا وغیرہ کا ہم پر برابر گواہی دینا اور اوسوقت ہمارا بالکل بے بس و بیکس بنے رہنا کیا کیا سخت مرحلے پیش ہین جسکی یاد سے دل کانپ اٹھتا ہے -

اور رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین - گر نہ بخشد خدائے بخشندہ کینکہ چھٹکارا ہوگا -
اللہ جلشانہ ہمارے حال پر رحم کرے بمحمد و آلہ الامجد -

موعظت حسنہ

بھائیو خدا کی ایک ہی مقدس و بلند و برتر ذات ہے کہ انسان اوس سے
عشق و محبت پیدا کرے اور اوسہی کی مقدس ذات اِسکی مستحق ہے سوائے
اوسکے کوئی دوسری چیز ایسی نہین ہے کہ رابطہ عشق و محبت کے لئے
موزون ہوسکے - اوس خدائے پاک کی مقدس ذات تمامی عوائب و شوائب
سے پاک ہے - دیکھیے کس حسن و خوبی کے ساتھہ ہیجدہ ہزار عالم کو صفحہ
ہستی پر ظاہر و پیدا کیا ہے اور اوسکی مہربانیون اور رحمتون کا سایہ چترین کر کل
مخلوقات پر کس طرح اپنی خالقیت و ربوبیت کا ثبوت دے رہا ہے ؟
جسکے محبوب و دل آویز جلوے خواہ انفس مین ہون یا آفاق مین ہمین برابر برابر
دکہائی دے رہے ہین - اور اوس آفتاب وجود کے تیز شعاعون کے اثر
نے تمام کائنات کو بمصداق والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ روشن و مسخر
کر رکہا ہے جو کسی ذوی عقل و صاحب فہم کو اس سے انکار نہین ہوسکتا - اوس
مقدس و بے عیب ذات نے ہمارے کہانے پینے پہننے وغیرہ ذریعے کے
لئے موجودہ سامان مہیّا کر رکھے ہین کہ کل عقلائے زمانہ کی عقلی تو تین اوس آفتاب

فیض کے ہفتاد ہزار فیاضیون اور بخششون کا ایک جز بہی فراہم و مہیا کرنے پر قادر نہین ہین - اسی بنا پر حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین شعر

ابر و باد و مہ خورشید فلک در کارند	تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

اوسکے قدرتی کارخانہ مین کسی کا دخل نہین ہے سب سے وہ بے نیاز ہے اور سب اوسکے نیازمند و حاجت خواہ - اوس مقدس اور بے عیب ذات نے اس تمام سامان کو مہیا و فراہم کرنے کے بعد ہماری حسن معاشرت کے لئے ایسی دلچسپ راہین بذریعہ نور عقل ہم پر کہول دی ہین کہ ہم اپنے کسب معاش کی طرف بقدر حوصلہ متوجہ ہو سکتے ہین - نہ صرف یہی اوسکی نوازش و کرم ہے بلکہ ہم بذریعہ روشنئ عقل ادراک معقولات کے اونچے زینہ پر قدم رکہکر علوم و فنون ارضی و سماوی بہی حاصل کر سکتے ہین نہ صرف اسی قدر نوازش و کرم پر اکتفا فرمایا ہے بلکہ ہماری روحانی ترقیات و روحانی زندگی کی آراستگی کے لیے بہی ہمین وہ جوہر عقل عطا فرمایا ہے کہ ہم اپنی روحانی زندگی کے پُر فضا اونچی اونچی بلندیون پر بہی چڑہ سکتے ہین اوسکی مہربانیون مین سب سے زیادہ اور اعلیٰ درجہ کی مہربانی ہم پر یہ ہے کہ وہ ہم سے بلا تشبیہ تامہ ایسا قریب ہے جیسے شکر مین شیرینی اور پہول مین خوشبو سب چیزون کو فنا و زوال ہے اِلّا اوسکی مقدس و بے عیب اور باعظمت و جلال ذات کے کہ وہ اپنے جمال باکمال کے ساتہہ ہمیشہ قایم ہے اور رہے گی - ازل و ابد جو اوسکے دو مبارک جلوے ہین اوسکے قرب ذاتی سے ہم

اپنی استعداد و صلاحیت کے موافق اپنے روحی جذبات کی مدد سے بہت
دور تک اوسکی بھی سیر کرسکتے ہین اور اوسکے جمال باکمال کا جلوہ دیکھکر ابدالاباد
محظوظ و مست و مدہوش بھی رہ سکتے ہین جسکی راہین بھی اوسنے اپنی خاص فیاضیون
سے ہم پر کھول دی ہین - ہمارا روحی جذبہ کبھی اوس سے ہمکنار ہونے کی امید کو
قطع نہین کرسکتا اور ہماری محبت کبھی اوس سے ہمین مایوس نہین کرسکتی - ہماری روح
جسنے ازل سے نور عشق حقیقی مین پرورش پائی ہے صرف محتاج تحریک ہے -
جب کوئی عاشق اوسکے رستے مین پڑا رہتا ہے تو وہ کبھی اوسے مایوس
کرکے نہین چلاتا - اس راہ مین ہمت پست نہونی چاہیئے لا تقنطوا
من رحمۃ اللہ پر پورا بھروسہ رہے جب اوس معشوق حقیقی کا فضل ہوچکا
اور اوسکی دستگیری فرمائی گئی تو مطلوب کچھہ دور نہین رہتا - الغرض اس مبارک تحریک
جذبہ عشق کے بعد ہماری روح مین ایک ایسی خاص قوت پیدا ہوگی کہ کشان کشان
ہمین اپنے اصل کی طرف کھینچ لے جاے گی حتی کہ مشاہدۂ جمال معشوق حقیقی
کے شرف و عزت سے بھی ہمین مشرف و معزز فرماوے گی جسکے بعد ہمارا
دل اوس معشوق حقیقی کے عشق سے بھر جاے گا اور ایک آگ ہمارے
دل مین ایسی بھڑکتی رہے گی کہ کبھی ٹھنڈی نہوگی اور کوئی حجاب ہمارے آئینہ
دل پر نہین آسکے گا اگر آیا بھی تو ٹھہر نہین سکے گا - پس یہ گوہر عشق اس قابل
ہے کہ اوسی معشوق حقیقی پر نثار کردیا جاے اگرچہ دنیاوی چیزون مین بظاہر

قابل عشق ومحبت جو تصور کیجاتی ہین معشوقان مجازی ہین کیونکہ اونکے دلفریب
جلوون مین ایک ایسی کہربائی قوت رکہی گئی ہے کہ اونکے انداز و ادا سے
وہ عاشق مزاج طبیعتین جنکو فطرۃً محبت وحسن پرستی سے مناسبت ہے
اس درجہ اون پر والہ و شیدا ہوجاتی ہین کہ اپنی جان و مال اور شرافت وعزت
وعفت انسانی تک بہی اونکی دلجوئی و دلداری مین نذر کردیتی ہین لیکن اونکی بیوفائیان
اور جفا کاریان بہی ظاہر ہین کہ باوصف اس قدر جان نثاریون کے بہی اونکی
سوء مزاجی وناچاقی ہین اس درجہ روٹھ جاتے ہین اور کروٹ بدل دیتے ہین
کہ کبہی اونکے عاشقین سے اونہین کوئی تعلق ہی نہین تہا ساری محنتین اور
جان نثاریان اونکے عاشقین کی اونکی رکہی باتون اور قطع تعلق سے برباد
ہوجاتی ہین اگر رابطہ محبت والفت باقی بہی رکہا تو آخر وہ فانی ہین اونکا فروغ جمال
اونکی دنیاوی زندگی مین ہی زایل ہوجاتا ہے یعنی استداد زمانہ کے بعد جب اونکے
پر و پر زے جہڑ جاتے ہین اور چہرہ متغیر ہوجاتا ہے تو بمنزلہ بھتنون کے نظر
آنے لگتے ہین جس سے خود اونکے والہ و شیدا نفرت کی نگاہون سے اونہین
دیکہتے ہین نہ اونکی وہ رسیلی آنکہین نہ وہ درخشندہ رخسار نہ وہ خندہ پیشانی نہ
وہ تناسب اعضا نہ وہ انداز وادا نہ وہ طبیعت کی اُمنگ نہ وہ شباب نہ وہ حجاب
گویا یہ کل باتین کان لم یکن ہوگئین۔ کیا اچہا کہا کسی شاعر نے **شعر**

مین نے پوچہا اوس پری سے کیا ہوا حسن وشباب

ہنس کے بولا وہ صنم شانِ خدا اُتھی مین نہ تھا

البتہ وہی ایک مقدس ذات ہے کہ اوسکا فروغ جمال لم یزل و لایزال ہے نہ استداد زمانہ کا کوئی اثر اوس پر پڑ سکتا ہے اور نہ اوسمین کوئی تغیر آسکتا ہے - وہ ہمیشہ اپنے کمالات و شیونات ذاتی اور دلفریب محبوبیون کے ساتھ جلوہ گر ہے اور وہ اپنے عاشق پر کبھی قہر و غصہ نہین کرتا بلکہ اوسے نہایت پیار سے پالتا پوستا ہے اگر کوئی عاشق اوسکی طرف ایک بالشت بڑہتا ہے تو وہ ایک ہاتھ اوس کے جانب بڑہ کر آتا ہے اور جو آلام اوسکے عاشقین پر وارد ہوتے ہین درحقیقت وہ اوسکے قرب کی نشانیان ہین جس سے اوس معشوق حقیقی کا یہ مقصود ہوتا ہے کہ اُپنے عاشق کو خوب آزمایا جاسے کہ کہانتک اِس راہ عشق مین ثابت قدم ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہر بلا بقدر ولا نازل ہوتی ہے اور عاشق کے درجۂ محبت کا موازنہ کیا جاتا ہے الغرض وہ ایسا محبوب و مطلوب ہے کہ اوسکی محبت و عشق کا چسکا عاشق صادق کی تلخ زندگی کو جو اوسکے فراق مین بسر کرتا ہے شیرین کر سکتا ہے اور اوسکا دہیان عاشق کی روحانی زندگی کو ہر طرح سے سنوار سکتا ہے -

اے میرے عزیز بھائیو اوس کا تقرب حاصل کرنے کی دو صورتین ہین یا یون کہا جاسے کہ دو راہین ہین جس پر ہم بصدق دل سے چلنے سے اوس کے تقرب کا شرف حاصل کر سکتے ہین -

واضح ہو کہ اوسکا فروغ جمال دو طور پر ہے ایک فروغ جمال ظاہری اور دوسرا فروغ جمال

معنوی اوسکا فروغ جمال ظاہری جسکو اوسکی ظاہری ادا او ر ناز وسکے قدرتی کرشموں سے
تعبیر کرتے ہین اوسکی صنایع و بدایع ہین اور یہ ظاہر ہے کہ ہر علت کا پتہ معلول
سے اور ہر صانع کا پتہ مصنوع سے چل سکتا ہے پس اِن مصنوعات مین
جب ہماری نظر غائر ہوتی جائے گی تو کل صنایع و بدایع سے اوس علت العلل کا
اور صانع حقیقی کا پتہ لگ جاوے گا جو درحقیقت ہمارا معشوق حقیقی ہے۔
خدائی سے خدا کا پتہ چل سکتا ہے بشرطیکہ ہم ہمیشہ تدبر و تفکر کو بالاستغراق
والانہماک کام مین لاتے رہین چنانچہ اس بارہ مین خود وہ معشوق حقیقی بزبان
قرآنی ارشاد فرماتا ہے ما تری فی خلق الرحمٰن من تفاوت فارجع البصر
ھل تری من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر
خاسئاً و ھو حسیر ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلنٰھا رجوما
للشیطین و اعتدنا لھم عذاب السعیر و نیز اوس معشوق
حقیقی کا ارشاد ہے افلم ینظروا الی السماء فوقھم کیف بنینٰھا
و زینٰھا و ما لھا من فروج و نیز اوسکا ارشاد ہے و فی انفسکم
افلا تبصرون ۔ جو نشانیان اوسکی قدرت کی ہمین نظر آتی ہین اگر ہم اوہین
ذرا تدبر و تفکر کرین اور اوسکی عظمت و جلال کو چشم بصیرت سے ہمیشہ دیکھتے
جائین تو بفضل ایزدی ایک ایسا مبارک وقت بھی ہمین مل سکے گا کہ
ہمارے روحی جذبات نے ہماری ذات و صفات کو اوس معشوق حقیقی کی ذات

وصفات مین فنا کر کے دولت دید و وصال جاوید سے ہمین مشرف و متلذذ کر دینگے۔ اِس دولت عظمیٰ کے حاصل کرنے کے لئے بڑی بھاری شرط یہ ہے کہ ہمارا عشق اوس معشوق حقیقی کے ساتھ پختہ ہو اور ہمارا خیال اوس سے کبھی الگ نہو۔ حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہین **شعر**

ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است		بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روے زیبا را

اور یہ مبارک و قوی تعلق روح کا اوس معشوق حقیقی سے کے ساتھ درحقیقت ہمارا مرشد کامل ہے جسکی تعلیم خود اوس معشوق حقیقی سے نے بزبان قرآنی فرمائی ہے اور جسکا ذکر اوپر ہو چکا اور اِس طرز عمل سے شرح صدر کا ہونا طریقہ اویسیہ سے تعبیر کیا جاوے گا اور درحقیقت یہ معنوی بیعت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تصور کی جاوے گی جسطرح کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی یعنی آپ جمال ظاہری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے مشرف نہین ہوئے تھے مگر جمال معنوی سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آپ کا دل منور ہو چکا تھا چنانچہ آپ نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفیع شان مین یہ شعر کہا ہے **شعر**

صل یا رب علی من کان منہ		طہر القالب والقلب مع الادناس

کلمہ توحید یعنی لا الٰہ الا اللہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا تعلیمی کلمہ ہے اور توحید کے بھاری سر پر مبنی ہے جس کسی پر اوسکے اصلی معنی

منکشف ہوگئے لاریب وہ بڑا ہی محمود شخص ہے جسنے اس کلمہ کو صدق دل سے مان لیا درحقیقت اوسنے جناب رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے معنوی بیعت حاصل کرلی جسکے بعد مشکوۃ نبوت کے انوار سے اوسکا دل منور ہونا کوئی تعجب خیز امر نہین ہے مگر مشکل یہ ہے کہ نفوس انسانی مختلف الطبایع ہین بعض طبیعت کی قابلیت اس طریقۂ عمل سے حصول انوار توحید کی موزون ہوتی ہے اور بعض نہین پس جسمین ایسا مادۂ عشق ہو کہ اوسے اس حد تک پہنچا سکے تو اوسکو چاہیئے کہ تضرع و بکا مین رات دن مصروف رہے تا فضل خدا شامل حال ہو کر کوئی انسان کامل اوسکا رہبر بنجاے اور اپنے روحی جذبات کا اثر ڈال کر اوسکا دل منور کردے۔ تضرع و بکا ایسی چیز ہے کہ کبھی باکی و متضرع یعنی بکا و زاری کرنے والے کو بغیر اوسکے مقصود تک پہنچاے نہین چھوڑ سکتی رحمت الٰہی خود جوش کہا کر نازل ہوتی ہے اور حضیض ذلت سے اوج عزت پر کھینچ لے جاتی ہے شعر

تا نگرید طفل کے جوشد لبن		تا نبارد ابر کے خندد چمن

خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہین شعر

مرا ازین ظلمات آنکہ رہنمائی کرد		دعاے نیم شبے بود و نالہ سحرے

بھائیو ہم کو چاہیئے کہ اپنے اوقات کی پوری پوری حفاظت کرین اور خدا کی راہ مین اونکو صرف کرتے جائین شعر

دانی کہ بر سمند سبکرو سوار کیست	عمر عزیز ماست کہ بر باد مے رود

جو عقول سلیمہ اور نفوس سنجیدہ ہیں وہ البتہ ان باتوں پر غور کر کے اپنی ہر طرح کی اصلاح کر سکتے ہیں۔

اللھم بارک لامت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ووفقنا توفیقاً خیراً وعملاً صالحاً ونیتاً خالصاً وبدناً خاشعاً ولساناً ذاکراً وقلباً منورا او امرزقنا رزقاً حلالاً طیباً متوا سعاً بجاہ رسولک المجتبیٰ محمد ن المصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ۔ آمین ثم آمین

رباعی

یارب برسالت رسول الثقلین	یارب بغزا کنندہ بدر وحنین
عصیان مرادو حصہ کن در عرصات	نیمے بحسن بخش و نیمے بہ حسین

تمت بالخیر

(۵۵۵)

تقریظ و تنقید

حضرت حقایق آگاہ معارف دستگاہ صاحب الحال والقال عالم فاضل عامل کامل متبع شرع با زہد و ورع خلاصہ والاخاندان مصطفوی سلالہ بلند دودمان مرتضوی محمود دارین مولوی سید علی حسین شاہ صاحب حمانی بلگرامی خلیفۂ ارشد و مرید اسعد جناب افضل العلما ۔ اکمل العرفا ۔ قطب زمان مولانا مولوی شاہ فضل الرحمن صاحب نقشبندی المجددی قدس اللہ سرہ العزیز

یارب تیری حمد اور میری زبان کہان — ذرہ کہان آفتاب تابان کہان ۔ وجود تیرا ہے اور مجھ پر فقط گمان ۔ مین وجود کہان سے لایا اور وجود نے مجھے کہان پایا ۔

اللّٰھم انت کما اثنیت علی نفسک ؎

من چہ گویم یک رگم ہوشیار نیست		وصف آن یارے کہ آنرا یار نیست

اور وصف حضرت سرور عالم فخر عالم و آدم سید کائنات ہادی کل ختم رسل صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم کس زبان سے ادا ہو **شعر**

محمد سے صفت پوچھو خدا کی	خدا سے پوچھ لو شان محمد

اما بعد اس رسالۂ الانسان کو مین نے دیکھا - اگرچہ الفاظ بلند ہین مگر دل آویز اور توسن بہت تیز ہے مگر مین نے اسکے مصنف کو بھی دیکھا وجہا رحمہ اللہ تعالے - اس رسالۂ اسم باسمی مین مصنف نے انس و نسیان کی تحقیق اور مدارج بیان کئے ہین - انسان کا صاحب انس اور مدنی ہونا تو ظاہر ہے کہ اوسکی نسبت انس سے حیوان تو حیوان جمادات کو بھی مانوس کر لیا ہے جس قدر تعلق اوسکو اپنے مساکن اور اماکن سے ہوتا ہے اوسی قدر وہ بھی اوسی کی طرف مائل رہتے ہین - چنانچہ سکان اور زمین کا کیفیت صاحب خانہ سے متاثر اور متکیف ہونا برابر ثابت ہے اور مشاہدات اولیا کرام سے ظاہر اور انس ہے بھی عجب چیز اگر خیال کیا جاوے تو صاف ظاہر ہوگا کہ ترکیب عالم مین جزو اعظم یہی انس ہے جس پر ہزار ہا صور عالم اور تاثیرات اتم و اہم کا ظہور مین آنا موقوف ہے - گویا ایک روح پاک ہے جو بے شمار اختراعات کی طرف مصروف ہے - کوئی ہیئت اجتماعی ایسی نہین کہ ایک ہی کے تکرار نے اوسکو دلربا نہ بنایا ہو اور آخر مین ایک ہی ہیئت وحدانی کا ثمر اوس سے نمودار نہوا ہو - سبحان اللہ یہ اوسی معنی کا ظہور ہے کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف یہی انس انسانی جب حضرت احدیت عز و جل کے فضائے قرب مین قدم رکھتا ہے تو عجب جوہر فرد اور نور بے مثل بن جاتا ہے جو

جو دائرۂ فکر بیان سے باہر ہے الفقر اذا تم فھو اللہ حضرت مولانائے روم قدس سرہ نے فرمایا ہے

زندہ معشوق است عاشق مردۂ	جملہ معشوق است و عاشق پردۂ

اور انتہائے منازل انس ہیت جو اہلِ حق کو حالت استغراق اور سکر و بیخودی کی پیدا ہوتی ہے اور وہ بغیر ترک ہستی اور عشق و مستی کے عروج پر نہین آتی اوس حالت مین تعلقات غیر اور خیالات بیگانہ بالکل نابود اور فنا ہو جاتے ہین اوسی کی طرف نسیان کی تعریف مین اشارۂ لطیف کیا ہے العاقل تکفیہ الاشارۃ والکنایۃ ابلغ من الطرحۃ ہے

وز دیدہ فلک ہمن از ناز نگاہے	قربان نگاہ تو شوم باز نگاہے

یہ بات ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ منازل اُنس کے خیالات عارف حق اپنی استعداد اور وضع اور حال کے موافق بیان کر لیتا ہے اور تمام کتابین تصوف کی ان بیان سے لبریز ہین مگر مراحل نسیان ترک ہستی اور فنا رخالص اور استغراق بحت کی راہ مین جو اطوار عارف کو پیش آتے ہین وہ بیان مین نہین آتے مولانا سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے

این مدعیان در طلبش بیخبر آنند	آن را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

اور ایک جگہ فرمایا ہے

اگر طالبے کین زمین طے کنی	نخست اسپ باز آمدن پے کنی

اور فرمایا ؎

گر کسے وصف او ز من پرسد		بیدل از بے نشان چہ گوید باز
عاشقان کشتگان معشوق اند		بر نیاید ز کشتگان آواز

اور فرمایا ؎

عجب است با وجودت کہ وجود من بماند		تو بگفتنش اندر آئی و مرا سخن بماند

البتہ بعض اہل ارشاد نے بقوت فیض نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم حسب ضرورت کچھہ ذکر نسیان بھی کیا ہے اور وہ وہی لوگ ہین جو اسکے علی مرتبۂ اتباع سے کامیاب ہین ؎

ادہر اللہ سے واصل ادہر مخلوق سے شامل		خواص اوس برزخ کبری مین ہے حرف مشدد کا

اور وہ وجہ یہ ہے کہ شرح احوال قوت ناطقہ سے متعلق ہے اور استغراق مین اوس پر مہر سکوت لگ جاتی ہے اسکو حیرت سے بھی تعبیر کرتے ہین۔ ایک پشہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حضور مین ہوا پر دعوی کیا کہ مجھے سبب تکلیف دیتی ہے جب مدعی علیہ طلب ہوا مدعی ہوا ہو گیا۔ ایسیے وہ دعوے ہی بے اصل ٹھہرا عقل انسانی کا بھی یہی حال فنا اور استغراق مین ہو جاتا ہے اور اوسی طرف اشارہ ہے من عرف ربہ فقد کل لسانہ یہ عرفان بہت بلند ہے حضرت مولانا شاہ تراب علی کاکوروی قدس سرہ نے فرمایا ؎

کوئی عارف سے نہین رتبہ مین بڑھکر ہی تراب		سب مقامات طے کئے ہین عرفان کیلئے

اور یہ بعض نے جو فرمایا فقد طال لسانہ یہ نزول کی ایک تڑپ ہے فرمایا
مولانائے روم قدس سرہٗ نے ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش	باز جوید روزگار وصل خویش

اسی کی طرف اس آیۂ کریمہ مین اشارہ ہے واذکر ربک اذا نسیت۔
یہ تڑپ کبھی مجمل ہوتی ہے اور کبھی مفصل مجمل حد شرح سے باہر ہے خواہ مرتبۂ قبض
ہو یا مرتبۂ بسط مین اسکے واسطے کوئی الفاظ نہین اور یہ وراے طور آگاہی ہے
تمام عبارتین بیان خاموش ہین - اور مفصل کی دونون صورتین بیان مین آتی ہین
پھر تہ سکون رہتا ہے نہ تڑپ اور اس عالم کے واقعات وراء الوراء طور عقل و ادراک
ہین از کاتب حروف ؎

من چہ گویم شرح آن نور و صفا	کز وراء ہر وراء آن وراء
علم آنجا حامل اسرار نیست	عقل را آنجا ببین حیران کیست
یاد دارم حفظ مطلب از کرام	پس سخن کوتاہ کردم والسلام

~~مقدمۂ کتاب مین لکھا ہے کہ مرتبۂ انس راجع بخلق ہے اور مرتبۂ نسیان راجع بحق~~
مراد یہ ہے کہ تکمیل سلوک مراحل عرفان کی صفت انس مین پہلے ہوتی ہے پھر
قدم سالک عالم خلق کی سیر سے باہر ٹھہرتا ہے اور راہ نسیان غیر یعنی ترک ماسوا
پیش آتی ہے جسکی نہایت نہین حضرت مولانائے روم قدس سرہٗ نے اسی مقام
کے متعلق فرمایا ؎

خویش را گم کن کمال اینست و بس		تو مباش اصلا وصال اینست و بس

ترک ماسوا اور فنا رحیت کا عالم بھی عجب عالم ہے تمام عالم دنیا اوس مین جلوہ گر ہے
اور اسی جلوہ فنا مین یہی عالم دنیا کا پیش نظر ہے

بازار خویش و آتش ما تیز میکنی		دیدار و مے نمائی و پرہیز میکنی

غرض اسی سیر وطیر مین ایک وہ وقت اور صفت ہے کہ انسان ختم ہوجاتا ہے
اور وہ پر اسے نام باقی نہین رہتا تب اوسپر ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اب کس صفت
کے ساتھہ باقی رہا - اور یہ وہی بقا ہے جسکو فنا اور زوال نہین تو یہ سیر استغراق حق
کیطرف رجوع کرتی ہے نسبت نسیان کے راجع بحق ہونے سے یہی مراد ہے
اسی طرح حضرت مولانا روم قدس سرہ نے فرمایا ہے

این سخن کے باور مردم شود		علم حق در علم صوفی گم شود

یعنی علم ذات حق وصفات حق جو عارف کو بطور کسب و نظر حاصل ہوتا ہے اوس
علم مین جو حضرت حق کی طرف سے اوسکے قلب پر منکشف ہوتا ہے مستغرق ہوجاتا
ہے لوگون کے نزدیک یہ بات عجیب ہے کہ علم حق علم صوفی مین گم ہوجاتا ہے - پس علم حق
سے علم صوفی نسبت بحق مراد ہے اور علم صوفی سے علم حق نسبت بصوفی جو بطور وہب
وجذب وارد ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک علم حق سے مرتبہ حق الیقین مراد ہے
اور علم صوفی سے مرتبہ عین الیقین - اور گم شود سے یہ مراد ہے کہ مراتب ابتدائی
علم الیقین اور صدق الیقین کے بلکہ حق الیقین کا مرتبہ بھی علم صوفی مین جو بوقت وصول

مرتبۂ عین الیقین حاصل ہوتا ہے فنا اور مستغرق ہو جاتے ہین اسی کی طرف اشارہ ہے حضرت خواجہ شاہ نیاز احمد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کا اس شعر مین ؎

جون ہی آ کے مکتب عشق مین سبق مقام فنا لیا
جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے اوسے صاف دل سے بھلا دیا

اور ایک صاحب نے یون فرمایا ؎

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم	الا حدیث دوست کہ تکرار میکنیم

نسیان راجع بحق یعنی راجع بعالم مشاہدہ حق و مستغرق بمقتضاے شہود حق ہی نسیان ہے اور بعض کہتے ہین کہ وہ علم جسکو عوام علم حق سمجھتے ہین علم صوفی مین جو اصل ہے علوم حقہ کی مستغرق ہے ۔ اسی اصل کی طرف حق عزوجل نے ایما فرمایا ہے ۔ وآتیناہ من لدنا علماً اور آخر کتاب مین ایک تقریر روح اور پیکر مثالی اور پیکر مادی اور اطوار تہذیب نفس کے متعلق نہایت لطیف واقع ہوئی ہے جسکے معائنہ سے نفس انسانی پر روح کا ایک پرتو لطیف پڑتا ہے اور کیون نہ پڑے یہ وہ پرتو ہے کہ جمادات کو بھی متاثر بنا دیتا ہے انسان تو انسان ہے لیکن بعض نفوس انسانی اسقدر بیگانہ اور سخت بے تعلق واقع ہوئے ہین کہ وہ متاثر نہین ہوتے بعض نافہم مبتلاے غرض یہ خیال کرتے ہین کہ اب معارف و حقایق مین زبان کھولنا عبث ہے کیونکہ بزرگون سے کوئی بات اوٹھا نہین رکھی اس سے اگر یہ مراد ہے کہ اب معارف و حقایق ختم ہو چکے تو یہ خیال اونکا غلط ہے اور اگر

یہ مراد ہے کہ اُپ وہ اخلاص نہین تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ذکر حق اخلاص خود ہی پیدا
کرلیتا ہے۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد
اصل یہ ہے کہ سوء ظن مراد ہے اللہ عزوجل نے فرمایا ان بعض الظن اثم
کسی کی تصنیف کی ہوئی کتاب کو دنیا مین کسی نے نہین مانا دلیل قبول یہی بس ہے
کہ زیادہ آدمی قبول کرین یا چند اہل حق محظوظ ہون دو ایک آدمیون کے انکار سے
دلیل عدم قبول وعدم اخلاص نہین ہو سکتی۔ اون لوگون کے حال پر سخت افسوس
آتا ہے کہ دنیا کی معمولی باتین تو ہر روز سنتے ہین مگر چند کلمات ربانی کسی عزیز کی
زبان سے سنکر اتنا بھی نہین کرتے کہ محظوظ نہون تو خاموش رہین۔ یہ لوگ
سمجھ سکتے ہین کہ اونکے گھرون مین اکثر مقبول کتابین بزرگان دین کی رکھی
رہتی ہین اور یہ برسون اٹھا کر دیکھتے بھی نہین۔ اور مکروہات دنیا مین مصروف
رہتے ہین تو کیا وہ کتابین بے اثر ہین؟ اگر سنگ چقماق پر لوہے کی چوٹ نہ پڑے
تو کیا اوس سے یہ بات مان لی جا سکتی ہے کہ اوس سے بہترین شرر نہین ؎

جمال اوست بہر شش جہت تماشا کن	خدا نقاب نہ دارد تو دیدہ پیدا کن

کتاب نہ دکھی جاسے اور دیکھنے کی آنکھ حاصل کیجاسے تو اپنا قصور ہے یا کتاب کا
صفحہ قرطاس ایک چشمہ سے کم نہین ہے اوس سیتے پر نقش و نگار ہین اس پتے پر
معارف و اسرار مگر بات یہ ہے ؎

کفر گیرد کاملے ملت شود	ہرچہ گیرد علتے علت شود

یہ خیال کرنا کہ اس چودہ صدی مین کلمات اللہ ختم ہو گئے ہرگز صحیح نہین ہے کیا
نئی روحین دنیا مین آتی ہین یا آوینگی وہ اوس نعمت سے محروم کر دی گئی ہین جو قرون
سابقہ مین نازل ہوتی تھی ہرگز نہین بلکہ جو نئی روحین بھیجتا ہے وہ نئے معارف
بھی بھیجتا رہے گا کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا و لو انّ ما فی الارض من
شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات
اللہ۔ اس آیۂ کریمہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بحر معارف اب بھی جاری ہے
اور اوسیطرح موجزن ہے اور برابر موجزن رہے گا۔ اوسکی موجون کی دلربایانہ رفتار
تشنگان وادی طلب کی طرف اوسیطرح دوڑا کرے گی جسطرح حسینون کی
نگاہین سچے عاشقون کی طرف لپکتی رہتی ہین ہمارے مولانا صدر معنوی نے
فرمایا ہے

جودمی جوید گدایان ضعاف		ہمچو خوبان کآئینہ جویند صاف

عالم مین سنت اللہ یون ہی جاری ہے کہ اس بحر کے غواص اس عالم مین ہون
یا نہون جب تک اس عالم کی طرف متوجہ ہین طالبان حق کے دامنون کو موتیون
سے بھرتی رہے اور جب وہ شہسواران غیب اس تنگنا ہی غبار آلود سے
بالکل وارستہ رہنا چاہین تو خاموش ہو رہین اور اونکی خدمت دوسرے کو تفویض
ہو جیسے نسیم رحمت چل جائے۔ اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیری
مسایل ظاہری کا محدود حصہ تو ختم نہین ہوا ایک نیک تن یا حاشیہ نیا ہوتا رہتا ہے

علم باطن کا غیر محدود حصّہ ابھی سے کیون ختم کر دیا جاوے جسکا ازلاً و ابداً لانہایت
ہونا منصوص ہے اور نص بھی صراحۃً وارد ہے نہ اشارۃً۔ حدیث شریف مین
آیا ہے کہ حضرت حق عزوجل نے عالم کو اسلئے پیدا کیا ہے کہ اوسکی ذات
پاک و مبارک و بےمثل پہچانی جاوے تو کیونکر ہوسکتا ہے کہ عالم تو موجود رہے اور
معرفت الٰہی ابھی سے ختم ہوجاوے۔ اے برادر کئی آدمی ہوگئے پیر رشدی
ابھی بحر اعظم کا ایک کروڑوان حصّہ اور درختان روے زمین کا ایک بہت چھوٹا
ذخیرہ بھی صرف نہین ہوا کلمات اللہ کو ابھی سے تم ختم کئے دیتے ہو۔
اس تھوڑے حصّے مین تو ہر طرف سے آواز آنے لگی ہے

قلم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوز و دم درکش		حسن این قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد

پاک اور بیچون ہے وہ ذات جسنے ایک آفتاب سے کروڑون دن بنا دیے
اور بنا رہا ہے اور آفتاب بھی ختم نہین ہوا۔ کتاب آفاق کی ایک نئی سیر دیکھو
صبح ہو رہی ہے۔ آفتاب نکلا ہے۔ تمام عالم منور ہے لیکن سلطانی ایوان
مین مختلف رنگ کے آئینون نے ایک نیا باغ لگا دیا ہے مگر کسی طرف
سے یہ آواز نہین آتی کہ آفتاب نے تو کوئی بات اوٹھا نہین رکھی یہ حضرات برائے
بیت اپنا رنگ کیون جما رہے ہین۔ بےشک ان آئینون سے بھی
وہی نور بے رنگ لامع ہے کیونکہ نور بےرنگ نہین آتا اور رنگ مین نور سما نہین
جاتا تو باہمہ اور بےہمہ کی صورت پیدا ہوگئی پھر یہ وصف کسکا ہے۔ اللہ

نفس السموات والارض اگر یہ کہا جاے کہ آئینون کی ضرورت ہی کیا ہے آفتاب کا نور سادہ وغیرہ کافی ہے نحن نسبح بحمدک ونقدس لک ٥ جواب تو ظاہر ہے مگر یہی معلوم رہے کہ جسنے آفتاب مین نور پیدا کیا اوسی نے آئینون کے رنگ مین یہ تڑپ دکھلائی کتاب کائنات کی تمام آئینون پر ایمان لانا چاہیئے نہ یہ کہ بعض کو قبول کرنا اور بعض مین توقف کرنا افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ پاک ہے وہ ذات جسنے آفاق کی آئینہ انفس مین دکھلائین اور انفس کی آفاق مین۔ از راقم حروف ٥

گھر آئینہ مین آئینہ ہے گھر مین جلوہ گر		کتنا لطیف ہے ترا آئینہ خانہ واہ

پاک ہے وہ جسنے ایک وجب عرض وطول مین بحر بیکران بہا دیا جسکی کوئی سوج دوسری سوج سے مشابہ نہین یعنی معمولی چہرہ اور آنکھین ناک کان وغیرہ تو ہر ایک انسان کا یکسان ہے اور ہر صورت الگ اور ہر ایک صورت کا ہر عضو دوسری صورت کے ہر عضو سے جدا کیا اوسکی بیان معارف کی صورتین ختم ہو سکتی ہین؟ اس باغ کی کوئی جڑی بوٹی بیکار نہین ایک تنکے سے وہ عطر نکلتا ہے جس پر دل بیخود ہو جاے اور زبان سے صل علی نکلے تو حرف محبت کیونکر بے قیمت رہ سکتا ہے از راقم حروف ٥

خس جو کم قدر ہے عطر اوس سے بناتے ہین یہان		عطر انفاس یہ کیا اوسکے برابر بھی نہین

فیض خاصان حق بعد حصول نسبت صحیحہ اگر کسی نظر یافتہ سے ٹہنک نکلے تو کیا عجب ہے

ہمارے مولانائے صد معنوی نے فرمایا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ الله بود	گرچہ از حلقوم عبد الله بود

کیا ایک ہاتھ کبھی آستینوں سے باہر نہین آسکتا یا کوئی عبد الرحمن اور عبد الرحیم
عبد الله نہین بن سکتا انسان اگر اپنے خیال مین حاوی ہوا تو گھر اور بدن کی درستی
سے کیا فائدہ۔ مکان کی آرایش تو اوسوقت مفید ہے کہ اوس مین کوئی صاحبخانہ
رونق افروز ہو۔ ورنہ خالی مکان آراستہ ہونے پر بھی ویران ہے از راقم حروف ؎

ہزار سال بنایا مکان تو کیا حاصل	کہ ایک رات بھی وہ یار مہمان ہوا

انسان اگر انسان نہ بنا تو حیوان بنا ہوا ہے چڑھنا مشکل ہے اترنا سہل ہے
یہ صورت جسپر ناز ہے چاندی یا سونے کا ملمع ہے جب اُڑا قلعی کھلی وہ نور مجرد جو
روح کے شفاف آئینہ مین جلوہ گر ہے افسوس ملک کثافت مین ایسی ظلمت پر گر
رہجائے بقول صائب ؎

بردن پرواز ہیہات است دود فکر درون باشد	لباس دل غبار آلودہ باشد جامہ شویان را

انسان اپنی تدبیر بدن اور منزل پر نازان ہے یہ نہین سمجھتا کہ اوسکی منزل قرار ہے

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی	کین رہ کہ تو میروی بترکستان است

زندگانی دنیا خود ایک مرض ہے جسکی صحت موت پر موقوف ہے نہ وہ موت کہ مرکر
حاصل ہو بلکہ وہ موت جو اوسکو زندگانی مین میسر آوے کیونکہ جب بیمار ہی مرگیا تو جام
صحبت کون پیئے گا۔ اور آرام کسکو ہوگا من کان فی هذه اعمی فهو فی الاخرة

اعمی او ضل سبیلا ۵ یہ مسئلہ جو مشہور ہے کہ بغیر صحبت صوفی یا طبیب حاذق
فقط کتاب دیکھکر کوئی فقیر یا طبیب نہین بنتا اوسکے یہ معنی نہین کہ وہ کتاب
بالکل بے اثر اور رایگان ہے بلکہ اوسکے یہ معنی ہین کہ صرف کتاب پر قناعت
کرکے عارف الٰہی سے نکلنے والا اور اونکے آداب کا لحاظ نہ رکھنے والا ہرگز منزل
مقصود تک نہین پہونچتا اگرچہ وہ اپنے نزدیک عارف اور صاحب نظر اور آگاہ بن جائے
لیکن یہ بھی ضرور ہے کہ بشرط اخلاص واردات خاص محروم بھی نہین رہتا بلکہ اپنی
حد پرواز تک ایک دولت دید حاصل کرلیتا ہے اوسکی مثال ایک تو یہ ہے کہ مضمون
خط کا یا مکتوب الیہ سمجھتا ہے یا جسنے کاتب یا مکتوب الیہ کو دیکھا ہو اور جو اوسکے
حال سے فقط واقف ہے وہ بھی کسی قدر سمجھ لیتا ہے لیکن فقط عبارت پڑھنے
والا تو عبارت ہی پہ نازان ہے کہ مین نے وہ مضمون جو اوس خط مین درج ہے پڑھ لیا
اور مبتدا اور خبر ہر فقرہ کی معلوم کرلیا و این ھذا من ذالک ۵

با آنکہ دو چشم انتظارش بر در		فرق است میان آنکہ یارش در بر

کتاب بھی ایک خط ہے جو کوئی لکھتا ہے اور جو کوئی سمجھتا ہے نہ ہر قاری و
ہر سامع مدعی ربط مبتدا و خبر و فہم لفظ- دوسرے یہ کہ انسان کا کمال فطری نہین
ہے بلکہ کسبی ہے یا وہبی- اور حیوان کو حضرت عزوجل نے فطرۃً ایک ایک
کمال دیا ہے ۵

آب دریا شش تا بسینہ بود		بچہ بط اگرچہ شینہ بود

انسان کا مادہ تحقیق و فتح باب تعلیم یا دہب پر موقوف ہے فطرت پر نہین ہے
اسلیے وہ اگر فطرت کے حوالہ ہوا تو پورا حیوان بنجاتا ہے اور اگر کسب یا دہب نے
اوسکی رہبری کی تو فلک اور ملک سے کہین آگے نکل جاتا ہے - بعض عارفین کا قول
یہ ہے کہ بدن فتیلہ ہے اور انفاس عمر روغن اور روح حیوانی مدبر بدن نار - اور روح
انسانی نور الٰہی - شعلہ بے شمع بغیر ہوا کے قایم نہین رہتا اور نور شمع بغیر شعلہ ٹھہرتا -
لیکن نور محبت الٰہی مین عجب تاثیر ہے کہ وہ نور روحانی بغیر مدد نار کے ظہور کرتا ہے
یکاد زیتہا یضئ ولو لم تمسسہ نار ط نور علی نور یہدی
اللہ لنورہ من یشاء - نور اسقدر صاف ہے کہ کوئی اشارہ اور کوئی عبارت
اوسکے حرم راز تک نہین پہنچ سکتی ہے

نزاکت اوس گل رعنا کی دیکھیو انشاء		نسیم صبح جو چھو جاے رنگ ہو میلا

اور یہ تو ظاہر ہے کہ روغن اور فتیلہ مین جب تک کثافت باقی ہے روشنی بھی صاف
نہین ہوتی ہے - اس دور آخر مین ہوا اور روغن کا کام دست رہی ہے جبکا شعلہ
کسقدر صاف ہے پہر نار محبت سے جو شعلہ پیدا ہوا اوسکی صفائی اور تڑپ کا کیا ذکر
پیکر مادی بیشک ایک عجیب مرکب ہے اگر یہ سوار کا مطیع رہ گیا تو راہ وصول نہایت
آسان ہے اگر اوسکی منہ زوری نے سوار کے ہاتھ سے عنان چھوڑالی تو یہ مرکب
مع سوار کے پستی فطرت و غار معصیت مین اسطرح گرتا ہے کہ گھوڑا اوپر اور سوار نیچے
کیونکہ ناہموار راہ مین سرکش گھوڑے کو خود سری کا انجام دیکھنا ضرور ہے اگرچہ

دہ سوار ہی کی غفلت سے ہو بقول صائب ؎

دل چو غافل شد ز حق فرمان پذیر تن شود	می برد ہر جا کہ خواہد اسپ خواب آلودہ را

اِس مرکب کو بعض احوال مین بہوک آسودہ رکہتی ہے اور بعض صورتون مین آسودگی مفرط اوسکو تہکا دیتی ہے۔ انسان اگر مسند پر بیٹہا ہے اور معرفت کی راہ مین قدم رکہہ چکا ہے تو منزل اوسکی طرف چل کر آتی ہے اور اگر دن رات سیر کرے اور خانۂ تن سے باہر نہ نکلے تو اوسکو اوس گہر کا حال بہی معلوم نہین ہوتا جسمین وہ سو برس سے رات دن مقیم ہے۔ مسئلہ سیر عالم غیب کا بہت عزیز و نادر الوجود ہے۔ آفاق اور انفس کی جانگزا عقبات اور ہوش ربا غارون سے بچکر اور سلامت نکل کر جب آگے قدم بڑہاتا ہے جب اِس سیر کی ابتدا ہوتی ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

حکایات اولیاے کرام انوار ایمان کا ایک لشکر ہے ظلمت نفسانی اور کدورت بشری کافور ہو جاتی ہے اور یہ اشارہ بہی یاد رکہنے کے قابل ہے کہ لشکر سردار سے خالی نہین ہوتا۔ انسان ایک مٹی کا تودہ ہے اوسنے اگر یہی قیمت پائی کہ ایک روز بنا اور ایک روز بگڑ گیا تو خاک بہی نپائی اتنے دن عمر کے خالی گیے اتنی راتین کام کی ضایع ہو گئین حضرت حق عز و جل نے فرمایا کہ مین نے اہل ذکر کے لئے آیۂ لیل مقرر کی ہے وہ معنی اس آیہ کی سمجہے تو کتاب آفاق کا مطلب لیلے اور اہل سکر کے لئے آیۂ نہار مقرر کی ہے۔ دن کی آیت کا مطلب دن کو ظاہر ہوا تو

رات مین کیا ظاہر ہوگا۔ ھو الذی جعل اللیل والنھار خلفۃً لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا۔ یہ اسلیے ارشاد ہوا کہ دروازہ رات کیطرف سے کھلتا ہے کیونکہ اس طرف تو یہ عالم شہود غایب نظر آتا ہے۔ اوس طرف کسل بدن کا تقاضا اوسکی روح انسانی کو عالم غیب کی طرف بلا رہا ہے۔ اگر یہ شہود مین سو چکا ہے تو رات مین اوسکو خواب کا مزا نہین رہتا۔ قاعدہ ہے کہ دن بہر کے سونے والے کو نیند کا مزا شب مین نہین ملتا بلکہ نیند بہت مشکل سے آتی ہے تو یہ غافل دن بہر سویا یعنی دنیا کی طرف بیدار رہا اور غیب کی طرف سے غافل اسلیے اسکا عکس رات مین یہ ہونا چاہیئے کہ یہ سو جاے اور اوسکو غیب ہی کی طرف سے غفلت ہو اور دنیا کی طرف بیدار رہے اس لیے دن بہی خالی گیا اور رات بہی بیکار گئی دونو آیتون سے اوسکو ایک لفظ کا مطلب بہی نہ معلوم ہوا۔ روح اس بدن کے لیے اس واسطے مقرر ہوئی ہے کہ دن کی محنت مبدل بہ راحت ہو پس یہ محنت اگر بدن پر ہے قلب پر نہین تو قلب کو خواب غفلت سے کیا سروکار۔ اس مسئلہ کو وہ سمجہے جسکے لیے زمین کا صحن وسیع اور آسمان کی سقف رفیع اور چاند سورج کی نورانی شمعین بنائی گئی ہین اور جسکی مزاج پرسی کو نسیم سحری ہر سحر عرش سے اترکر بخرام نازو نکہت جان نواز آتی ہے از راقم حروف ؎

بدن مین جان آجاتی ہے گویا تو نہین آتی	یہ آمد کس کی ہے اور تجکو آئی ای صبا کیونکر

بیداران شب اس موج نسیم کا مزا جانتے ہین اور بوے زلف یار اوس سے سونگہتے ہین

اور تمام رات اسی انتظار مین رہتے ہین ؎

از صبا پرس کہ مارا ہمہ شب تا دم صبح	بوئے زلف تو ہمہ مونس جان است کہ بود

ان آنکھون نے اگر ساری عمر فقط در و دیوار کو دیکھا تو کچھ نہ دیکھا۔ کیا یہ نورانی شمعین آسمان کی فانوس مین اس لئے روشن ہوئی ہین کہ ہم اوس مکان کے فقط در و دیوار کو روز اٹھکر دیکھہ لیا کرین اور صاحبخانہ کی جستجو مین ہماری آنکھین مصروف نہون۔ ہمارے سید العارفین خواجہ میر درد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

تجھی کو اگر جلوہ فرما ندیکھا	برابر ہے دنیا کو دیکھا ندیکھا

اور فرمایا رباعی

اے درد بہت کیا پر یکھا ہمنے جب آنکھہ نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھہ	دیکھا تو عجب جہان کا لیکھا ہمنے جب آنکھہ کھُلی تو کچھہ ندیکھا ہمنے

اللھم استقنا رحیقا من کاس ھُوَ لآء الکرام الغرض جو کام کرجائے وہ ایک حرف کافی ہے اور جب طبیعت مین سوز و گداز نہو اُسکے لئے تمام آیتین آفاق کی بھی کافی نہین۔ انفس کی آیتون سے اوسکو کیا تعلق۔ فبای حدیث بعد اللہ وایاتہ یومنون۔ الہی عاقبت کاتب وقاری وسامع کی بخیر کر اور جو گزران اس آواز کو سنلے وہ بھی محروم نجائے بحرمۃ سید المرسلین طٰہٰ ویٰسین وآلہ بدور الدجی ونجوم الھدی۔

تقریظ

فاضل اجل عالم باعمل مسند آرائے شریعت وطریقت معدن جواہر عرفان مخزن اسرار عین العیان کریم الاخلاق عمیم الاشفاق عابد صالح زاہد متقی سخی متورع ذاکر شاغل جناب مولانا حافظ مولوی محمد انوار اللہ خان صاحب استاد حضرت صاحبزادہ ولیعہد حضور انور بندگان عالی مدظلہ العالی مادام الایام واللیالی ودامت برکاتہم

اِس کتاب کو میں نے سنا اور نہایت مسرور ومستفید ہوا یہ تو ظاہر ہے کہ خوش اسلوبی مضامین ودلچسپی عبارات مصنف عمّ فیوضہ کی نزاکت طبع اور لیاقت تامہ پر دلایل بینہ ہین مگر جوشش طبع جسکا منشا نسبت حُبّیہ ایمانیہ معلوم ہوتا ہے

عجیب اثر دکھا رہا ہے جس سے امید ہوتی ہے کہ جن قلوب کا حسن
ایمانی باطل نہوا ہو اون پر انشاء اللہ تعالے اوسکا اثر ضرور ہوگا۔
حق تعالے مصنف دام فیوضہ کو اپنے مقاصد مین فایز المرام اور اہل زمانہ کو
اس کتاب سے فیض یاب فرماوے فقط

تقریظ و تنقید

فاضل علامہ عالم فہامہ حاوی فروع و اصول جامع منقول
و معقول حلال مشکلات مسائل شرعیہ غواص بحر غموض
و دقایق حکمیہ عالم باعمل شاعر شیوا بیان رطب اللسان
بقیۃ السلف والا دودمان علمائے فرنگی محل لکھنو
مقبول بارگاہ الہ مولانا مولوی محمد افہام اللہ صاحب لکھنوی
اوصلہ اللہ الی متمناہ والی مدارج القرب رقاہ

اے نامِ تو ورد تِق زبانہا	حمدِ تو طرازِ داستانہا

حمد باری بشر کا کیا مقدور جو ادا کر سکے اوصاف نامتناہی کی تعداد کیا ممکن ہے
ذات ادراک سے خارج ضرور ہے ـ علم اُسکا متعسر ہو یا متعذر جو کچھ تسلیم کیا جاے
وظیفہ حامد بقدر ماورد بہ الشرع الحمد للہ الخ ـ عہدہ مورد سے مہلکہ بازپرس کے مقام
میں نجات کو کافی ووافی تصور کیا گیا ہے مگر وہ عالی حوصلہ جو انکشاف مرتبہ صفات و

سیر وجود مطلق مین مستغرق و مستہلک و عجز کے مقر تو ضرور ہوتے ہین
سلوک راہ مستقیم سے جو انکا جادہ ہے کب باز رہتے ہین اور اسی سیر سلوک مین
حامدیہ کے اعلی مقام پر پہونچنا اگر استماع مثل جناب رسول کریم صلوات اللہ علیہ و آلہ
و التسلیم ثابت نہوتا ممکن تہا مگر عروہ وثقی تعین اوّل مرتبہ محمدیہ سے تشبث بقدر قابلیت
و فیض امکان خاص ذات بحت سے وقوع مین آتا ہے اور یہ سب بواسطہ محبت
و اتباع حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ و سلم نصیب ہوتا ہے

درین راہ جز مرد داعی نرفت		گم آن شد کہ دنبال راعی نرفت

شعر

دہد حق عشق احمد بندگان چیدۂ خود را		بخاصان شاہی بخشد مئی نوشیدۂ خود را

مگر مراتب تعینات مختلفۂ متواردہ مین جب تک نسبت نہو ایک دوسرے سے لینا حصۂ ربّاط
ہے نہین سکتا چہ جاے ترقی اور پہر تکمیل ہم ذرۂ خاک وہ نیر اعظم۔ ہم ظلمت بحید وہ
سراپا نور۔ ہم ذاتًا معدوم و اصلاً مفقود ۔ وہ موجود مصرع

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

بساط قرب کجا و من خراب کجا + رہ وصال کجا و کجا من مہجور۔ کہان

وہ مہر درخشان کہان یہ ذرہ خاک + کہان یہ ظلمت بحید کہان وہ عالم نور ۔

کلیکہ جسرخ برین طور اوست		ہمہ نور ہا پرتو نور اوست

یہ اور اس سے بڑہکر جہانتک الفاظ ترقی و تعلی کے ملین مرتبہ تعبیر ہے وہ عین معبر

تو کہین نہین ہوتا مگر معبر بلحاظ معنویۃ اس سے سمجھا جاتا ہے - ہمارے معلی القاب اللھم صل علے محمد و علی الہ واصحابہ اجمعین کی حقیقہ و قرب فضار محبوبیت جو منشا ہمارے انتزع و اختراع کا ہے دونون ایسے عالی عن الادراک ہین کہ معبر و تعبیر کو وہانتک رسائی ہو تو کیونکر ہو

محمد ہے بنی ممدوح ذات کبریائی کا		کردن گر مدح اوسکی ہین تو دعوی ہر خدائی کا

جان نثار بدو فطرت سے مجبور و مجبول الفت وانس ہین - اور یہ محال ہے کہ جب تک کہ خودی سے ہر صغیر و کبیر پر ظاہر و باہر ہے کہ مکون اپنی کینونیۃ کے بعد سبب اشیار کا عالم ہوتا ہے اور تمام علوم زوال ہوجائے مگر اپنی ہستی صفحہ خاطر سے نہین مٹتی اور اپنے وجود کو فنا ہی کر دیجئے تو موجود مطلق اور اوسکے تعینات سے فانی محض کو کیا نسبت یہ ضدین بلکہ نقیضین ہین - عجب مشکل ہے کہ ہستی ہی تو معشوق کی اوسکی تمنا مین مر مٹی وہ اور دور ہو گیا ہ

بیا فنا دم وگفتم نیاز این قدر ست		سر کشید و بگفتا کہ ناز این قدر ست
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا	ہ	کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

فنائے محض و ہستی موہوم دونون بیکار ہین - ہان وہ فنا کہ مرتبہ ماہیت مین ہر مقید کو مفہوم مطلق کے روبرو ہے یا علے العکس ہر مصدر کو اپنی مشتقات مین اول انس و نسیان کا شعبہ بلکہ ابتداء ثانی جذبات محبوب کی تجلی اور اوسکا فیض لا انتہا ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ہ

شرط عشق ست در طلب مردن		نتوان رہ بسوئے او بردن ہُو

جذبات لاہوتیہ مرتبۂ ناسوت سے تعلق نہین رکہتے اوسکا بیان محض طریق عرفان کو مفید ہے سلوک انس نسیان مین منحصر۔ بلکہ غور کیا جاے تو ثانی یعنی نسیان راہبر اور انس عین خبر فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ ذَالِكَ یُؤْمِنُوْنَ اِس لحاظ سے کہ مبادی وصول وایصال انہین دونون مین منحصر ہین میرے لایق دوست جوش محبت سے بہرے دریاے تعشق مین ڈوبے ہوئے خیال منصوری سر مین ذوق وشوق خاطر مودت اثر مین علوم علما ربانی کا اونکا سینہ گنجینہ لمعات نور حضور باطن کا دل آئینہ مولوی محمد عبد العزیز صاحب مہاجر سلمہ اللہ تعالے ورقاہ اعلے مدارج الکمال والجمال والجلال نے ایک رسالہ مُدون فرمایا انس ونسیان کا معرکہ میدان محبت مین دکہایا۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند ؎

ہر کہ این آتش ندارد نیست باد		آتش است این بانگ نای و نیست باد

خاتمہ مین اخلاق محمدی علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام وعلی آلہ الکرام واصحابہ العظام کا ذکر ہے کہ یہ طریق قویم کا وسیلہ وذریعہ مین گویا ارشاد مرشد ذکر وفکر دونون دست وگریبان ہین۔ واہ کیا خوبی فکر وکیا لطف ذکر ہے افسوس یہ ہے کہ اس زمانہ مین فیصدی ایک بہی اوسکا سمجہنے والا نہین سمجہنے والا اور کنار جسکی کانون تک ایسی صدا پہونچی ہو وہ کون ہے اور کہان ہے زہے ہمت مردانہ کہ ایسے وقت

شمع ہدایت کی روشنی میں گم کردگان راہ کا صراط مستوی پر لانا یہ آپ ہی کا کام ہے جزاک اللہ فی الدارین خیرا و اللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون و تلک الامثال نضربہا للناس لعلہم یتفکرون -

ہذا ما قال بفمہ و کتبہ بقلمہ العبد الضعیف قلیل البضاعت محمد بن المدعو بانعام اللہ الکھنوی الفرنجی المحلی وطنا الانصاری نسبا الحنفی مذہبا القادری مشربا ابن جامع العلم و العمل قامع الخطل و الزلل مولانا المولوی محمد انعام اللہ لا زال مغبوطا بانعام اللہ ابن قدوۃ المتاخرین زبدۃ المتقدمین البحر الذاخر السحاب الماطر مولانا المولوی ولی اللہ ادخلہ فی دار النعیم و بوأہ

تقریظ

حبر جلیل فاضل نبیل سالک مقصد موحد متحد مدرک شوارقِ شہود عارجِ شواہق وجود ماہر حقائق ہبوط الانسان و دقایق صعود مصداق الصوفی الذی لایوجد بعد عدمہ ولا یعدم بعد وجودہ فانی فی اللہ باقی باللہ صاحب دم صافی و قدم راقی خضر راہ امرِ خدا ارشاد باقی خلیفہ حضرت پیر روشن ضمیر فرد الافراد و تد الاوتاد قطب حق المضطبع بلون المطلق جناب سید احمد شاہ صاحب قبلہ صبغۃ اللہی رحمۃ اللہ علیہ ما لا تتناہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ کلام ذوی الفضل والکمال الحمد للہ العزیز عزوجل است کہ لسان انسان را باعزاز نطق فصیح نواختہ وفاتحہ سخن مقربان حضرت لایزال نعمت معزز تریں

انبیای مرسل است کہ منطوق وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی نطق وحی ترجمانش را برلب تفسیر و بیان مبین ساختہ درود و سلام ازکی و برآل اطہار و اصحاب کبار او۔ و رحمت و رضوان اصفی بر اہل بیت و مہاجرین و انصار او من الباقی العلام الی بقاء الازمنۃ والایام۔

آمد آن ساعت کہ بکشایم زبان خامہ را		پر کنم از گوہر اسرار جیب نامہ را

پیدا است کہ چون حرف کاف از کلک قدرت صحیفہ نگار وجود کائنات بر صفحہ شہود حسن پیوستگی یا نون دریافت۔ از گنجینۂ سخن چندین ہزار جواہر مختلف الانواع مضامین ارجمند بگرم بازاری نظم و نثر شتافت۔ و این فیضان مفیض علی الاطلاق است بر عالم انفس و آفاق بتوسط اسمای متعالی جاری و ظہور آنہا با مسمی در مظاہر و مجالی بالتواتر والتوالی ساری۔ ہر اسمی حکمی و اثری وابستہ و بروز سلطنت ہر یکے باقتضار نوبت آن پیوستہ ہرگاہ اسم متکلم باظہار کمال خود پرداختہ و مے پردازد زبان قلم و قلم زبان نکات آموزان حقیقۃ را بہ رتبۂ مظہریت نواختہ و مے نوازد بارک اللہ مصداق این مذاق صدق انطباق تصنیف واجب التوصیف کتاب الانسان است متضمن بحث انس و نسیان با ربط ہمدیگر در وجود انسان گویا این دو جوہر متضاد بیک محل قرار گرفتہ و بہ مثال دو قوس وجوب و امکان بیک دایرہ وجود اتصال پذیرفتہ۔ یا دو تجلی فنا و بقا ہستی سالک بیک دفعہ متجلی و منور

یا ہر دو مرتبہ قرب فرایض و نوافل علمی و عینی عارف بیک وقت مشہود و مصور بلکہ این مجموعہ را آن جوہر ہا نوان دانست کہ اشکال مراتب حدوث و قدم ازو پدیدار و صور غوامض علوم و حکم بدو نمودار محتوی بہ آیات بینات و منطوی بکلمات طیبات منتخب صحائف غیبی و منطبع لمعات لاریبی پرتو علم ربانی لوح محفوظ ثانی مردہ دردنان را نفس مسیحا و تیرہ بطونان را پنجہ ید بیضا قدسیان را قابل اوراد و وظائف و مراقبان را مقام کشف لطایف سواد توسطش سویداے قلوب احرار بیاض سطورش ضیاے صدور ابرار ہر لفظش در توضیح حقایق کونیات و الہیات مدلل و محکم۔ وہر جملہ اش در تصریح دقایق کلیات و جزئیات مسجل و مسلم از ہر نقطہ معنی وحدت ذات عیان و از حرف صورت کثرت صفات نمایان بینا چشمے کہ نظر حق بین بمطالعہ مسطورۂ آن کشاید و دانا دلے کہ بفکر صحیح و سلیم ادراک مطالب آن نماید۔ جمیع سرایر مستطاب را حسن المآب است و تمامی کتب اولوالالباب را فذلکۃ الحساب و غایت مافی الباب مصنفش العظم اللہ۔ اسم بامسمی عزیز الوجود سلمہ اللہ العزیز الودود

نظم

چون ذات خود بعلم و فضل ممتاز	چون نام خود عزیز اہل اعزاز
خدایش در عزیزی عہد خود ساخت	محمد سایہ بر فرق وے انداخت
قلم بہر صراحت لو کریز است	محمد بر سر عبد العزیز است
لقب ادراجہ جر در قبایل	خطاب او را امعزز در فضائل

چنان واکرد رمزِ انس و نسیان ‌‌ شود انسان کامل واقف آن
خلیل کعبهٔ کشف و شهود است ‌‌ کلیم طور انوار وجود است
وجودش نقطهٔ پرکار ایقان ‌‌ حریم اعتکافش قرب یزدان
بطبع او تعمج ناز دارد ‌‌ دلش روح الامین همراز دارد
صریر از خامهٔ او میزند جوش ‌‌ چو صوفی کن صدای سرمدی گوش
بمعنی آفرینی نیست ثانی ‌‌ تو انفس خواند خلاق المعانی
نه دست کسی بر حرفش انگشت ‌‌ برون آید بخرق سینه از پشت
کلامش محو ساز هر شک و ریب ‌‌ همه از ملهم غیب است و لی عیب
شنیدش هر کسی بر داشت ناگاه ‌‌ صدای لوحش الله لوحش الله

اگرچه این تدوین اعجاز تکمین بلحاظ قریب الفهمی مستعدان سهولت قرین زبان خامه را بحرف اردو کشاده بلا تصنع و مبالغه داد بلاغت و متانت عجم داده از فصاحت جست الفاظ و عبارت گره کشای السن الکن - و از سلاست مفهوم و اشارات محو ساز وهم و ظن تمثال صحیحش عین تمثال اوست و معارف و مقاصد کتاب الانسان ناطق بدو - که اصحاب ذوقِ مشرب را العروج مراتب انس و محبت با حق میرساند و ارباب صدق و طلب را به نهایت مدارج نسیان و غیبت از خود و ماسوا داخل گرداند هم اهل شرع و کلام را بدان اعتراف و تصدیق و هم حکما و صوفیه کرام را از ان انکشاف و تحقیق - به تقریظ این تصنیف جز ل دعوی لب کشای نطق محالات

فرضیه همه باطل و به تدریح این مصنف بعدیل زعم قلم فرسائی بوفق هفوات واهیه فاسد و عاطل نظم

زبان کوتا بجز فهم وا توان کرد
نمیدانم ره وصفش سپردن
بلند این نخل و دست فکر کوتاه
کنون باقی ازان گردان عنان را
بدین مصرعه دعا بنماے ویرا
اگر تاریخ این قدسی مقاله
بریده فرق انکار مخالف

برہ حت سرایان جا توان کرد
بمنزل پاے لنگ خویش بردن
ثمر چین تنگ دامن حاشش لله
بده رنگ دگر کلک و زبان را
جزاک الله فی الدارین خیرا
کنی بر فکر پردازی حواله
شنو مرغوب اہل دل ز ہاتف

۱۳۱۷ھ

قطعه

زعبد العزیز مهاجر لقب
شنو از لب باقی بهره یاب

مرتب شد این نسخهٔ دلپذیر
سن اختتامش عدیم النظیر

۱۳۱۷ھ

تقریظ دلپذیر

جناب صاحب تقوی و طہارت خلق مآثر

مولوی حسن علیصاحب طاہر

انسان ضعیف البنیان راچہ یاراکہ درادائے حمد و سپاس حضرت خالق الناس جل مجدہ دم زند کہ خلق الانسان ضعیفا ازان خبر میدہد واین مشت خاک راچہ دماغ کہ در پیدائے ناپیداکنار ثنائے محیط ارض و افلاک عظم شانہ قدم نہد کہ لا احصی ثناء علیک - پردہ از رخ شاہد معنی میکشد - خالقیکہ بہ وفور رحمت عام و فرط رافت ما لا کلام اہل دل را از بنی نوع بشر شناسائے محاسن ذات و صفات خود گردانید و این ذرہ بیمقدار را از کمال فضل و احسان ادراک امتیاز از خیر و شر بخشید ؎

چشم اگر بینا شود ہر سو جمال یار ہست	گوش اگر شنوا بود در ہر سخن اسرار ہست

و ہمچنین عنوان نعت سرور کائنات اصل موجودات حامل لوائے حمد احد شاغل فکر و ذکر اللہ الصمد سید المرسلین قائد الغر المحجلین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین کہ از بوسۂ نقش پایش لب ہا دعوئے مسیحائی سزاوار و بسجدۂ پائین خوابگاہش بخت خوابیدۂ پیشانی ہا بیدار - اعنی احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ

صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم از حد بشریت بیرون و از حوصلہ نطق انسانیت افزون ست

محمد عربی کابروے ہر دو سراست	کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سراد

اما بعد درین زمان مسرت توامان کتاب لاجواب ہادی راہ صدق و صواب بدرقہ مسلک سالکان المسمے بہ کتاب الانسان تصنیف منیف مولوی محمد عبد العزیز صاحب مہاجر شطاریہ دار علاقہ بال ضلع گلبرکہ شریف دام ظلہ علے رؤس المشتاقین و التابعین است از بحر سینہ حق گنجینہ جناب ممدوح چون درر غرر بانظم و نثر سلک انتظام و اختتام گرفتہ۔ الحق کتابے است معدن حقایق صوری و معنوی و مخزن دقایق سفلی و علوی کہ رہروان طریق شریعت را راہنمائیست چون مرشد حقانی و سالکان جادہ طریقت را دستاویزے ست بوصول قرب یزدانی و یا حبل المتین است کہ طالبان حق و صادقان برحق را وسیلہ جمیلہ است از ان لعروج مراتب تا نزہتگاہ شہود ربانی رساند اگر آن را بحر اسرار علم و عرفان بگویم سزا است و اگر خزینہ جواہر زواہر سرایان نام تم بجاست بحمد اللہ تعالے جناب مصنف سلمہ اللہ الہادی بعرق ریزی شبانہ روز آن مجموعہ حقایق را بدستیاری توفیق الٰہی و یاوری فیض قدسی بہ انجام و اتمام رسانیدند و از زبان حال نہ از زبان قال بدین بیت شاعری مترنم گردیدند ست

در سخن پنہان شدم مانند بو در برگ گل	ہر کہ دارد میل دیدن در سخن بیند مرا

پس ہر کرا نظر بر جمال باکمال آن لیلاے حجلہ نشین معارف و اسرار افتد مجنون وار عاشق و شیدا گردد و ہر کدام کہ بچشم ارادت حسن مضامین دل نشین و گل رخسارہاے مطالب شیرینش مشاہدہ کند بسان فرہاد والہ و شیفتہ شود ۔

چشم بکشا کہ جلوۂ دلدار	متجلی است از در و دیوار

فلہذا من عاصی ہمہ ہیچمدان را کہ از ممدوح الیہ ارادت و محبت قدیمی و رابطہ مؤالفت و موانست دلی بدرجہ است کہ گویا یک قالب و دو جان و یک یا دام و دو مغز توامان پس در خاطر داعیہ این معنی پیدا آمدہ کہ باوصف عدم لیاقت و ناقابلیت خود تقریظے ہمچنان کہ در خریداران حضرت یوسف علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام شرکت عجوزہ با رشتہ با فیدہ بجیطۂ تحریر در آرم و قطعۂ تاریخ منظوم نیز شاملش کنم تا ازین تدبیر و حیلہ خود را از منتسبان آن برگزیدۂ حضرت سبحان داخل نمودہ خدمتے ادا کردہ باشم ہو ہذا

ہو العلیم

المنۃ للہ تعالے و تقدس	از علم خودش کرد عطا علم بانسان
تعلیم الٰہی نشدی لیک کشودی	پس علم الانسان گواہ است ز قرآن
چون آدم خاکی ز حق آموختہ علمے	در جملہ ملایک علم افراخت بکیوان
گر خاتم این علم بہ انگشت نماید	البتہ شود پادشہ ملک سلیمان
مقصد جز ازین نیست کہ در وصف کتابی	از بحر طبیعت بہ لب آرم دُرِ مرجان

کان طالب مولای جهان عبد عزیز است — روشن دلش از علم چو خورشید درخشان

نامی و گرامی و ملقب به مهاجر — دانا دل و معروف به علامهٔ دوران

انوار شناسائی حق چون ید بیضا — در سینه نهان دان بکف موسی عمران

چون داد سخن داد به تصنیف کتابی — علمی که رساند به در قربت یزدان

شایان است اگر علم لدن فاش بگویم — بر صدر صفا طبع شد از حضرت سبحان

بی واسطه از حق چو طبیعتش شده القا — فیضی بگرفتند از ان جمله عزیزان

اعجاز مسیحا است به انداز کلامش — هر مرده دلی زندهٔ جاوید شود زان

مشهور مثل هست که اسمی چو مسمی — شک نیست شود عامل او اکمل انسان

یا رب العنایات قدیم تو امید است — مطبوع جهانش بکنی تا دم دوران

در هر دو جهان در صلهاش خیر جزا ده — مسعود به اولاد کن از رحمت احسان

چون ختم شد آن جان حقایق بلطافت — از بهر سنش گشت علی سر بگریبان

این مصرع تاریخ شد القا بدل او — زیبا شده اسمش بکتاب النسان

۱۳۱۷ھ

ولہ

مولوی عبدالعزیز ذی فضل — هست غواص بحار عرفان

از ره شفقت و هم لطف عمیم — بهر تنویر قلوب انسان

کرد تصنیف کتابی پر مغز — متوافق بحدیث و قرآن

لفظ لفظش سوی حق راه‌نما — معنی معنیش بمطلوب رسان

عشق حق راست چو اصطرلابے — موجد عشق بگویم ستایان

دُر گنجینۂ اسرار قدم — برج اوج فلک سر نہان

بحر سان گرچہ خموش است مگر — شور معنی بفلک موج زنان

گنج اسرار خدا دانی ہا — زیور گوش عروس عرفان

شمع ایمان بره ظلمت کفر — سرمۂ نور بچشم کوران

ہستی مہر ز مہر ست دلیل — وصف آن را ز بیانش برہان

جہل ضد قدیم است بعلم — صلح کرد است میان ایشان

جہل را علم کند تا تیر سش — عام را خاص کند دست کشان

جہل مانند شبے علم چو روز — گرد مد صبح شود شب پنہان

ہمہ رین بحث بہ پرسید دلم — علم را گرچہ بود وقعت و شان

جہل از دل چو رود علم کجا — گردم ایما بکتاب انسان

ہم سن ختم بقطع دل جہل — گفتہ شد ہذا کتاب الانسان

۱۳۱۷ھ

قطعہ تاریخ از نتائج افکار شاعر شیرین بیان رطب اللسان نازک خیال عدیم المثال با علم و فضل مولوی محمد مظفر الدین صاحب المتخلص بہ معلّی

ولا عبد العزیز خوش بیان نے — رقم کی جب کتاب تحفۂ عرفان

معلّی نے کہی تاریخ اوسکی — عجب نادر لکھی تعریف انسان

۱۳۱۷ھ

تقریظ یکہ تاز

میدان حقایق و معارف شہسوار عرصۂ اخلاق و عواطف

سخن سنج و سخن گو جناب مولوی حکیم یعقوب حسین صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا مدح اصغر بن مصطفےٰ لبس	محمد حامد حسمد خدا لبس

سُبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

عزیزہ عزیز العزیز ۔ مینے بہ تقاضائے منطوق لازم الوثوق اِنّ اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ آپکی (الانسان) کی بڑے ذوق وشوق سے دید کی ظاہر وباطن کا اوسکے اول سے آخر تک بجمع خاطر وامعان نظر کامل مشاہدہ ومعاینہ کیا ۔ فصاحت وبلاغت سلاست ومتانت اوسکے چار عنصر نقطہ نقطہ نکتہ نکتہ حلاوت ونزاکت سے پر ۔ عجیب وغریب ڈھنگ ہے ۔ نیا اور نرالا رنگ ہے ۔ طرفہ تر اوسکا پیرایہ ہے شاہد نادر سرمایہ ہے اسرار شریعت وطریقت رموز حقیقت ومعرفت کا منظہر جامع آثار انوار مکاشفہ ومشاہدہ ۔ احکام تجلیات معاینہ ومغاینہ لوح جبین سے اوسکے لامع ۔ سالکان مسلک تعرج کے لئے معارج رہروان جادۂ طلب کا روشن سراج جواہر الحقایق کا معدن نفحات الانس کا گلشن فی نفس الامر چراغ ہدایہ ہے فی الواقع

کحل الجواہر ارباب بصیرت باین محامد و محاسن می باید شنید و می باید دید ہے
الانسان سری و انا سرہٗ کا راز بستہ سربسر کھولدیا۔ عقدہ مالا ینحل نسیان کا
جو سہو نے بہول بیٹھا تھا بشری موشگافی سے مو بمو حل کردیا۔ نہین نہین عقدہ
کشائی کیسی اور انکشاف کا کیا ذکر۔ مشکل کشائی ہے۔ کیون نہو مشکل سا
مشکل کشا اوسکے مظہر کا پیر و مشکل کشا ہے جسنے اوسکو دیکہا ساتہہ ہی انس
الہی پیدا ہونے کے ماسوا ماسوا اللہ سے نسیان پیدا ہوا۔ جام جہان نما کیا بات
ہے یون کہیے کہ آئینہ خدا نما عاشقون کی جان کا گہات ہے کیفیت ظہور کی جانب
اس لطف کیفیت سے مشیر ہے کہ گویا عارفون کی سچی اور صحیح دید ہے اور مجبوبہ تنزلات
سینہ کا بیان محمود ایسے احسن وجوہ سے گزرا کہ بے شش و پنج حضرات
خمسہ ہی آئینہ علم مین رونما ہوئے۔ بوالعجب مجسم با خلاق منتخب مجموعہ آفاق ہے
کہ علم اخلاق کی ہی اوس اہمالی سے توضیح و تلویح کردی کہ مطبوع طبع اہل ظاہر
و باطن ہوگیا۔ تخلقوا باخلاق اللہ و تصفوا بصفات اللہ کی طرف اس
حکمت کے ساتہہ توجہ دلائی ہے کہ متبعان انک لعلی خلق عظیم کیمیائے
سعادت و زاد لآخرت سمجہین تو سزا و بجا ہے مصراع

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

اے ہیچمدان ہیچ ز بلکہ بے ہیچ بفحوائے ما لا یدرک کلہ و لا یترک کلہ
از ہزار یکے و از بسیار اندک سے صفحہ شہود پر مرتسم کرکے بالآخر چارہ کار سوائے مفہوم

اس مصرع کے مصرعہ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست ؛
نہ پایا تو ہاتھ دعا کے پھیلائے بیٹھا ہے کہ موجود مطلق وقادر برحق تقدس صفاتہ
عن احاطۃ ترقیم الاقلام وتنزہ ذاتہ عن ادراک ذوی الافہام ۔
اس حق گو وحق شناس وحق پرست وحق طلب انسان کو جسنے اس آرائش
وپیرائش کے ساتھ الانسان کا جمال باکمال مظہر لایزال جلّ عن الشبہ والمثال
بتایا و بیدار بے نگریستن ودیافت بے جستن کے مقام ارفع واعلے میں واصل فرمادے
انہ قریب مجیب وبالاجابۃ جدیر ۔

قطعہ تاریخ

الانسان رقم زد چو عبد العزیز	عدیم العدیل وعدیم المثال
زعقلم ندا آمد از روئے حیرت	کہ گلدستۂ معرفت ہست سال

١٣١٧ھ

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۴	یعلوا	یعلو
۶	۲	عن	من
"	۳	نطفہ	نطفۃ
"	۵	فنونجی	سنجیے
"	۹	علی	اسلیے
"	۱۰	وشاہدت	واکرمنا بمشاہدہ
"	۱۱	لاحسان	الاحسان
"	۱۶	مہاجر	المہاجر
۷	۲	ذی علم	ہرذی علم
"	۶	جدید	جدید جدید
۸	۳	کریا	کریان
۹	۵	وپنچی	اونچی
"	۹	استمرف	اُستہدت
۱۰	۱۱	ذومعنین	ذومعینین
۱۱	۱۶	"	"
۱۹	۳	مشیب	شاب
"	۶	سے	نے
۲۲	۹	سے	فی
۳۱	۱۴	فمن	ثمن
"	"	الحمیۃ	ازہیۃ
۳۴	۶	قبیح	[illegible]
"	۱۳	بشکارے	بشکار
۳۶	۹	لیا	دل
۳۷	۶	سائی	سائیلے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸	۷	پیرو	بپیرو
۳۹	۱	را	یار
"	۱۷	بنا	بینا
۴۰	۸	ہ	بہا
"	۱۲	تجلی	تجلّی
۴۳	۱	ماست	امامت
"	۱۳	خلائف	خلفا
۴۴	۶	ئہ	ہ
۴۵	۶	لان	ان
۵۱	۴	چلتے	جلتے
۵۵	۷	حیثیت	حیف
۵۶	۱۳	"	"
۵۷	۶	"	"
۵۸	۷	شئی	شیئاً
۶۳	۷	و	تو
۶۶	۱۷	پہلے	پیرہیلے
۷۴	۱۷	گوری	گودی
۷۶	۹	خوبی	خوب
"	۱۱	قفسی وما	قفسی یا
"	"	مست دیوانہ	مست و دیوانہ
۷۷	۱۲	درخوتون	درختون
۸۰	۱۰	دار	دراز
۸۴	۵	اجیار	عیار
"	۱۱	مشکین	مشکین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۴	۱۷	جاوبیدانی	جاودانی	۱۳۱	۷	اہا	اہا این
۸۸	۱۶	مصرہ	مصرعہ	۱۳۲	۸	آپ	آپ کے
۸۹	۶	بولہوس	بوالہوس	۱۳۳	۴	باتیلک	یاتیلک
۹۲	۸	ور	اور	۱۲۴	۴	علی	فی
۱۰۴	۸	یعنی خوسعادت کرنیکی	یعنی خوسعادت کرنیکی غایۃ کر	۱۲۹	۱۷	الاسکام	الاسلام
״	۵	یعنی خصلت بڑی نیکی ہے	نیکی حسن خلق ہے	״	״	فاجتنبوۃ	فاجتنبوہُ
۱۰۵	۵	کے	کی	۱۳۱	۲	علی	فی
״	۱۱	علوم	عدم	۱۳۳	۱۳	اعتبار	امتیاز
۱۰۶	۱۵	مثل	مثیل	״	۹	شہروٗیا	مشہروٗیا
۱۰۷	۸	اثہ	ازو	۱۳۵	۱۳	رفت	ژفت
۱۱۲	۱۷	اس	اسکا	۱۳۶	۱	علی	فی
۱۱۳	۱	استدلات	استدلالات	۱۳۷	۴	حسنہ	حسنہ کو
״	۱۰	علی	فی	۱۳۸	۹	واللہ	اللہ
۱۱۴	۵	اوسیتم	اوتیتم	״	״	انتم	انتم
״	۹	کے	سے ہیں	״	۶	کسب	کسب و
۱۱۵	۱۶	واعی	راعی	״	۷	بڑہاپے	بڑہاپے
۱۱۶	۷	تخلقو باخلاق	تخلقوا باخلاق اللہ	۱۳۹	۹	علمی	عملی
״	۵	ہمارے	ہمارے حضور	״	۱۴	״	״
۱۱۷	۲	وحیٌ	وحیٌ	۱۴۱	۱۴	بس	پس
״	۷	رہی	گئی	۱۴۲	۷	بتانا	بتانا
۱۱۹	۴	علی	فی	״	۱۱	خرق	خرق و
״	۶	ہے	سے	״	۱۶	بشیر	بشر
״	۱۱	علی	فی	۱۴۳	۱۷	عقل اور	عقل
۱۲۰	۱۵	باقی	باقی رہتی	۱۴۴	۹	ہیں	رہیں
۱۲۱	۶	شفیانہ	شفیقانہ	۱۵۰	۴	ماخلق العقل	ماخلق اللہ العقل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۰	۴	ماخاق العلم	ماخلق اللہ العلم	۱۶۶	۱۷	تقید	تقیید کے
۱۵۲	۳	باقاصنہ	فاصنہ	۱۶۷	۲	بالغیب	بالغیب سے
"	۸	لغرض	الغرض	"	۱۱	ذوق	وزاق
۱۵۵	۶	القوا	اتقوا	۱۶۸	۳	اسی	اسس
۱۵۶	۱۵	دبین	دین	"	۵	تہاثر	متاثر
۱۵۷	۵	وشناس	وستناس	"	۱۰	ستقم	مستتم
"	۱۶	مبتواسلے	میتوانی	"	۱۳	دکھے	دیکھیے
۱۶۰	۱۷	تواب	ثواب	۱۶۹	۱۰	قولین	قوتین
۱۶۱	۹	گر	مگر	۱۷۰	۱۳	وچون	کچی
۱۶۳	۱۲	محقق	مخفی	۱۷۲	۵	متحق	مستحق
۱۶۳	۱۱	تم	ثم	"	۱۰	خالصیت	خالقیت
"	۱۳	حشر اور	حشر	۱۷۳	۹	مقولات	معقولات
"	"	بدن	اور بدن	۱۷۴	۱۲	مشاہد	مشاہدہ
"	۱۷	انانی	انان	۱۷۵	۷	اوٹھہ	روٹھہ
۱۶۴	۲	وجود	وجوب	۱۷۶	۱۵	بصدق	صدق
"	۱۴	بلیقین	بالیقین	۱۷۷	۴	علت العلل	علت العلل کا
۱۶۵	۲	باوی	ہادی	"	۵	تک	تگ
"	۳	کرسگے	کرسکے	"	۸	فارجع البصرے	فارجع البصر
"	"	بادہ	البتہ	"	۱۲	اقلم	افلم
"	۶	اکامر	اکابر	۱۷۸	۵	یا	ما
"	۱۱	مطرویات	مشروبات	"	۸	اوسیہ	اولیسیہ
"	"	نظر رہیگی	نظر نہ رہیگی	"	۱۱	علیہ و	علیہ وآلہ
"	۱۲	ہماری	ہماری روح	۱۸۰	۴	وقفنا	دوقفنا
۱۶۶	۵	کا	کے	"	۷	المجبی	المجتبی
"	۶	کالمیدار	کا مبدار	"	۹	بعزا	نعزا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۲	۷	مایوس	مانوس	۱۸۸	۳	مراد	برا
"	۳	اختربعات	اختراعات	"	۵	محفوط	محفوظ
"	۱۴	وحدالی	وجدانی	"	۱۳	اوس سے بہتر	اوس پتھر
۱۸۳	۱	ثم	تم	۱۸۹	۵	سعۃ ایجہ	اسبعۃ اجیہ
"	۳	مرده	مردہ	۱۹۰	۸	طرت	طرف سے
	"	پرده	پردہ	۱۹۱	۴	آئیٹون	آیئون
"	۱۱	کرلیتا ہے	بیان کرلیتا ہے	"	۵	آ	ا
"	۱۲	بحث	بحت	"	۱۶	جہیک	ٹھیک
۱۸۶	۴	دمی	فی	۱۹۲	۱۰	اسپر	اسیر
"	۱۴	نسبت	نسبت بوصول	"	۱۷	پاسے گا	پایے گا
۱۸۸	۲	ان للامی	ان الذی				

اعلان

صحیح	غلط	سطر	صفحہ	صحیح	غلط	سطر	صفحہ
مرا	مراد	۳	۱۸۸	مانوس	پابوس	۷	۱۸۲
محفوظ	محفوظ	۵	"	اختراعات	اختررعات	۳	"
اوس سے بہتر	اوس سے بہتر	۱۳	"	وجدانی	وحدانی	۱۴	"
اسبعۃ اعجیبہ	سعۃ عجیبہ	۷	۱۸۹	تم	ثم	۱	۱۸۳
طرف سے	طرف	۸	۱۹۰	مردہ	مردہ	۳	"
آئیتون	آئینون	۴	۱۹۱	پردہ	پردہ	"	"
ا	آ	۵	"	بیان کرلیتا ہے	کرلیتا ہے	۱۱	"
ٹھیک	ٹھیک	۱۵	"	بحث	بحث	۱۲	"
اسپیر	اسپر	۱۰	۱۹۲	فی	دمی	۴	۱۸۶
پہنچیگا	پاسے گا	۱۷	"	نسبت بہ صوفی	نسبت	۱۴	"
				ان الذی	ان للذی	۲	۱۸۸

اعلان